

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رویف الف

در حمد

وہ کامل جس کا جز چارم مقابل ہو نہیں سکتا
 کبھی معلول بے علت کے حاصل ہو نہیں سکتا
 کوئی عشاق میں ہو کے سے شامل ہو نہیں سکتا
 کبھی وہ عاشق شکل و شمائل ہو نہیں سکتا
 وہ تیری یاد سے لے جان غافل ہو نہیں سکتا
 وہ دل ہرگز تری الفت کے قابل ہو نہیں سکتا

یہ دیوانِ سوم بے حمد کامل ہو نہیں سکتا
 نہو عشقِ حمد ہو حمد اسے دل ہو نہیں سکتا
 ریا و مکر سے انسان کامل ہو نہیں سکتا
 جو گمائل ہو گیا ہو بے مثالی کے کرشموں کا
 کیا ہے محو جس نے اپنے دل سے اپنی ہستی کو
 نہ جس میں گدازِ روزِ در عشق سے لذت

یہ مانا سینہ دل کے ہاتھ سے مین تنگ یا ہوں
 فنا ہو کر ملا جب بلبل اور یامین ظاہر ہے
 مین کیون جنت کا طالع بن عادت سے ریاضت
 غریق بحر الفت کو ملے کیا اسکا تھل پڑا
 ترمی لدا ریاق ایک نسبت سب کتنی ہین
 اگر کچھ ورد ہے اسکا تو تیرے نام کی رشت
 غم دنیا و فکر آخرت کیون ہو مرے لہن
 جمال دہر حسن عاقبت کی کیا حقیقت ہے

مگر جب تنگ تو لہن مین میں بیدل ہو نہیں سکتا
 کہ خود بینی مین تیرا اصل حاصل ہو نہیں سکتا
 ترے در کا فقیر اور وٹے سائل ہو نہیں سکتا
 یہ وہ دریا ہے جسکا کوئی ساحل ہو نہیں سکتا
 مگر لے جان سب کا ایک سادل ہو نہیں سکتا
 ترا دیوانہ مصروف مشاغل ہو نہیں سکتا
 ترے گہر مین تو کوئی زیب محفل ہو نہیں سکتا
 ترا شید کسی پرا تو مائل ہو نہیں سکتا



ترا جلوہ ہو جب تنگ کن کی بیاری صورت مین
 کبھی شمشاد او نکی سمت مائل ہو نہیں سکتا



کو نین ایک عکس ہے جس کے جمال کا
 معشوق مین نہیں کوئی تیرے جمال کا
 جنت ہے ایک تیرے ریاض رضا کا چول
 طرز طلب سے کیا خبر اونکے فقیر کو
 لے عکس دی یار نگاہوں مین تو نہیں
 بیشکل تو ہے تیرے کرشمے ہین بے نظیر
 فطرت سے باخبر ہے قدرت سے بخیر
 تارِ سحر کہتے ہین سوزِ فراق کو
 مین ہوں سیاہ کار دگنکار مومو

مین بھی ہوں ایک لکش ویکے خیال کا
 عشاق مین نہیں کوئی میرے خیال کا
 دوزخ بخار ہے ترے سوزِ ملال کا
 موقع وہ دیتے ہی نہیں دسکو سوال کا
 خورشید ہے شکار شعاعوں کے جمال کا
 تیری تنائیں تنگ ہے عالم مثال کا
 بندہ تو معتقد نہیں ایسے کمال کا
 فردوس نام یار کے لطف وصال کا
 تو حافظا نصیر مرے بال بال کا

آنکھیں وہی ہن جہین ہے جلوہ جمال کا
ہرزہ جوش شوق ہے تیرے وصال کا
ہر وقت سلسبیل کے آبِ زلال کا
لے زخمِ دل نہ نام لے تو اندام کا
چہرے پر آگیا جو عرق انفصال کا
پرساں کوئی نہیں ہے کہیں میرے حال کا
ہر حال میں خیال ہے جسکو مال کا
ممکن نہیں جواب کوئی تیری چال کا
موسم کا زائچہ ہے کوئی ماہ و سال کا
دنیا میں نقشہ کینچ کے بدروہال کا
تھاپارہ خذف مرے جامِ سفال کا
وہ میل نام رکھتے ہیں دنیا کے مال کا
دیکھیں اگر مالِ ستم کے د بال کا

دل ہے وہی کہ حسین ہو بہبت جلال کی
کوئین تجھے رہ نہیں سکتے کبھی الگ
پیا سائین تیری دید کا زاہد ہے تشنہ لب
تجھ میں کیسی یاد ہے راحت ہے دردِ مین
یک نخت دہو گئے ہیں سہ کار یوں کچھ داغ
لے ناز آفرین ترے اندازِ دن کے سوا
تیری رضا کے سامنے کیا اوسکو جاہ و مال
نزدِ دغا میں لاکھ اگر ہوں ترے حریف
تیری نشانیوں میں سے ہیں مہر و ماہ بھی
واقف کیا ہر اک کو صعود و نزول سے
زمرست یخِ دجسے سمجھے تھے جامِ جم
جو بندگانِ زر سے نہیں رکھتے میل جول
مظلوم کا نہ بال بھی بیکا کریں نشر و نشر



شمشاد کی نگاہ میں ہے حسنِ آفرین
کیون شیفۃ ہو اب وہ کسی نوہال کا



در نعت



جو ہے حبیبِ یک عیدِ المِثال کا
یوسف میں ایک شمعہ تھا رسے جمال کا
کچھ کچھ اثر ہلالِ مین میرے ہرال کا

دل شیفۃ ہے ایسے بدیعِ اجمال کا
موسیٰ میں رعب اب تھائے جلال کا
پر تو ہے بدر میں ترے ادنے کمال کا

اے ختم انبیاء ترے قربان جان و دل
 تیرے یقین کا تو خدا ہی کو علم ہے
 نصرت تھی ہر جہاد میں ہر کام میں ظفر
 تیری صفت خدا کی طرح کیوں نہو محال
 عرش برین کو ہو ترے فعلین سے شرف
 تو نے کیا زخارف دنیا کو یوں ذلیل
 اے دلشکار میں ہوں ترا صید ناتوان
 لذت بھی اس میں دردی دے لے بہار دین
 منظر ہے صاف سورہ فزّٰل سے حبیب
 تو وہ بہار گلشن اسلام جس سے سبز
 قرآن معجزہ ہے بلا و ہم دریب و شک
 اصحابِ اہلبیت کا ہے جان نثار خاص
 کعبے کی خاک پاک و ابو جہل بوجہ
 سب جانتے ہیں میں ہوں غلام رسول حق
 نعم بنین فقیر غنا سے کرین گریز

منظر ہے تو خدا کے جمال و جلال کا
 اسلام ایک جزو ہے تیرے خیال کا
 تجھے کبھی نہ کام ہوا انفعال کا
 بے مثل ہے حبیب ہے تو بہمال کا
 موسیٰ کو حکم طور پر اخلع نعال کا
 ہم رتبہ جام جم نہیں جام سفال کا
 میرا گلا ہوا اور ہو سمد و ال کا
 نورس ثمر ہے دل مرے غم کے نہال کا
 کم رتبہ ہو گیا ترے کمال سے شال کا
 انفاس میں اثر ہے صبا دشمال کا
 اس میں نہیں ہے دخل ذرا احتمال کا
 جو ہے غلام دل سے غم کی آل کا
 تھا ملک زنگ مولد و منشا بلال کا
 زہرہ کد میں کسکو ہے مجھے سوال کا
 عبرت سے دیکھ لین جو مال اپنے مال کا



انصارِ جان تار سے رکھتا ہوں سلسلہ
 شمشاد میں غلام ہوا احمد کی آل کا



نہو جس میں کسی یاد وہ دل ہو نہیں سکتا
 ترانہ کوئی زہرہ شامل ہو نہیں سکتا

محبت کے بغیر انسان کامل ہو نہیں سکتا
 حسینوں میں کوئی تیرے مقابل ہو نہیں سکتا

ہمارے ملک میں کوئی عامل ہو نہیں سکتا
 مرے قاتل کو کیا سوچھی ہے کہتا ہے سرخستر
 ترے کیسو حمایت میں مجھے لیکریہ کہتے ہیں
 اوسے آنکھوں میں لال نادل سے پھر آغوش میں لینا
 ترے سر جالے یا تیری ادا و ناز کے ماتھے
 سمجھ لین گے اوست سبانتخاب حسن کا نقطہ
 دو رنگی باتیں ہیں یا منہ سے غنا پھول جڑتے ہیں
 نہیں ظاہر کی آرائش کو مدخل اصل زینت میں
 ہائے ہاتھ گل کھائے ہوئے ہیں اونکی گردن میں
 خرابی اس میں جو کچھ آتی ہے وہ اپنی غفلت سے
 مجھے تو تابقا سے دائی کرنا ہیں طے راہیں
 معالج ہیں عبت بقرا و جالینوس و بوسینا
 پے گلگشت اسے جان نزاکت تو جو آیا ہے
 مرے پر کیوں ہیں سودے یہ لے کر کے دنیا
 نہیں جیتے ان چیزوں کی کچھ بھی اونکی آنکھوں میں
 زیادہ سے زیادہ یہ کہ موزون طبع کہیں گے

سوا حسرت کچھ جب اسے حاصل ہو نہیں سکتا
 مجھے یہ جان کہتا تھا میں قاتل ہو نہیں سکتا
 مراد یوانہ یا بند سلاسل ہو نہیں سکتا
 مری ہمت کے آگے کچھ بھی مشکل ہو نہیں سکتا
 مراد عوا سے خون محشر میں باطل ہو نہیں سکتا
 ترے زسار پر بفاائدہ تل ہو نہیں سکتا
 کہ ان میں سے کسی کا ایک محل ہو نہیں سکتا
 خودی جس میں وہ دل عشق منزل ہو نہیں سکتا
 کبھی بھولو مکا گجر اب حائل ہو نہیں سکتا
 جو اکسا تا رہے دل کو تو کابل ہو نہیں سکتا
 مسافر خانہ دہراصل منزل ہو نہیں سکتا
 ترے زلفوں کا دیوانہ تو عاقل ہو نہیں سکتا
 چمن میں اس گھڑی شور و عنادل ہو نہیں سکتا
 نگاہ ناز کا مارا تو لبسمل ہو نہیں سکتا
 لٹا کر نقد جان دل میں باذل ہو نہیں سکتا
 غزل کہنے سے شاعر کوئی جاہل ہو نہیں سکتا



وہ خلوت خانہ ہے اک گلبدن روروشن کا
 کبھی ظلمت کدہ شمشاد کا دل ہو نہیں سکتا



کب مراد رہی دو انہوا

کام کب رگ کے خورد و انہوا



اون سے میرا کوئی بھلا نہوا
 تھا عیان جسکی بات بات سے رحم
 فیصلہ چاہتے ہو غیروں سے
 دیکھتا میری آہ کی طاقت
 کب نہ یاد آئی تلخی انجام
 منعموں کا اُتو کشیدہ لباس
 کیسے کیسوں نے جان دی اوپر
 خاک میں مل گئیں امیدیں سب
 وصل جانان سے اوسکو کیا لذت
 ہو تو تیرے خیال سا ہو رفیق
 اپنی تقدیر سے نہ کیوں ہو گلہ
 عمر گزری مگر نہ سمجھا میں
 خاں راہ و فاسقے نشتر خیز
 کیا لے اوسکو لذت طاعت
 گالیان پیاری پیاری منجھنے میں
 تجھ سے احسان کی ہو کیا امید
 آمد عشق سنتے ہی سر سے
 لاگ دس بت کو ہے خدائی سے
 پوئے حاجت رولے خلق جو تھے

یہ بھی سچ پوچھو تو بھرا نہوا
 ظلم میں روکش زمانہ ہوا
 یہ تو جھگڑا ہوا گلہ نہوا
 کیوں فلک زور آزار نہوا
 کب مرا عیش بے مزا نہوا
 روکش نقش بوریا نہوا
 وہ کیسکا بھی آشنا نہوا
 ایک وعدہ ترا افسانہوا
 جو کبھی مور دِ جفا نہوا
 جو کسی حال میں جدا نہوا
 اس سے جو کچھ ہوا بجا نہوا
 کیا ہوا مجھ سے اور کیا نہوا
 ہاے تیرا ہر ہنسہ پا نہوا
 جو کبھی مور دِ سزا نہوا
 ایک بوسہ کبھی عطا نہوا
 حق طاعت بھی جب دا نہوا
 قافلہ ہوش کاروانہ ہوا
 خیر گزری کہ وہ خدا نہوا
 اون سے بھی کچھ مرا بھلا نہوا

ایک گل سے جو کہ دیا شمشاد

رازِ الفت مرا فسانہ ہوا

دوسرا بھی مرے پہلو میں اکر دل ہوتا
عشق میں قیس مرے مثل جو کامل ہوتا
ناوکِ ناز سے ناصح جو نہ لیسل ہوتا
دفنِ تربت میں مرے ساتھ اکر دل ہوتا
کوہ بھی میری مصیبت میں جو شامل ہوتا
آپکا چاند اگر مدِ مقسا بل ہوتا
خاکِ آرام کا پہلو مجھے حاصل ہوتا
سدرہ دھیان عدو کا سر منزل ہوتا
تھکوا سپر بھی لگانِ مرضِ سل ہوتا
عشق کے صدموں کا میں بھی نہیں قائل ہوتا
کاش اک خطہ کو گو یا لبِ ساحل ہوتا
چلبلا بن جو مری چھیڑ میں شامل ہوتا
اپنے افعال سے نادم نہ مراد ل ہوتا
کس بنا پر میں بہلا وصل کا سائل ہوتا
میرے ماتم سے عیان شورِ غنادل ہوتا
کوئی کب واقفِ رازِ پھر با بل ہوتا
ایک ہی بوسہ سوا دینے میں باذل ہوتا

بگمائی کا محل آپکو حاصل ہوتا
وصلِ کالطف او سے ہجر میں حاصل ہوتا
یوں رقابت میں لہو کی نہ اوڑاتا چھینٹین
شانِ دلدارِ دلیبر میں بھی دھبا لگتا
کاہ کیا کاہ سے بھی گنتی جسامت او کی
رشتہ کی چوٹ کے یہ نیل عیان کب ہوتے
نہ شبِ وعدہ آئے نہ قضا ہی آئی
آپ کے دلیں میں گھر کر نیکو کرتا لیکن
میں اہو تھوک کے مرتاجو تری فرقت میں
تیری صورت نہ دکھاتی جو مجھے یہ اعجاز
صاف کہتا تری آنکھوں کے ہن دریا قائل
تیری شوخی سے مقابل نہ متانت ہوتی
میر ہی پیری نہ او سے آکے جو او کا دیتی
مانگیے بوسہ تو وہ کہتے ہن منہ نہواؤ
تو کفن کے لیے دیتا جو گلابی چادر
میں نہ کرتا جو ترے چاہِ ذوق کی تعریف
حیف اتنا دم ایفانہ کیا تو نے خیال

نہ کبھی جان چڑاتا میں قیدیوں کی طرح میری تعزیر میں فرمان جو نازل ہوتا

ایک گل کا چین بزم میں کننا ہے ہے کاش شمشاد وہاں زینت محفل ہوتا

میرے جانب جو خیال آپ کا مائل ہوتا لطف گل کھانے کا موسم مجھے حاصل ہوتا
 تاکہ میں ایک دعا میری اگر کرتی اثر بیل اگر خون جگر کے مرے دل پر نہتی
 کشتِ لفت میں کھتا یا بچ سیکو حاصل فرج تم نے جو کیا جان فدائی میں نے
 دیکھتا میں بھی کہ کس طرح بھین آتی ہے نیند بد نصیبی مری صاحب میں دکھاتی یہ اثر
 لاکھوں ہی میرے ترپے میں ادائیں ہوتی ہیں میری قسمت میں تھی میرا شربت کبھی
 جان خال لبِ لعلین کے صدمے کرتا تیرے مرگان سے جو بچنے کی ذرا کرتا فکر
 میں نہ کرتا اگر اظہارِ تمنا میں ضبط نہ اودھر پوری کشش تھی نہ اودھر بوری طلب
 ایک جھڑکی میں قیدیوں نے لیا دل واپس نہ یہ شوخی نہ شہادت نہ یہ چھلین ہوتیں

راہ میں خوفِ عدو دوڑ کے حائل ہوتا تیری گردن میں مرا ہاتھ حائل ہوتا
 میں بھی تقدیر بدل جانے کا قائل ہوتا نقشِ غم اسکے لیے خوب مدخل ہوتا
 کاش اوسکے گل خسار میں کتل ہوتا بارِ احسان کا میں کیونکر متحمل ہوتا
 اپنے قصے کا اگر آپ میں ناقل ہوتا نہ تو عامل کوئی رہتا نہ موکل ہوتا
 خنجر ناز اگر آپ کا قاتل ہوتا ورنہ آدم ہی کیل سبار کا حائل ہوتا
 کشتِ لفت سے جو اک نہ بھی حاصل ہوتا طائرِ عقل بھڑک کر وہیں بسمل ہوتا
 کام آسان سے آسان بھی مشکل ہوتا غیر کیا میری طرح یار سے وصل ہوتا
 جو کبھی تجھ سے نہ پھرتا وہ مرادل ہوتا لطف کیا یار اگر حور شمائل ہوتا

میرے گلزارِ محبت کی جو تو کرتا سیر
میں نہ رہ رہ کے جو انہماکِ محبت کرتا
اثرِ بوسے و فادل سے نہ زائل ہوتا
میرے سبے میں یوں فرطِ نوازل ہوتا

ساتھ شمشاد کے وہ گل جو نہ کٹا گلگشت
لطفِ شادابی گلزار نہ حاصل ہوتا

نالہ کچھ بھی اثر نہیں کرتا
کسکئی کیا تری سخن کو آنکھ
لا مکان سیرِ نالہ ہے لیکن
دل نہیں مضطرب ہے کین بھر
جسکو ہوتا ہے تیرے غم کا مرض
تیرے مرثگان نشانہ دل میں
روز کھاتا ہے سرمرا و اعظ
جیسے دل لے چکا ہے وہ ظالم
حال دل سننے میں وہ کہتی ہیں بس
سب کو تر نہ کیوں نہیں لوٹن
کیوں کہوں یا ر کو صنوبر قد
میں نے اوس شوخ کو کیا لازم
لب و دندان کا شیفہ ہرگز
کون کرتا نہیں ہے جانِ فدا
دل ہی دیتا ہے حیر کی ترغیب
میری اون تک خبر نہیں کرتا
دل مرا شور و شنہ نہیں کرتا
تیرے دل تک گز رہیں کرتا
نالہ کب رات بھر نہیں کرتا
سہام کو وہ سحر نہیں کرتا
کچھ خطا بال بھر نہیں کرتا
چارہ در و سر نہیں کرتا
بھول کر رخ او نہیں کرتا
ہاسے میں مختصر نہیں کرتا
میں اونہیں نامہ نہیں کرتا
میں اوسے بے فکر نہیں کرتا
پھر بھی بچی نظر نہیں کرتا
قد رعل و گھر نہیں کرتا
کسکے وہ دل میں گز نہیں کرتا
جب کو تو بھی کر نہیں کرتا

ہے یہی دل میں مثل روح نہاں
ظلم پر نائے کرنے والے ہیں اور
آبرو چاہتا ہوں دنیا میں
تیرے گیسو و رخ کی الفت میں
اوس سے ڈرنا خلاف عقل نہیں
وام الفت میں بچنے کے طائرِ دل
کیون نہ جھگڑا رہے قیون سے
تیغِ ابرو کے وار سننے میں
اس زمانے میں ہے وہ نفع رسان
پیٹ کے پیچھے چور ہے حیران

آنکھوں میں جو گزر نہیں کرتا
آپ کا بے جگر نہیں کرتا
خواہشِ مال و زر نہیں کرتا
فرق میں بال بھر نہیں کرتا
جو کسی سے حذر نہیں کرتا
خواہشِ بال پر نہیں کرتا
رحم وہ فتنہ گر نہیں کرتا
کب میں دل کو سپر نہیں کرتا
جو کسی کا ضرر نہیں کرتا
اوسکو میں راہ نہیں کرتا

مگر خون کے فراق میں شمشاد
نالہ کب رات بھر نہیں کرتا

آنکھوں میں وہ اگر گزر کرتا
تو رقیون سے میل اگر کرتا
وہ ہے عاشق کش و وفا دشمن
اوسکی شوخی اگر نہ دیتی مدد
شام کے وعدے پر جو آتے تم
چھیڑتا میں جو اوسکو خلوت میں
ایک جانب لگا لیا دل کو

دل میں فوڑا ہی لگے مگر کرتا
رات دن میں بھی شور و شر کرتا
عشق سے اوسکو کیا خبر کرتا
شرم وہ مجھ سے رات بھر کرتا
میں نہ رو رو کے یوں سحر کرتا
وہ مرے سائے سے حذر کرتا
کون ہر دم ادھر ادھر کرتا

دیکے تشبیہ سرو سے قد کو
کسے بھیجا ہے یہ بھی تو سمجھو
غیر کا اوسکو ہو گیا دھوکا
چھپتا اوسکو میں جو محشر میں
نائے پر نائے روز کرتا میں
آرزو میں طواف کرتیں روز
خندہ زن تھا وہ میرے رونے پر
سنگدل وہ ہے میں شکستہ گلو
شبِ فرقت تھی ساتھ تیری یاد
کرتے آنسو اگر ندامت سے
رحم کیا تا جو مجھ پر ایک نفس

کون مشہور ہے غم کرتا
کیون نہ تو قیر نامہ بر کرتا
کب وہ میری طرف نظر کرتا
لاکھ آفت وہ فتنہ گر کرتا
ایک اون میں اگر اثر کرتا
میرے دل میں اگر وہ گھر کرتا
نالہ میں کس امید پر کرتا
خاک نالہ مرا اثر کرتا
ورنہ رور دے میں سحر کرتا
قطرے قطرے کو وہ گھر کرتا
میں ترا شکر عمر بھر کرتا

جو کل تر ہے تجو میر چمن
کاش شمشاد پر گدڑ کرتا

شیفتہ اون ابرو و خمدار کا
لطف مجھ پر دیکھ کر دلدار کا
سات پر دو نہیں بھی دیکھے کا تھین
دل میں لذت آپ کی گفتار کی
دل شکستہ ہے یوہن لے لیجیے
بھولی باتیں یاد دلواتا ہونین

مستحق ہے تیغ کے دھار کا
رنگ پھیکا پڑ گیا اغیار کا
پڑ گیا لپکا جسے دیدار کا
آنکھوں میں ناز آپ کی رفتار کا
مول کیسا خانہ مسرار کا
یار سے کر کے گلا اغیار کا

تیج ابرو کس قدر سفاک ہے
 دل جو داغون سے بنا رشک چین
 دیکھ اسے ظالم نہ کرویران دے
 کسے عاشق سے یوں اپنی مثال
 دل بہتیلی پر نگہ سوے زمین
 بیدی کا لطف دکھا دوں دے
 ہنس کے میری سخت جانی کہتی ہے
 کیا قیامت ہے کہ وہ پردہ کرے
 کیون نہ کھل جائے وہاں زخم دل
 میں مریض عشق جہنم پار ہوں
 کتے میں ابرو کی جنبش پر سگے
 ایسا بوسے کی جگہ دے لیے
 ولہرون میں کوئی بھی ایسا نہیں
 وصف کیسے سلسل ہے رقم
 عرش و کعبہ کہ دل ہے دیر ہر
 جیفہ دنیا کے طالب ہیں کلاب

خون کرتار و زاد سے دو چار کا
 آنکھوں نے سیکھا چلن ہنار کا
 دل خزینہ ہے ترے اسرار کا
 کون ثانی ہے مرے دلدار کا
 یہ ادب ہے عشق کی سرکار کا
 دل جو بجائے کسی دلدار کا
 کاٹ دیکھا آپ کی تلوار کا
 جو مراد دیکھا ہے سو سوار کا
 لے لیا بوسہ سو فار کا
 روگ ہے بیمار کو بیسار کا
 واہ کیا کہنا ہے اس تلوار کا
 او نکو موقع مل گیا تکرار کا
 تو ہے جس شان اور جہل قنار کا
 ٹوٹے کیونکر سلسلہ اشعار کا
 جسمین جلوہ ہے بت پندار کا
 شفیقتہ میں کب ہوں اس مدار کا

تم گل تر ہو جو باغ حسن کے

میں بھی ہوں شمشاد اک گلزار کا

جب مجھ کو عنایت غزلخان بنا دیا

قسمت نے تم کو گل خندان بنا دیا

بالون کو رشکِ سنبلِ بیجان بنا دیا
 میرے قلم کو شاخِ غزالان بنا دیا
 جسکو ترے فراق نے نالان بنا دیا
 داغون نے دل کو سروِ چراغان بنا دیا
 حوروں کو جسے دلکشِ انسان بنا دیا
 عاشق کے دل کو لہجہِ شہیدان بنا دیا
 تمنے او سیکورِ بخشِ پنهان بنا دیا
 اسے ٹھہری کو مجھے گریزان بنا دیا
 قسمت نے مجھکو عاشقِ مژگان بنا دیا
 خونِ جگر کو عسلِ بدخشان بنا دیا
 الفت نے مجھکو خوابِ پریشان بنا دیا
 آنسو نے ہلکے چاکِ گریبان بنا دیا
 عشقِ مژہ نے دل کو نیستان بنا دیا
 ہر غنچہٴ حین کو نسکد ان بنا دیا
 جنسِ نفیسِ حسن کو ارزان بنا دیا

اوس گل کو جس نے فخرِ گلستان بنا دیا
 توصیفِ چشمِ یارِ مینِ قسمت کے سچ نے
 اوس نے نہ خوابِ مین کو بھی بھی نہیں کی شکل
 سینے مین آؤ دیکھو ذرا روشنی کی سیر
 تلو اوس نے غیرتِ حوروں پر کیا
 اتنا کیا ہے تمنے وہاں حسرتوں کا خون
 مین رازِ حسن و عشق سمجھتا رہا جسے
 وحشت مین مسرون سے نہ ملنے کا ذکر کیا
 تھا میرے سینے مین جو مرادِ دلِ غلشِ بہنہ
 کس در پر تھی تابشِ خورشیدِ رو سے یار
 وہ سوچتے مین پھر بھی مین آتا نہیں ہوں یاد
 جب خاک کو سے یارِ مرا پیر مین ہوئی
 کیونکر نہ مجھ سے دم کرے میرا غزالِ چشم
 تو نے تو اپنے شورِ تبسم سے اسے بلج
 آخر کو خوش متاعی بازارِ عشق نے



اوس قد کو جو قیامتِ کبریٰ سے کم نہیں
 شمشادِ تمنے سروِ گلستان بنا دیا



اوس نے کبھی مجھکو کبھی تلوار کو دیکھا
 عیسے نے اگر آپ کے بیمار کو دیکھا

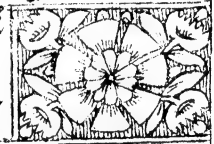
میں نے تو فقط ابروِ خدا کو دیکھا
 ہو جائیگے وہ کشتہٴ اسبابِ مصلِ آپ

کس ناز سے تمنے مرے شمار کو دیکھا
 مینے جو ترے فتنے رفتار کو دیکھا
 جھکتے ہوئے جب شاخِ ثمر دار کو دیکھا
 تسبیح کے دانوں میں جو زنا کو دیکھا
 جسے تری فرقت میں شبِ تار کو دیکھا
 محشر میں جہان تیرے گنہگار کو دیکھا
 بازار کو دیکھا نہ خریدار کو دیکھا
 تمنے بھی کبھی اپنے دل افکار کو دیکھا
 جب خواب میں اوس سایہ دیوار کو دیکھا
 جان بخش فقط یار کے دیدار کو دیکھا

مضمون تڑپتے ہوئے الفاظ سے نکلا
 محشر کی بھی ہلچل نہیں آنکھوں میں ساقی
 مجھ کو بھی ہوئی سرکشی سر سے نفرت
 اسلام ریائی میں کھلا کفر نہانی
 گویا ہے شبِ ماہ اوسے تیرگی گور
 معصوم ہو پختہ نہیں طلعت سے دہان تک
 وہ گوہر مکنون ہے دل زار کہ جسے
 اغیار کین لاکھ کہ حیلہ ہے مرض کا
 دن ہوتے ہی خورشیدِ قیامت سے پڑا کا
 جاناکاہ تو اسباب ہیں فرقت میں ہزار دن



شمسِ ادا سے ہوتی نہیں گلشت کی خواہش
 جس نے کبھی اوس غیرت گلزار کو دیکھا



عدو بھی میرے ہی نذرِ سوا کیوں نہیں ہوتا
 مرے ماندارِ غیرِ سوا کیوں نہیں ہوتا
 مجھے حیرت ہے تو اپنا ہی شیک کیوں نہیں ہوتا
 تعجب ہے تو یہ ایسے میں جھگڑا کیوں نہیں ہوتا
 وہ مجھے پوچھتے ہیں نکو دھوکا کیوں نہیں ہوتا
 میں اوسکا ہو گیا دل سے وہ میر کیوں نہیں ہوتا
 کوئی میری طرح محتومِ شاک کیوں نہیں ہوتا

جو وہ مرتا ہے تیرا اوسکا چرچا کیوں نہیں ہوتا
 کیسے عشق کا گلیو نہیں چرچا کیوں نہیں ہوتا
 کب کا ناز سے مجھے لپٹ کر باس یہ کنا
 دل و جان و جگر سبکو تعلق تیری الفت سے
 او نہیں ہر رنگ میں پہچانے پر مجھ کو حیرت سے
 کیا غیروں کو مینے ترکِ خیر و ن نے مجھے چھوڑا
 اگر ہر دوسے میں اپنی زیارت کی تمنا ہے

کمان بتا کھن رس رس کر یہ گال کے زخموں سے
ترے انفار جان افزا ہین جان بخشین م عیسیٰ
تمھارے فتنہ رفقار سے محشر بھی برپا ہے
مرے ہی اسطے نادان مین کسن مین بھوے مین
اداسے ہاتھ رکھ کر قلب عاشق پردہ کہتے مین
تھکے جب ظلم سے وہ کس دل داسے مجھے کہتے مین
مری افسردگی سے بڑ گئی ہے اوس عشرت پر
کوئی چوراو نکلے دلیں ہے جو وہ چوکے رہتے مین
کسی صورت سے محشر میں تو چھٹکارا ہے اوس ہی
مرے دل میں خیال یار کی محشر خرامی سے
جو تیرے چاہنے والے عداوت سے رکھتے مین
کساو علم سے ہے گرم بازاری حماقت کی
مرے خورشید رو سی رات دن آنکھیں لڑاتا ہی

یہ چشم بھوکرا آنکھوں سے دریا کیوں نہیں بہتا
تپ غم میری جان فرسایں اچھا کیوں نہیں ہوتا
تمھارا وعدہ فردا اب ایفا کیوں نہیں ہوتا
کسیدل ونے راز غیر افشا کیوں نہیں ہوتا
اگر دل میں تپ غم ہے تو دھڑکا کیوں نہیں ہوتا
ترا تیرو کبھی اسے دوست میلا کیوں نہیں ہوتا
کلیجا دشمنوں کا اب بھی ٹھنڈا کیوں نہیں ہوتا
مجھے اونکی طوٹ سے کوئی ٹھکا کیوں نہیں ہوتا
گریبان گیر غم خون تمنا کیوں نہیں ہوتا
عدو کو ہوگی حیرت فتنہ برپا کیوں نہیں ہوتا
مجھے اونکی طرح شک لین پیدا کیوں نہیں ہوتا
پھر اب بھی عقل کے بتلون کو سوا کیوں نہیں ہوتا
رقیب روسیہ اسپر بھی اندھا کیوں نہیں ہوتا



وہ گل کہتا ہے میرے حسن کی شہرت اب بھی
تمھارے عشق کا شمشاد غوغا کیوں نہیں ہوتا



اے گل تر مرے کنار میں آ
کچھ تو اے زور جان زار میں آ
رحم بنکر مزاج یا ر میں آ
تو اگر عین انتظار میں آ

نہ خزان میں نہ تو بہار میں آ
توڑ دوں رشتہ نفس اپنا
لے مرے درد دل کی بیتابی
جان کر دوں نچھاو لے قاصد



اے سرا سیرہ شکستہ دلی
کیا ہے غمِ غم کی بزمِ عشرت میں
دیکھنا ہے جو قدرِ دردِ دوا لم
اے گرفتارِ سیر لالہ و گل
دیکھنا ہیں جو تیجِ قسمت کے
جبرِ اغیار سے جگرِ شوق ہے
آئے ہیں وہ مری عیادت کو
مجھ سے کہتے ہیں کر کے ترکِ خودی
نقشہ عیشِ جاوِ ان بنکر
اے خاشاک ہے جو تلوار سے
چھوڑا ہدِ خیالِ خلدِ برین
رخِ نہ کر سوسے الفتِ مژگان

دامنِ لطفِ کردگار میں آ
ما تم یارِ جانِ تنہا میں آ
کبھی میرے دلِ فگار میں آ
دلِ پُرخون و داغدار میں آ
کوچہِ بتنگِ زلفِ یار میں آ
اب بھی ایدل تو اختیار میں آ
تو بھی اے زورِ جانِ زار میں آ
میرے عشاق کے شمار میں آ
اے نئی ناب تو خمار میں آ
دشتِ وحشت کی نوکِ خار میں آ
کوچہِ جانفزاے یار میں آ
بیچہِ مرگِ ناگوار میں آ

اے گلِ نورسِ بہارِ شباب
اپنے شمشاد کے کنار میں آ

مخملِ یار میں جو آنکلا
مل گیا کیا کمینِ سراغِ اثر
آفتین اب جو آئینِ دورِ نہیں
ہے وہی سب کچھ اور کچھ بھی نہیں
وصل سے بھی نہ کچھ ہوئی تسکین

وہ مرادِ رُدِ آشنا نکلا
نالہِ بیتاب ہو کے کیا نکلا
دلِ مرے ہاتھ سے بڑا نکلا
دلِ عجب چیز ہے بہا نکلا
مرضِ عشقِ لاد و آنکلا

جسکو آزاد جانتے تھے وہ دل
ہو گئی تھوڑی قلب کو تسکین
میری شہرت کا دور بھی افسوس
وصل سے عشق ہو گیا دونا
رازِ الفت کے فاش کرنے میں
جس سے دیا خجل مشجرات
باوفا جسکو ہم کبھی سمجھے
تم تو دلبر ہو کیا گلہ تم سے
جس میں الفت کی چاشنی پائی
آپ فرمائیے کہ ہین کسکے
میں ہوں عرفانِ عشق کا قائل
نورِ پیدل ہے چاندنی کے عوض
وصل میں چھڑ گیا جو ذکرِ رقیب
اپنی تقدیر کو میں روتا ہوں
جسکو طاعون کہہ رہے ہین عوام

بستہ گیسو دو تانا نکلا
نالہ ہمشکل بدعا نکلا
صورتِ عمر بے بقا نکلا
کیا مرے دل کا سو صلا نکلا
طفل اشک اور پنبلا نکلا
وہ مرا نقشِ بوریا نکلا
وہ بڑا بانیِ جفا نکلا
جب مراد دل ہی بے وفا نکلا
آپ ہی کا وہ بتِ سلا نکلا
دل ہمارا تو آپ کا نکلا
دل سے جو کچھ کسا بجا نکلا
سیر کو کون مسہ رقنا نکلا
دل کا ارمان بے مزا نکلا
آپ کا اس میں کیا گلہ نکلا
یہ بھی اک جاوہِ فنا نکلا

عاشقِ سرِ قدِ کلر ویاں
کون شمشاد کے سوا نکلا

اے مسیحا خونِ جب تیری عیادت کا ہوا
پھر مجھی سے پوچھتے ہو دل تمہارا کیا ہوا

میں اگر اچھا ہوا جلدی تو کیا اچھا ہوا
میں تمہیں کو دیکے دل بیدل ہوا رسوا ہوا

یہ سمجھنا چاہیے سبکو کہ میں اوس کا ہوا
 ہر ادھر پر ہے دل نا آشنا لوٹا ہوا
 پہلے تو یہ قدر کی مجھ کو کیا بے جرم قتل
 وہ پھر مجھے تو اب ساری خدائی پھر گئی
 آپ ہو نچایا ہے دیکھ آئینے پر جب غبار
 پیچھے ہے استغنا زمانے سے عجب اکیر ہے
 ناز سے تم گھر سے نکلے یا قیامت آگئی
 ظلمت عصیان تھی مثل تیرہ شجھائی ہوئی
 وہ تماشہ دیکھنے آئے ہیں میری لاش کا
 تیری تیغ ناز کا اعجاز ہے سب پر عیان
 نقد دل پر ایک بوسہ دیکھ بھی کہتے ہیں وہ
 جب کی کل کلکل سے رکھتی تھی مجھے بکل مدہم
 اپنے اپنے سن کی سب پر حقیقت کھل گئی
 از تر یا تاثرے غیروں کا ٹھٹھا تم مرے
 اسکی نسبت کوئی بھی اپنی طرف کرتا نہیں
 دیکھیے کیا رنگ لائی ہے مرے دلی تڑپ
 عشق میں شرم نہ لت کیا مگر یہ خوف ہے
 تیرے خساروں کا جلوہ تھا عیان ہر بھول سے
 ایک دن خلید برین میں پائینکے فوت ضرور

یہ غلط سمجھے ہیں وہ نا آشنا اپنا ہوا
 کیا بتاؤں یار کی کس آن پر شیدا ہوا
 اب وہ چپتا کر یہ کہتے ہیں بڑا دھوکا ہوا
 ایک عالم وہ بھی تھا میں نے ہی جو چاہا ہوا
 پھر شکایت کیا کہ تیور یار کا میل ہوا
 خاک کا ہر ذرہ میرے واسطے سونا ہوا
 کیا ہوا آخر کیا یک فتنہ کیوں برپا ہوا
 خواب غفلت سے ہمارے چونکتے تر کا ہوا
 دار پر مجھ کو مقدر کھینچ کر سید ہا ہوا
 گرم جوشی سے ملی وہ اور میں ٹھنڈا ہوا
 یہ تو نقد قلب ہے اس سوئے میں ٹا ہوا
 ہائے اوس سے آج بھی پھر وعدہ فرما ہوا
 جب تھا کے ساتھ میرے عشق کا چرچا ہوا
 پھر بھی غیغی شہن کہ اچھی طرح طے جھگڑا ہوا
 کس طرح دنیا میں کذب بے پردہ پیدا ہوا
 ہاتھ میرے قلب پر رکھ کر اوصین جھڑکا ہوا
 ناصح مگھڑت کد ریکا مرا کہتا ہوا
 بے سبب کب بلبلیوں کا بانغ میں غوغا ہوا
 سرگنا ہوں کی ندامت سے اگر نچا ہوا

میں نگاہِ غیر میں جس بات سے ہلکا ہوا
 تیرے وعدے کا کسی سبھی کبھی ایقا ہوا
 ہاں بُرائی سے مرے دل میں جو کچھ آیا ہوا
 اپنے بیگانوں سے دم بھر میں وہ بے برا ہوا
 اپنے ہی نورِ نظر سے آپ جب اندھا ہوا

تو ہی کر انصاف وہ کیونکر نہ مچھر گراں
 کیا تشفی ہو مجھے گو تو نے کھالی ہے قسم
 ہو گئیں بے سود تدبیریں سب اچھے کام کی
 جیسے ستھنا کی تھوڑی سی توجہ ہو گئی
 غیر سے ممکن تھا کچھ پیرِ کسان کا علاج



میں ہوں شمشادِ روانِ تم لالہ و غنچہ زہن
 میں اگر شیدا ہوا تم پر تو کیا بیجا ہوا

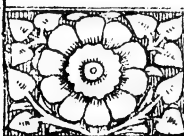


وہ تو ہے اداسکی ادا پر آپ ہی لوٹا ہوا
 چٹکیان لیتا ہے کیون دلیں کوئی بیٹھا ہوا
 کیا مزاج ان زدن ہے کچھ آپ کے بھکا ہوا
 آنکھوں نے پھر کھو دیا دل ہاتھ میں آیا ہوا
 تیرے کوچے کا ہے نقشہ آنکھوں میں چھپا ہوا
 اب وہی اک قطرہ اک دریابہ ارا ہوا
 پالیا مضمون ہے آپ کا سوچا ہوا
 چٹکیوں سے جو دل پر در دھسا ہوا
 اور ہو گا آپ کے دیدار کا ترسا ہوا
 صیدِ دل کو خاکِ خون پر دیکھ کر ٹڑپا ہوا
 سانس تھی ادھڑکی ہوئی چہرہ بھی تھا اڑا ہوا
 آنکھیں ہیں جھپٹی ہوئی چہرہ ہے شرمایا ہوا

میرے دل پر شیرِ دلِ ظالم ہے کیون پیرا ہوا
 شکوہ کیا نالہ اگر سر پر اوٹھائے آسمان
 جب سوال وصل کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں یہ
 دیکھتے ہی اونکو اگلی صحبتیں یاد آ گئیں
 غلامین ہر گز نہیں ہے دل بھلنے کی امید
 جیسے دل تھا قطرہِ خون بنے آنسو گر پڑا
 کون کتا ہے کہ یہ الام یا القانہیں
 خون ہو کر وہ مری آنکھوں سے آخر بگیا
 اوٹھ گیا مشقِ تصور سے مرے دل کا حجاب
 الحذر کا نعرہ خود نکلا دلِ صیا دے
 کیون نہ اوسکا دل دہلتا میری حالت دیکھ کر
 خون کا دعویٰ کروں کس طرح اوپر حشر میں

آپ دل نیکروالین نے کی دھکی نہ دین
فکر وصل یار میں کیوں مارتا ہے ہاتھ پاؤں
کوچہ چانان میں لے واعظانہیں تیرا گزر
خوب لوٹیں چلکے آنکھیں سبزہ و شبنم کا لطف
اور یاروں نے تو اپنی ساری چالیں تم کو
روزِ محشر کچھ مجھے فریاد کی حاجت نہیں
دھوم ہے سارے حسینوں میں ہماری چاہ کی
ہے در اندازوں سے دل میں اور دہریں فراق
میرے ہی دم سے ہے باغِ غم کی ساری ہمار
دشمنِ کم ظرف کو سونا زہین جس چال پر
آپ ہر تاکید کی پھر آپ ہی ہے مجھ کو رشک
کیا میں سمجھوں اپنی حالت کیا میں دیکھوں نی گت
دیکھتا ہوں میں تمہارے رنگِ نیک رت کے کھیل
جسے رکھتے ہیں محبت میں ہزاروں پیچ و تاب

میں تو پہلے ہی سے ہوں اس بات کو سمجھا ہوا
جو ہے زنجیرِ خودی میں سرسبز جکڑا ہوا
باغِ جنت ہے مراسو بار کا دیکھا ہوا
فرشِ نخل پر ہے گنج گوہرین بکھرا ہوا
آپ بھی چل دیجیے فقرہ کوئی چلتا ہوا
پیشِ داور آپ ہے غلو سے وہ جھپٹا ہوا
آدمی کیا جو نو دس بیس کا جانچا ہوا
ورنہ باہم ایک پر ہے دوسرا مچلا ہوا
میرے ہی اشکِ ندامت کا ہے یہ سینچا ہوا
کھیل ہے یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوا
کیون مرقاصہ گیا اونکی طرف دوڑا ہوا
آنکھیں میں چھت سے لگی دل ہے کہیں لگا ہوا
ہے صباحت میں ملاحت کا نمک چھڑکا ہوا
میں دل پایا اوس کے عشق میں اد لجا ہوا



گوہوں شمشاد گلستانِ وفا سے گلبدن



عشقِ مرگان سے ہوں میں ہر آنکھ میں کٹکا ہوا



آپ میں آنا بہت ہی دور تھا
تیرے جلو و نسے مگر معمور تھا
آنکھوں کا ہر پورہ رشکِ طور تھا

نشہ الفت میں جب میں چور تھا
دل نہ کعبہ تھا نہ کوہِ طور تھا
نظروں میں تیرا رخِ بر نور تھا



جو حسینوں میں مرامنطور تھا
کیا کہوں کیا چیز تھی فرقت کی بات
ہائے اوس کا ظلم کر کے پوچھنا
حسرتوں کی ادھم ہے اب ہوم وہام
جس سے اور آبادہ راحت شکن
اس قدر تھی بارشیں تیرا لم
اے فلک بیا د بھی آسمانین
دل تھا بے غم میں پھوڑا تھا اگر
شمع و گل تم بلبل و پروانہ میں
آپ سے قطعِ تعلق کے سوا
ہجر میں آنسو قیامت خیز تھے
خلدین رہتا نہ کیونکر میں ادیاٹ

مردم چشم بتان کا نور تھا
روزِ غم کل شبِ دیوِ بحر تھا
تو مرے کس لطف پر مغرور تھا
عیش سے جو دل کبھی معمور تھا
وہ ہمارے زخم کا انگور تھا
ہجر میں دل خانہ زنبور تھا
کب مراد دل عیش سے مسرور تھا
آنکھوں میں بھی عالمِ ناسور تھا
آرزو سے وصل میں مجبور تھا
اور میں کس بات میں مجبور تھا
نالہ بھی رشکِ صدا سے صبور تھا
میرے دل میں ایک شکِ حور تھا

بزمِ عیشِ گلر خان میں آج بھی
سنے ہیں شمشاد کا ند کور تھا

عیان ہوتا ہے جب چہ جلوہ تیرے نورِ وحدت کا
نہ کیوں خاکہ اور این مانی و ہزارِ حیرت کا
نہیں جس طرح عاشق کوئی مجھے اچھی سیرت کا
فنونِ علم سب حاصل مگر حیوان سے بدتر
ترے کو پہ میں تیری دید کا دیوانہ رہتا ہوں

تو ہم تک نہیں رہتا پھر اوس کے دلیں کثرت کا
کچا ہے میرے دل پر نقبِ تاثیرِ صورت کا
کیا ہے خاتمہ تیرے خدائے حسنِ صورت کا
اگر دل میں نہیں انسان کے جو ہر محبت کا
نہ میں دلدادہ حوروں کا نہ میں مشتاقِ حُبت کا

بچکا جاتا ہوں سوزِ غم سے شعلہ دل سے دھتھے ہیں
 تکلف کوئی بھی تکلیف سے خالی نہیں ہوتا
 اسی سے جان لے اے چارہ گر میری گرانی
 فنا ہو جائے وہ تارِ شعاعی بنے دم بھڑین
 بدن پر نیل پڑ جاتے ہیں آغوشِ تصویرین
 عجب کیا ہے خدا کے سامنے یہ بھی گواہی دین
 امید وصل کے صدقے کہ میرے آٹے آتی ہے
 میں صبح وصل بھی اٹھنے دیتا تجھ کو پہلو سے
 وہی ہم ہیں ہی جلسے وہی سالانہ عشرت ہیں
 مسرت تنگ آکر اوٹھ گئی سر پیٹ کر اپنا
 طیش دراصل یہ ہے سوز اسکا نام زیبا ہے
 کہا قاصد نے خط لیکر یہ میری بدگمانی پر
 عجب سرگرم رہتا ہے طوافِ کعبہ دل میں
 مری الفت جسکے حسن کی شہرت تھی نیا میں
 ہوا جاتا ہوں پانی پانی اپنی سخت جانی پر
 میں اپنے فقر کے صدقے ضیاعِ قلب کے جس سے
 تری الفت تو اب تک لپٹی جاتی ہے میں ایسا ہوں
 اوٹھایا ہاتھ سینے وصل سے اونکی خوشامد پر
 جھڑکتا رہ گیا تو بوسے پر بوسے بے مینے

کوئی لہر ابرس جاے ادھر بھی ابرِ رحمت کا
 کمالِ سادگی سرمایہ ہے سلمانِ راحت کا
 غم کو نہیں ہے ذرہ مرے کو وہ مصیبت کا
 اگر غورِ شید پر سایہ پڑے میری مخافت کا
 یہ ادنی سا اثر ہے ادس پر رد کی نزاکت کا
 کہ گوزا ہنہیں بنیں مگر غورِ گریہوں طاعت کا
 تحمل ورنہ ممکن ہی نہ تھا غماے فرقت کا
 جھپٹایا بخودی نے حال مجھے تیری نصرت کا
 فقط اک ل کے بچنے سے نہیں وہ رنگِ صحبت کا
 ہجوم اتنا ہوا دل میں غم و افسوسِ حسرت کا
 پھر اُنہ میرے داغِ دل سے خورشیدِ قیامت کا
 خدا سے ڈر جو تو قائل نہیں میری رسالت کا
 نہ پوچھو حال مجھے اپنے مشتاقِ زیارت کا
 نشان اُسے مٹایا بعدِ مردن میری تربت کا
 مجھے جسمِ خیال آتا ہے قاتل کی ندامت کا
 سیکڑی کا باعث ہے تو منہ کالا ہود و ملت کا
 سبب کھلتا نہیں اے شوخ مجھے تیری نفرت کا
 وہ فرماتے ہیں ہنسکر آدمی ہے تو مروت کا
 کوئی عاشق نہو گا اے پریرِ میری جرأت کا

بس اب جو کچھ توقف ہے وہ ہے تیری اجازت کا
نچوڑ نکال دامن دامن ہاتھ سے اونکی شفاعت کا

عرومنہ چڑھ رہا ہے اور بے قابو ہے میرا دل
براہوں یا ہل ہول تو بین جنکا کہا تاہوں

غزل شمشاد کی سکر وہ گلروہ کے کستا ہے
نہیں شاعر کوئی دنیا میں اب تیری طبیعت کا

کسے نظارہ زیرِ بام کیا
جھک کے فراہ نے سلام کیا
ایک ہی بات میں غلام کیا
کام میرا اگر تمام کیا
دل سے سرکش کو بیٹھ رام کیا
بہرِ روش میں یہ التزام کیا
تمنے جس سے ذرا کلام کیا
میرے دل میں اگر مقام کیا
جو کیا ہے وہ دما م کیا
ذکر تیرا ہی صبح و شام کیا
تمنے جب دو قدم خرام کیا
سیم احمد کو بیٹھ جام کیا
جب کبھی تم نے قتل عام کیا
جسنے میرا کچھ احترام کیا
غیروں نے کیا کچھ اہتمام کیا

کسی برقی نلکہ نے کام کیا
میںے الفت میں بھی وہ کام کیا
تمنے جس سے کبھی کلام کیا
یہ سمجھ لو کہ تم نے نام کیا
ضعف نے کی مدد تو آخر کار
کر دیا اپنے آپکو پامال
مثلِ مو سے لٹا دیا اوس کو
تمنے خلوت نکال لی ابنی
ایک ہی وضع پر بنا دی عمر
زلف و رخ کی ہمیشہ کی تعریف
ایک عالم کو کر دیا پامال
بادۂ الفتِ احد کے لیے
خاکِ صحرہم ہی رہ گئے محروم
قعرِ حجب و ریا میں پھینک دیا
نہلے وہ کسی سے میرا سوا

<p>کیون نہ میرا ہون او سکو حلال قیس و فرہاد نے بنا ڈالی شیخ و واعظ کے اقتدا کے بعد عشق کی مینے آبرور کھلی کوچہ یار میں قدم رکھ کر ہن مری حسرتیں ابھی زندہ اجر سے صاف رنگیا محروم غم کو نین سے ہوا آزاد کی تری یاد نے مری امداد</p>	<p>جسے جینا مرا حرام کیا عشق کا مینے انصرام کیا مجھ کو رندوں نے بھی امام کیا حسن کا تمنے انتظام کیا دور سے کہے کو سلام کیا تیغ کو تھمنے کیون نیام کیا کام جس نے برائے نام کیا تمنے اپنا جسے غلام کیا جب غم کو نے کچھ ازدحام کیا</p>
--	---

<p>کیون ہن شمشاد دل شکستہ آج غنچہ سان کس نے اقباسم کیا</p>	<p>کیون ہن شمشاد دل شکستہ آج غنچہ سان کس نے اقباسم کیا</p>
---	---

<p>آنکھوں میں ہے یہ ضعف کہ اوٹھانہیں جاتا اک شوخ نے ایسا مجھے آنکھوں سے گرایا دشوار نہو کیون مجھے پوشاک بدلنا آخر ترے جلوے نے یہ کیا آگ لگادی تھی خواب میں مجھ کو جو تری دید کی امید کس طرح مرے سر سے ٹلے کہ وہ مصیبت وہ صفحہ ہستی سے مٹاتا ہے مجھی کو بدے کی تمنائیں کیے جاتے ہیں چرچے</p>	<p>پھر بھی ترے دیدار کا لپکا نہیں جاتا آنسو کی طرح خاک سے اوٹھانہیں جاتا یہ ضعف ہے اب نگ بھی بدلائیں جاتا آنکھوں کا دل زار سے جھگڑانہیں جاتا درد دل مجروح سے سویا نہیں جاتا اب و نکلے تصور سے بھی ٹالانہیں جاتا کیون نقش و فاجہ سے مٹایا نہیں جاتا احسان جو احسان ہے دو لکھانہیں جاتا</p>
--	--

کیا آکے مرے پاس کرینگے وہ عیادت
 کس طرح نہ تھرائے مرا سنگِ لحد بھی
 تجھ کو نہ کوئی چاہے تو انسان نہیں وہ
 جن آنکھوں نے دیکھے ہیں تھے حسنِ کزیرنگ
 ہر چند وہ دیتے ہیں ترحم کے دلا سے
 بخشش کے خیالات سے بہلا ہے مرا جی
 اے ضعفِ مزے دید کے لوٹوں میں تو کیونکر
 تم وہ ہو کہ روٹھے تو منائے نہیں منتے
 لہذا شرم کے پردے کو اوٹھا دو
 دل میں تو ہے یہ جوش کہ سب ل سناؤ
 اغیار جو کرتے ہیں مرے حال کی پریش
 کہتے تھے ہم شیشے سے بڑکے ہے یہ نازک
 ہم صبر و تحمل ہی کو روتے ہیں ابھی سے
 کیونکر کون بیتاب ہو نہیں جو جگر سے
 کس طرح تجھے مان لوں اے شیخِ خدا میں
 گنٹھوں سے خطِ یار کو میں دیکھ رہا ہوں
 کیونکر کون ہوں مست نے نابِ محبت

جسے کبھی کچھ حال بھی پوچھا نہیں جاتا
 مجرم ہوں دلِ تنگ کا دھڑکا نہیں جاتا
 تو چاہے کسی کو یہی دیکھا نہیں جاتا
 اوتسے تو کبھی ذوقِ تماشا نہیں جاتا
 دل سے مرے تعزیر کا لکڑکا نہیں جاتا
 تنہا لحدِ تیرہ میں سویا نہیں جاتا
 اب میری نگاہوں سے بھی ڈرا نہیں جاتا
 ہم وہ ہیں کہ روٹھیں بھی تو روٹھنا نہیں جاتا
 یہ غم نہیں جو تم سے اوٹھایا نہیں جاتا
 ہے ضعف کا یہ زرد کہ بولا نہیں جاتا
 اتنا بھی مرے یاروں سے دیکھا نہیں جاتا
 دل توڑ کے اب آپ سے جوڑا نہیں جاتا
 جاتا ہے جو دل ہاتھ سے کیا کیا نہیں جاتا
 مجھے تو ذرا ضعف سے سڑپا نہیں جاتا
 تحدیدِ نہو جس میں وہ دیکھا نہیں جاتا
 تقدیر کا لکھا ہے کہ سمجھا نہیں جاتا
 جب عیشِ مرا آپ سے دیکھا نہیں جاتا



شمشاد سے کی تو نے کجی نہرو فامین
 دل سے یہ غم اے سروِ دل آرا نہیں جاتا



ایک بت کو جو رام کرنا تھا
 کیون عیان کی تھی دبیری کی شان
 آپ پر مر کے مینے نام کیا
 مینے مانا کہ آپ دل مین ہے
 ایک عالم کے سر چڑھا تو کیا
 چلتی تھی وہ زبان قینچی سی
 چار کے کاندھوں پر بھیٹن تو کیا
 کیون نہ جا بستے اوکے کوچے مین
 جسے تلمو یہ پیاری صورت دی
 نہ رکا ساری عمر او سکا خون
 مین شہید نگہوں غیر کے ساتھ
 ختم ہونے کو تھی جو وصل کی رات
 آپڑے ہن سر سے دہریں بھی
 خاک ہوتی تھیں وفا کی قدر
 مسکے انگیا کہ چاک ہو چولی
 سادگی پر مرے ہوئے تھے ہم

آہوں پر آہیں مجھ کو بھرنا تھا
 یکے دل تلمو جب مکرنا تھا
 آخر اک روز مجھ کو مرنا تھا
 آنکھوں مین بھی کبھی گذرنا تھا
 اونکی نظروں سے جل و ترنا تھا
 دامن التجا کترنا تھا
 بحر غم سے مجھے او بھرنا تھا
 جب ہمیں انتقال کرنا تھا
 ہلمو تو او سکویا کرنا تھا
 دل کا ناسور تھا کہ بھرنا تھا
 آپکو انتخاب کرنا تھا
 زلف کو چہرے پر بکھرنا تھا
 چار دن کو کین او ترنا تھا
 تلمو تو صرف نام دھرنا تھا
 اونکے جو بن کو تو او بھرنا تھا
 آپکو اور کچھ سنورنا تھا

کنکھی کو لیتے پنجہ شمشاد

گلرخون کو اگر سنورنا تھا

اوسکی آنکھوں مین حشر سیلا تھا

جسے مجمع مین تلمو دیکھا تھا

کیون اوٹھی اوس گلی سے میری نش
 حشر میں تیری دید تھی مقصود
 تلو اپنی نگاہ کے مانند
 میں ہی اسے شمع نے پرست نہیں
 غرق ہے جسکی سیل میں عالم
 کوئی پوچھے مرے زمانے سے
 اپنے معشوق کی وفا پر فخر
 نفس کی صاف دھوکے بازی تھی
 تیرے سائے لباس سے تھے جل
 تے رکھتا میں اپنی جان عزیز
 محو حیرت اگر رہیں آنکھیں
 بحرِ توحید کے سناور کو
 اونکی آنکھوں میں میں برہاں رہا
 زلف کے داؤ بیچ بھول گئے
 مجھ کو اوستا ہی بھیجنا ہے نہیں

مجھ کو مانند اشک گرنا تھا
 اور جو تھا وہ سب کھڑا تھا
 مجھے یوں ایک بیک نہ بھڑکتا تھا
 کہیں تلو بھی مینے دیکھا تھا
 جوش پر میرے غم کا دریا تھا
 کیا ہے اس وقت پہلے یہ کیا تھا
 مینے اکثر یہ خواب دیکھا تھا
 نام جسکا فریب دنیا تھا
 جنکے تن پر حریر دیبا تھا
 تمنے کیا اپنے دل میں سوچا تھا
 لطف دیدار خاک لوٹا تھا
 قطرہ قطرہ نظریں دریا تھا
 جب تک اپنی نظریں اچھا تھا
 فتنہ آنکھوں نے وہ اٹھایا تھا
 جسقدر تمنے دل کو مسلا تھا

ایک گل کا یہ پوچھنا کہ کہیں
 تلو شمشاد مینے دیکھا تھا

پوچھنا اوس سے تھا کہ میں کیا تھا
 حشر میں ایک حشر برپا تھا

قیس جو عاشقی میں رسوا تھا
 اوسکا دیدار کیا تماشا تھا

کل جو پہلو میں ٹیک بیٹھا تھا
میرے دل میں جو تو سویا تھا
حشر میں تو بھی اک تماشا تھا
خانہ دل میں کون آیا تھا
اونکا غصہ بھی نازیبا تھا
وہ مرے آنسوؤں کا لہر تھا
غیر کے دل میں اونکو ڈھونڈتا تھا
دیدہ تر سے میں جو رسوا تھا
تم تو تم دل بھی مجھے روٹا تھا
دل کہیں زلف میں جو اوجھا تھا
تیغ ابرو کا وار پورا تھا
کچھ مقدر مرا جو سیما تھا
سینے جس دل میں تلو بایا تھا
آنسوؤں سے جو میںے سینا تھا

آج بھی اک نگاہ کا وہ تیر
تل بھر اغیار کو جگہ نہ ملی
سب کی آنکھیں لگی تھیں تیری طرف
لے گیا میرے ہوش و صبر و قرار
بے محل تھی اگر ہمارے چھیڑ
جس سے طوفان فوج مات ہوا
اس خطا پر وہ پھر کبھی نہ ملے
بزم عشرت میں وہ بلا نہ سکے
جا پڑی میری غیر پر جو نظر
کوئی عقدہ نہ حل ہوا اس سے
دل نہ چورنگ ہو تو یہ تقدیر
خود وہ کج بختیوں سے ناواقف تھے
آرزو تھی مجھے اسی دل کی
عمر بھر شاخ غم ہری ہی رہی

جانِ شمشاد کی اکسی خیر

گلرخون میں کچھ اور چرچا تھا

ستم یہ ہے کہ پھر اسکا غور میںے کیا
تو آپ اونسے میں کدو ن قصور میںے کیا
یہی تو کام بروز نشور میںے کیا

خودی کو دل سے تو مشکل سے دور میںے کیا
وہ اپنے ہاتھ سے مجھکو اگر سزا کچھ دیں
سب اپنی فکر میں میں مجودید یا رہا

ہر ایک شکل میں پہچان ہی لیا مجھ کو
 رموز عشق کا ادراک ہو گیا آسان
 ستم یہ ہے دل نازک کو سنگ تو بہ سے
 یہ کہ رہی ہے تجلی عارض جانان
 جنون زدہ ہوئیں دیوانہ ہوں مجھے تسلیم
 یہ کیا خبر تھی کہ ہوگی تمام خلق رقیب
 یہ کہ رہی ہے ضعیفی شباب سے ہنسکر
 تری گلی میں پڑا تیری یاد کرتا ہوں
 نظر جمائے رہا آنکھیں لکھو کے بھی تبیر
 جہان میں آپکی شہرت کو مانتا ہوں میں
 پری کو مینے نہ چاہا کبھی ترے آگے
 ہزار غواہ شہین ہر اک کے دل میں تھیں
 بجا ہے آج یہ بچ و غمار کی تکلیف
 جو لاکھ بار قناعت کئے تو زیبا ہے
 نکلنے سے اسے آنسو بزرگ بادہ ناب
 غمون سے روح جو تحلیل ہوتی جاتی ہے
 جو دل میں یاس بھری تھی وہ ہو گئی کافور
 کبھی نہ خواب میں بھی دیکھی صورت ساحل
 یہ کہ رہی ہے کسی سے ترقی تقدیر

ہزار رنگ میں ادنیٰ ظہور مینے کیا
 جو اس خمسمہ کو جب بے شعور مینے کیا
 بزرگ شیشہ می چور چور مینے کیا
 تمھارے سینہ میں دل شاکھ مینے کیا
 مگر کہو کہ تجھے ناصبو ر مینے کیا
 تمھارے حسن کا چہر چاندور مینے کیا
 جہان جان تری ظلمت تھی نور مینے کیا
 نہ فوق حور نہ شوق قصور مینے کیا
 یہی تو کام فقط بے فتور مینے کیا
 وفا میں نام مگر اسے حضور مینے کیا
 نہ اپنے دل کو کبھی نذر حور مینے کیا
 جہان جہان کبھی کشف قبور مینے کیا
 زیادہ حد سے جو عیش مسرور مینے کیا
 جو مل گیا مجھے اوسکو غیور مینے کیا
 اگر خیال شراب طہور مینے کیا
 یہ ہے دلیل کہ بے حد سرور مینے کیا
 جہان خیال خدا غفور مینے کیا
 تو خاک بحر الم کو عبور مینے کیا
 عروج تو سے ترا تما حضور مینے کیا



ہنوز سینہ ہے شمشاد تختہ لالہ
کہ داغِ عشق کو دل سے نہ دورینے کیا



آزاد و کس میرس جو روز شمار تھا
میرے خیال میں جو بسا وہ نگار تھا
ہر تختہ تختہ چمن لالہ زار تھا
جو تیری سادگی تھی وہ سب کاسنگار تھا
جب میری زندگی کا وفا پر مدار تھا
جو تھا غلامِ عشق وہی ذی وقار تھا
مجھے انہیں حسینوں سے قرب جو ار تھا
مشہور ہر دیار میں جو بے دیار تھا
کب کامری طرف سے یہ دلیں بجا رہا
اے شوخِ شنگ تیرے گلے کا وہ ہار تھا
حلاج کا سرور تو میرا خمار تھا
قیس حنین تو اک شتر بے مہار تھا
عشاق کا وفا ہی ازل سے شعار تھا
سینے پر اس غضب کا تھامے اوجھار تھا
میری طرف سے دل میں بھرا جب غبار تھا
گلزارِ لاکھ جان سے تجھ پر نثار تھا
وہ شوخِ مشتعل بے بوس و کنار تھا

تیرا شہید خاص تر اجان شمار تھا
جوشِ خزان میں بھی میں ہی محبوبا رہا
تیرے شہیدِ ناز کا بھی کیا مزار تھا
تیرا بناؤ انہیں سکتا خیال میں
کیونکر ہوتی میری ہلاکت تری جفا
در بارِ عام حشر میں دیکھا عجیب لطفت
بیگانہ دار آج جو کرتے ہیں مجھے رم
ہر دل میں او سکی قدر تھی ہر آنکھ میں جگہ
تمنے جو آج جلکے نکالے وصل میں
روندا ہے تو نے ضد سے مری قبر پر جسے
ممکن نہیں ہے پھونچے کوئی میرے کیفِ کرب
اوس کا مقلد آپکا عاشق کبھی نہیں
کہتا ہے کیا تمھیں ہوا نوکے وفا شعار
آنکھوں میں بر چھپو کی نعلش اوس سے مانگی
کیا خاکِ خوبان مری آتین تمھیں نظر
ہر عضو انتخابِ گلستانِ حسن سے
آنکھیں مری جمی تھیں تماشائے حسن پر

اے صید ناشناس یہ اچھا شکار تھا
 پہلو میں گدگدائے دل بیقرار تھا
 تم اوسکے تھے عدو جو مرا غمگسار تھا
 پامال جو رگِ گردشِ لیل و نهار تھا
 تو تو ہوا کے گھوڑے پر اوس دم سوار تھا

تو نے نہ میرے طائرِ دل پر نگاہ کی
 میں اور تمکو چھتر کے کرتا عدو جان
 مجھے جو پوچھتے ہو تو میں تم سے کیا کہوں
 جو شیفۂ ہوا ترے رخسار و زلف کا
 سمجھاتے اچھانچ مجھت کی کیا تجھے



کتنی تھی کوشش کل میں سخنِ سنج و غلیب
 شمشاد شاعر و ن میں بڑا نامدار تھا



ستم میں کوئی نہ کوئی گلے کا ہار رہا
 بس اور آمدِ محشر کا کیا فشار رہا
 ستم کا ناز و ادا میں اگر شمار رہا
 مگر وہ کہتے ہیں ظلموں میں اختصار رہا
 اگرچہ تیر نظر بھی جگر کے پار رہا
 تو پھر زمانے میں کس کا اب اعتبار رہا
 ادا شناس ہوں میرا یہی شعار رہا
 خدا کی شانِ محبت میں فی فی قار رہا
 مری خوشی کا ترے لطف پر مدار رہا
 لہو کے چھینٹوں سے گھر شکلا لزار رہا
 ہزار شکر و فاداروں میں شمار رہا
 نہ مجھ کو اپنی طبیعت پر اختیار رہا

غمِ فراق رہا دردِ انتظار رہا
 تمھاری چال سے پامال ہو چکی خلقت
 ضرور ہر دم سے ہو جائینگے بری معشوق
 مری وفا سے بہت بڑی گئی جفا و نکی
 میں اپنے ضبط کے صدقے مری نہ جھپکی انگلی
 خراب ہمو کیا جب تک ہے ہی دل نے
 کیا جو یار نے کیا وہ میں بجالایا
 ذلیل تر کوئی مجھسا نہ تھا زمانے میں
 تری خوشی رہی موقوف میری گردشِ ر
 کبھی نہ ہاتھ سے تلوار رکھی قاتل نے
 بلا سے میری طاعت میں جان جاتی رہی
 نہ وہ ہوئے کسی حالت میں وصل پر مجبور

مین اپنی جان سے جاتار ہا ترے غم میں	کوئی شگفتہ رہا کوئی سوگوار رہا
غم فراق کے صدقے کہ تیری فرقت میں	نیا زمند رہا دل سے جان نثار رہا

شگفتہ خاطر و شادان ہا وہ شک چہن	برنگ ابر جو شمشاد اشک بار رہا
---------------------------------	-------------------------------

جو میں نشانی تیر نگاہ یار رہا	دم وصال بھی بیتاب بے قرار رہا
یہ آج تک نہ کھلا کون شوخ ہے منظور	مدام دیدہ دل صرف انتظار رہا
ترے گد اکو ملا بور یا تو غم کیا ہے	کمال زردی رخ سے وہ زر نگار رہا
تھارے پھول سے گالوں سے ماہ کو نسبت	ہمیشہ سوز حسد سے وہ داغدار رہا
رما دم کسی روز ہو گی سر صبح	اگر مقابلہ آہ شعلہ بار رہا
کیا وہ مست مجھے چشم مست ساقی نے	کہ نام کو نہیں مجھ میں کبھی خمار رہا
نہ ایک طرح زمانے نے کی وفا مجھے	نہ تیری آنکھوں کو اک رنگ پر قرار رہا
کبھی نہ حسن خداداد پر قناعت کی	تری نگاہ میں حسن آفرین سنگار رہا
مبارزان محبت میں دل نہ ہارا میں	ہمیشہ تیغ الم سے جگر فگار رہا
مرے نیاز کی وقعت درانہ کی تو نے	سمند ناز پر ای جان تو سوار رہا
تمام سال رہی بگی بہار ساون کی	جو میں فراق میں اک گل کے اشکار رہا
جنون میں مری صحرانوردیوں کو پوچھ	ہمیشہ دامن کہسار تار تار رہا
تمام پھونک دیا عشق رومی تابان نے	ہوا جو زلف کا سودا تو انتشار رہا
سیاہ سینہ سوزان کی آہ سے ہوگا	جو شامیانہ گردون سر مزار رہا
کبھی نہ وصل میسر ہوا بجز فرقت	نیزان نصیب ہوا والہ بہار رہا

ہرے نہ وصل میں رہتے جگر کے گھاؤ کچی وہ اپنی زلف کے طرے سے مشکبار رہا

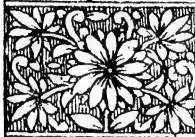
کون کے وصل سے شہ شہا دست پہ لے مظلوم
میں ایک نالہ کناں صورت ہزار رہا

کھانا نہیں ہمیں پرستار نہان ہمارا
ہم مرے ہیں تمہرے گمراہ مکان ہمارا
زیر زمین نہ ظہور کا راز ان ہمارا
اوتار کے ہوئے تو اسے کون دکان ہمارا
جب دل ہوا تھا پھر کچھ کسان ہمارا
اوتارے نشان کوئی پایا جہان ہمارا
سے شکوت آسا ہر سرو روان ہمارا
اونکو نہ سوسنے دیکھا شور و فغان ہمارا
خواص سے اذکار و قیاس ہمارا
کیا ہے پوچھتے ہونام و نشان ہمارا
کیا تھا وہاں ہمارا کیا ہے یہاں ہمارا
جب سے ہوا ہے مسکن کوئی تان ہمارا
کیا دل سنبھال لیگی حور جنان ہمارا
پھر بھی رہا وفا میں پلہ گران ہمارا
گلزار آرزو ہے وقت خزان ہمارا
جو ہے یہاں ہمارا وہ ہے وہاں ہمارا

کیون راز دھونڈتے ہیں پیر و جوان را
کیا ہے پوچھتے ہونام و نشان ہمارا
آہوں نے بعد مردن اونے جگر کے تھے
اونے الگ تھے جب تک برگشتہ تھی ہر اکہ شہ
ایمان ہو کہ ہو جان تمہرے ہی سے قربان
تربت کا ذکر ہی کیا وہ بھی مٹا سکے چھوڑا
اللہ سے نفع بے حدائے کے تار پڑن
وہ ظلم کر کے خوش ہیں افسوس ہو کر سکا
ہنگام عرض الفت تھا دیکھنے کے قابل
ہم ہیں تمہارے عاشق کو چوین ہیں تمہارے
جیسے عدم میں ہم تھے ویسے وجود میں ہیں
اتے ہیں ہمسے ملنے لاکون ہی شیخ و زاہد
لوٹا ہوا ہے تجھ پر چلا ہوا ہے تجھ پر
کوئی دقیقہ نہ چھوڑا نہیں جفا میں
جب سے جدا ہوا ہے تو اسے بہاؤ ملی
دنیا میں آخرت کا اندیشہ کیون کر میں ہم

سب حال ہو چکا ہے او سپہ عیان ہمارا
سمجھا ہے سوزِ دل نے یہودِ عوان ہمارا
ہیں انتظار کرتی حوِرجسان ہمارا
ذکرِ جمیل ہو گا اب جاودان ہمارا
اب جان کا عدو ہے آرامِ جان ہمارا
اوسمین ٹہل رہا ہے سروِ چان ہمارا

نامح سے کیا چھپا لیں ہم را عشقِ امی دل
ہے آسمان کی ناشی جھگڑا ہے ماتون سے
آنا ہے تو اسیا تو ہے غیرت اسی میں
ای شوخِ محو ہو کر تجھ میں جو مت گئے ہم
دشمن کا ذکر ہی کیا حیرت تو ہم کو ہے
گلزارِ سیدہ میں ہے شکلِ صنوبری دل



تم تشاؤ بڑے نکلا حورانِ خلد سے بھی
وہ گلبدن ہمارا غنچہ دبان ہمارا



پھر بھی میرا غنچہ خاطر ہے مرجھایا ہوا
ہے گلِ نختِ جگر منقار میں لایا ہوا
یہ جو بیٹھا ہے مرے پہلو میں شرما یا ہوا
بہکی بہکی باتیں جو کرتا ہے اٹھلایا ہوا
صرف اتنی بات پر دشمن ہے اترایا ہوا
میکدے پر اب رہے چار دن چھایا ہوا
ایک بھر بیکران ہے خوب لہرایا ہوا
آپ کے دل کا کوئی مضمون ہی پایا ہوا
ایک لہر امیری چشمِ تر کا برسا یا ہوا
سو جگہ تیری نظر سے جب ہے برمایا ہوا
گیسو پر بیچ میں جو دل ہے اوجھایا ہوا

موسم گلِ جوش پر ہے اندنوں آیا ہوا
طاہرِ دل تیرے دامِ مکر میں آیا ہوا
دلِ مسلّتی ہیں اسکی شویوں کی چٹکیان
میں اسیکے نشہ الفت میں ہوں مست نر
ایک دن اوس شوخ نے دیدی کین مجھے مثال
زندہ کی کیونکر ہو و اغظا کے فرشتوں کو خیر
قطرہ اشکِ ندامت را چشمِ کم مبین
میرے دل میں آتے ہی جو بن گیا بھڑا
ہو رہا ہے باعثِ شادابی گلزارِ خلد
گوہرِ ناسفتہ سے کس طرح دونِ شبیدل
اوسکے عقدوں کے سلجھنے کی تمنا ہے فضول

نعمت اپنے دردِ الفت کی مجھ کو دے نصیب
ایک تم ہو جنکو عشرت سے نہیں میری خبر
ہو نہیں سکتا ہوا زمین پند ناصح کا گزر
مجھے بڑھکر کون ہے دلدادہ حسینِ فنا
کیسو پر پیچ کے عاشق کو اوکھن کیون ہو
فتنہ بدنامی الفت نہ بیٹھے گا کبھی
غیر ممکن ہے حسینوں پر نہ اوٹھ جائے نظر
میرے استقلالِ دل کی اور ہمت بڑھائی
ناصرِ شفق مجھے کس طرح لائے راہ پر

نعم تو ہے مجھ دستہ جان کا پہلے سے کھایا ہوا
ایک مین ہوں سیکڑوں آنف کا ترپا یا ہوا
میرے دل پر عشق کا پیرا ہے بیٹھا یا ہوا
تم سے زائد کسکو اندازِ ستم بھایا ہوا
ناصرِ شفق کا ہر فقرہ ہے سلیخا یا ہوا
آنکھوں کا اشکوں سے طوفانِ وٹھوایا ہوا
اچھی صورت کا ہونین پچین سے لپچا یا ہوا
دیکھ کر کم کردہ دل دشمن کو بچھتا یا ہوا
جب سمجھتا ہی نہیں مین اوکا سمجھایا ہوا

وہ قدیم شاد جو تھا غیرت سر و چین
آج ہے تیری کمر کی طرح بل کھایا ہوا

لوے تجرید مین جو آنکلا
دل نشین یار دلربا نکلا
مین جو نکلا بھلا تو کیسا نکلا
جو سو کعبہ بار یا نکلا
نازی بجا کردن وفا پر کیون
میرے دل میں ہوشیاری ترنگ
مجھ کو تھا اعتمادِ نالے پر
وہ مراد در آستانہ نکلا
ہا ہی ہم سوچے کیا تھے کیا نکلا
اونکی نظر و زمین جب بڑا نکلا
وہ خدا سے بہت جدا نکلا
دوست جب دشمنِ وفا نکلا
یار دلدادہ حیا نکلا
یار تک و وہ بھی نارسان نکلا

ہو گیا اب میں ضبط کا خوگر
 ایک دل پر تھی زندگی وہ بھی
 نکلے وہ تو شرم کے پتلے
 میرے پہلو سے یا اوٹھکے چلا
 عشق کی کوئی داستان تھی
 جستجو پر میان ملک فنا
 لاکھ پردوں میں بھی ہر چھپ سکے
 کیون تلاش بقا نہو بے سود
 تیرے کس عضو کی کروں تعریف
 جیتے جی خلد کا مزا آیا
 میںے مقتل میں ہی خوشی و جان
 جس سے امید تھی وفا کی مجھے
 نہوئی ایک بھی دعا مقبول
 بڑھکئی دل میں فکر بے شغلی
 مجھ کو دیکھا جو زیر بام کہا
 نہ کھلا محو دید قاتل پر

بڑھکے درد آپ ہی دو انکلا
 کشتہ ذخیر ادا نکلا
 دل مگر سخت چلبلا نکلا
 دامن دل مگر دبا نکلا
 جس میں میرا نہ ما جرا نکلا
 عشق ہی جادہ بقا نکلا
 حسن بھی کیا ہی خود نما نکلا
 دھر سرمایہ نفس نکلا
 ایک سے ایک کچھ سوا نکلا
 تیرے کوچے میں جب میں نکلا
 وہیں خوش حوصلہ مرا نکلا
 وہ ستم دوست پر جفا نکلا
 کام نکلا تو بے دعا نکلا
 جب مرا کوئی مدعا نکلا
 بہر سیر ایک باؤ لا نکلا
 جان نکلی کہ مدعا نکلا

گلر خون میں بھی بیٹھ کر شمشاد
 یہ تعجب ہے یا رسا نکلا

اپنے ہی مرتبے کو تو نے اگر بنانا

یہ جان لے کہ کچھ بھی ایسی بیخبر بنانا

گستخ اوس گلی میں ای نامہ بر بخانا
 مجھے جو پوچھتے ہو تم میرے دل کی حالت
 لازم نہیں کہ میرے صورت کے ہو موافق
 ای چارہ گر سے گاچاک جگر کو تو کیا
 میری یہ ہے تمنانہ بھی ہو تو اوسین
 جو کچھ ہوا وہ تیرے افضال سے ہوا ہے
 کہتے ہیں ضبط اسکو اخفای عشق یہ ہی
 مدقوق لاغری سے ٹھرا تو غم نہیں کچھ
 جھگڑا لگا دیا ہے تنے دل و جگر میں
 آسان جان جانا بچھہ ہے جان جانان
 اب سرگنوا کے اپنا یہ سوچنا عبث ہے
 تنے متاع ہستی لیکر دکھائی صورت
 طفلی سے تابہ پیری کین تین منزلیں طے
 سب پر گمان نیکی ہے اصل آدمیت
 محتاج ہونے پر بھی دل کا میں وہ غنی ہوں
 ملنے کا ہے جو وعدہ بنے سنور نے میں بھی
 جو کچھ کہو گے اوس پر پورا عمل کرونگا
 اوسکے فروغ رخ سے روشن ہیں میری نگینیں
 مغلوب عشق میں تھا کچھ مجھے بن نہ آتی

جانا تو جلد آنا لشد مر بخانا
 چہرے سے اپنے پہلے کدواو تر بخانا
 ای دل کبھی کیسی تو مشکل پر بخانا
 جب تو نے اسکو زخم تیر نظر بخانا
 ناصح یہ کہ رہا ہے تو اوسکے گھر بخانا
 اپنی دعا کا میں نے کچھ بھی اثر بخانا
 چارہ گروں نے میرا درد جگر بخانا
 خوش ہوں کہ چارہ گر نے عشق کمر بخانا
 اوس پر بھی میں نے تملو بانی شر بخانا
 مشکل تری گلی میں شام و سحر بخانا
 الفت کو میں نے پہلے کیوں درو سر بخانا
 اوس پر بھی میں نے اپنا کوئی ضرر بخانا
 دنیا ی دہن کو میں نے کب رکھ کر بخانا
 وہ ہے بشر بشر کو جس نے بشر بخانا
 دنیا کے مال و زر کو کچھ مال و زر بخانا
 زلفوں سے کہ رہے ہیں جلد ہی سنور بخانا
 وعدہ جو کر چکے ہو اوس سے مکر بخانا
 ای زلف تو ہو اسے اس دم بکھر بخانا
 دل پر وہ قبضہ کرتے افسوس کر بخانا

دنیا میں جسے رہبر داب سفر بنانا
اپنے متاع دل سے تو بغیر بنانا
وہ گال جنکو اپنے شمس و قمر بنانا
تمسے عزیزینے اسی سیر بنانا
ناصح کا حکم مجھ پر گزرا دھر بنانا
اپنے دھوین کا جسے ادنیٰ شر بنانا

رہبر کی رہبری سے محروم ہی رہا وہ
ناصح نے سچ کہا تھا اس شیخ کی گلی میں
نسرین و یاسمن کیادون مثال و نکی
کیونکر فدا کر تا میں نقد جان و ایمان
میری یہ آرزو ہے ناصح ادھر نہ آئے
وہ داغ ہے جلک پر خورشید حشر کو بھی

پھولی پھولی غزل بھی اک گل کے ہاتھ آئی
شمشاد شاعری کو جب بے ثمر بنانا

ناصح شیخ شاب ہو جاتا
حسن او نکی نقاب ہو جاتا
مجھکو جینا عذاب ہو جاتا
ذرا بھی آفتاب ہو جاتا
آپکا اے جناب ہو جاتا
آپ میں اضطراب ہو جاتا
ضعف پیری شباب ہو جاتا
کچھ تو اونکا جواب ہو جاتا
کوئی جلک کباب ہو جاتا
تو اگر آفتاب ہو جاتا
گل جلن سے گلاب ہو جاتا

کاش یہ انقلاب ہو جاتا
بیجا بابتے وہ تو کیا ڈرتھا
میں نہ مرتا جو تیری صورت پر
ہر تو رخ جو ڈال دیتے تم
دل ہی ہوتا جو میرے کتنے میں
مضطرب ہوں جو وہ ترس کھاتے
اپنے گھر میں جو وہ جگہ دیتے
وہ بگڑتے تو ہم بھی بن جاتے
تم اگر پیتے میرے ساتھ شراب
میں سمجھتا زوال حسن اسے
دیکھ لیتا اگر کیسے گال

<p>لطف تیرا عتاب ہو جاتا زخم چشم پر آب ہو جاتا وہ اگر بے حجاب ہو جاتا کیا نخل ماہتاب ہو جاتا زلفون کو بیچ پتا ہو جاتا صاف گونگے کا خواب ہو جاتا محو راہ صواب ہو جاتا چرخ اوسکا حباب ہو جاتا نشہ بے شراب ہو جاتا پیش میرا حساب ہو جاتا تکو بھی کچھ ثواب ہو جاتا میں اگر انتخاب ہو جاتا عشق کا وہ نصاب ہو جاتا</p>	<p>مسکرا کر جو تو خفا ہوتا تم چہڑکتے جو سامنے سے نمک طعمہ نور ہوتے شمس و قمر میں دکھاتا جو اپنے دل کے داغ دودِ دل کا جو دیکھتین مرغول سبب گریہ ہو چھتے وہ اگر شیخ کج باز کاش پی کے شراب جوش گریہ اگر دکھاتا میں مست آنکھیں دکھاتے تم مجھ کو دیکھتا طول روزِ محشر کا شربتِ وصل اگر پلا دیتے مشق کے معرکے کو کرتا طے میں جو کرتا جنون میں بھی کچھ</p>
--	---



گلبدن وہ تھے اور میں شمشاد
کیون نہ میں باریاب ہو جاتا



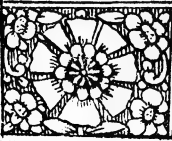
رہیف بائی موحده



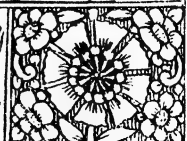
<p>پھر بھی ہے واسطہ فیضِ ربِ ذوالمنّات ایک کیا نکلیں اگر دن بھر میں باوئی آفتاب پرتو نورِ جلالی کا ہے خرمِ آفتاب</p>	<p>گو ہے زنا رِشعاعی سے برہمن آفتاب بندگانِ خاموش بے سجدے بن جھکنے کے انہیں بدر ہے حسنِ جمالی کا اگر عکسِ صبح</p>
--	---

کیون نہوا سکی طرف اہل بصیرت کی نظر
 گاہ بجاتا ہے شعل طالبِ حق کے پیے
 تیرے طالب نے جو صحرائی طلب میں چاڑھی
 قوتِ تحلیل و تکلیف اسکے دستِ خاص میں
 صنعتوں سے ڈال دی علمِ طبعی کی بنا
 علتِ رنگینی مصنوعِ ماہِ درغور
 فرمودہ درویشِ نیکو کی طرح قدرت کے کھیل
 دانہ تسبیح بنکر ہوتے ہیں انجمنِ بیان
 کیون نہوں شمای رنگارنگ ہر دم جلوہ گر
 ملکی اندام میں حسنِ تناسب کی جھلک
 گوشہ مغرب میں چھپکر دور بینِ ماہ سے
 اپنے ہر ہر کام میں محتاج رہتا ہر بشر
 ہے نقاب بے حجابی ورنہ ہو جاتا ابھی
 گلشنِ فانی پر جو آجاتا ہے ہنگامِ بہار
 اس لیے رکھتا ہے کرنوں کے کروڑوں بیچے
 کرتے ہیں نا تجربہ کار اسکے آپس میں گلے
 ٹھیک ہر سارے میں لکھتا ہے اپنا انتظام

نوع و وسِ صنعِ خالق کا ہے جو بن آفتاب
 گاہ ہو جاتا ہوا سکی رہ میں ہزن آفتاب
 گنبدِ زرنگیا بالائے مدفن آفتاب
 قہر ہے رکے اگر عالم سے ان بن آفتاب
 بے سرو پار حکے بھی کتنا ہے پرفتن آفتاب
 صنعِ خالق کے لیے برہانِ روشن آفتاب
 نور سے بھرتا ہے ہر ذرے کا دامن آفتاب
 گوشہ مغرب میں جب چپتا ہے سمن آفتاب
 صرف ترکیبِ عناصر ہے ہم تن آفتاب
 علتِ بادِ سموم و ابرہین آفتاب
 دیکھتا ہے رات بھرتا دن کا جو بن آفتاب
 دھاتوں میں پیدا کر دیتا جو آہن آفتاب
 ہر نگہ میں شعلہ وادیِ ایمن آفتاب
 پھولوں سے صحران کو کرتا ہے گلشن آفتاب
 کانوں میں کرتا ہے محنت کر کے لڑن آفتاب
 دق نہیں کرتا سیکو ہو کے بدظن آفتاب
 کام سے کرتا نہیں فریاد و شیون آفتاب



اصلِ الفت ہے کشش او سپر ہے جب اسکا مدار
 عاشقوں کا کیون ہوا ی شمشاد دشمن آفتاب



مصروف زیب وزین ہمہ تن ہے آفتاب
 کیون زخم سینہ چاک گریبان صبح ہے
 ای شوخ ڈانک کی نہیں ملتی مجھے شبیہ
 سیارے اسکے زوہدین کرتے ہیں گردشیں
 افراط و تفریط سے نہیں جہتی ذرا نظر
 زلفون نے رخ پہ اوڑکے گھن بھی دکھا دیا
 ابر محیط کیون نکھون میں نقاب کو
 اب بھی جگر کے داغ سے چاہوں تو بھونک دوں
 کنٹھا قبای یار کا ہے ماہ نو اگر
 ممکن نہیں جما کے نظر دیکھ لے کوئی
 پُر نور کیون نہ میری لحد ہو بسان روز
 ستاروں بھری نہیں ہے فلک پر یہ لکھشان
 کرتا نہیں کبھی کسی منزل میں یہ قیام
 ہر جزو و گل کی صنع میں ہے سکودخل تام
 اک بیت کو پوجتا ہوں میں کس آستانِ سو
 خورشید زار کیون نکھوں اپنے سینے کو
 جھائیں بڑی گلی گال پر اوٹھ جاؤ دھوپ سے
 ای بت تجھے جو سجدہ کرے کیا بعید ہے
 تلون سے اس کے بدر کرے کیا براہری

بیشک عروس دہر کا جو بن ہے آفتاب
 یہ ہے جگر میں داغ کہ روشن ہے آفتاب
 ننگ زیور و نین بدہن کن ہے آفتاب
 اپنے نظام کے لیے انجن ہے آفتاب
 بیشک ضیائی شعلہ امین ہے آفتاب
 بیشک کسی کا چہرہ روشن ہے آفتاب
 چہرہ ترا جوامی بت پر فن ہے آفتاب
 ناحق شرفشان سر مدفن ہے آفتاب
 زرین ترنج گوشہ دامن ہے آفتاب
 قصر بلند یار کا روزن ہے آفتاب
 داغ محبت دل روشن ہے آفتاب
 جیتا کیسے نام کی سمرن ہے آفتاب
 گویا تمام خلق سے بظن ہے آفتاب
 صنایع زمانہ کا مخزن ہے آفتاب
 مہتاب آسنی تو سنگھاسن ہے آفتاب
 ہر داغ روشنی میں ہمہ تن ہے آفتاب
 جانی صبیح رنگ کا دشمن ہے آفتاب
 زنا ہے شعاع برہمن ہے آفتاب
 جسکی شبیہ کا رخ روشن ہے آفتاب

گویا فقط مری آہن ہے آفتاب
نور نگاہ کے لیے بہن ہے آفتاب
ہر چہرے لگام کا تو سن ہے آفتاب

ایسی تمام دہاتوئیں کرتا ہے کاٹ پیٹ
چہرے سے تابہ زلف نہ پہونچی کبھی نظر
زقارمین ذرا نہیں کرتا کبھی خلاف



مداح دل سے کیوں نخواستہ تر زبان
مشاطہ عرائس گلشن ہے آفتاب



دلیف بای فارسی



جھپٹی ہی نہیں جھپکے روپوش ہوئی دھوپ
کسکے رخ پر نور سے بیہوش ہوئی دھوپ
خورشید قیامت کی فراموش ہوئی دھوپ
چھٹے وہ اورے خون کی گلیوش ہوئی دھوپ
جسوقت ہم آغوش بنا گوش ہوئی دھوپ
لو ساغر خورشید کا سر پوش ہوئی دھوپ
ہم طرز خیال بت می نوش ہوئی دھوپ
غم میں گل و سنبل کے سید پوش ہوئی دھوپ
اوس کو بچے کی محکونہ فراموش ہوئی دھوپ
کیون درپے آزاد بصد جوش ہوئی دھوپ
اک میرے لیے آج بلا نوش ہوئی دھوپ
عشاق کی گویا خرد و ہوش ہوئی دھوپ
ای مست تری آنکھوں سے بیہوش ہوئی دھوپ

اوس کے رخ روشن سے جو ہوش ہوئی دھوپ
افلاک سے بیتاب سر خاک گری ہے
بے پردہ جو تیرا رخ روشن نظر آیا
وحشت میں جانٹوں نے مرتے تلون کو چھیدا
خورشید قیامت سے بڑے کان کے موتی
پہونچی رخ روشن کی چمک چرخ برین پر
اک رنگ میں رہتی نہیں ای ابر بہاری
ایام خزان میں نہیں یہ ابر کے گلے
بہکا نہ سکی مجھ کو ذرا نہ ہست جنت
کب مہر کی خورشید سے کی مینے تمنا
چٹ کر گئی میری شب فرقت کو دم صبح
رہ رہ کے جو ہو جاتی ہے برسات میں یکم
کس طرح نہ اب لوٹے ترے پاؤں کے نیچے

لینے کو مرے دوڑ کے آغوش ہوئی دھوپ
 چمکا جو وہ رخ اور جفا کو ش ہوئی دھوپ
 کیون شمع صفت صبح غلاموش ہوئی دھوپ
 خلوت میں بھی و شخ کے تادوش ہوئی دھوپ
 رہ رہ کے جلانے سے سبکدوش ہوئی دھوپ
 دن بھر میں فقط فرق تادوش ہوئی دھوپ
 سودل سے فدای سر پاپوش ہوئی دھوپ

وحشت میں سودخت مصیبت جو میں نکلا
 لکھ رہے ہوئے وہ بال تھے ابر کرم تھا
 بیو نہ شب غم نہ وہ یہ روزِ الم بھی
 بالوں سے جو کانون کے چمکنے لگے بندے
 سوزِ تپ غم نے ترے وحشی کو کیا راکھ
 خورشید تھیں دیکھ کے رفتار یہ بھولا
 سو بچ کی کرن اوسمیں لگی دیکھکے اسی شوخ

شمتا دے ہمراہ ہے گلکشت میں اک گل
 بیجا نہیں گلشن سے جو روپوش ہوئی دھوپ

ردیف تائی ثناۃ فوقانیہ

غضب تھی ہائے کیسے شباب کی صورت
 تو اسکا آئینہ ہے شیخ و شباب کی صورت
 نگاہیں ہو گئیں حائل نقاب کی صورت
 سوال ہی سے نکالوں جواب کی صورت
 کہ خلد میں بھی نہ دیکھے شراب کی صورت
 دل برشتہ غم ہے کباب کی صورت
 ہزار آہ نامہ سراسر اب کی صورت
 نہ پھرے کبھی جا کر شباب کی صورت

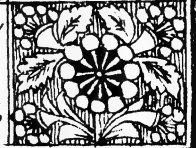
تظہر میں پھرتی ہے اب تک خواب کی صورت
 ہو دیکھنا ہو کھلی انقلاب کی صورت
 یہ دیکھیے کہ ہوئی دید آپ مانع دید
 مجھے یہ فکر کروں لا جواب اونکو یہ دھن
 میں سمجھوں شیخ کو اوسوقت تارکے ناب
 بجای سچ ہے عشق درازی مرثگان
 نہیں ہے جو ہر ذاتی تو کیا بچھا لگی پاس
 جو دلوئے تھے لڑکپن کے یا جوانی کے

تری کمر سے وہ لپٹی ہے اور میں محروم
 دہل رہا ہوں دل مضطرب کی دہکن سے
 ہمارے ہمیں مین کلیون کی نکال ڈرانے لگے
 قمر ہزار طرح ابر میں کرے گھونگھٹ
 ہو اوجہ صدمے سے سوا عفو جرم پر اصرار
 عدو کے پاس سے آتے ہو بال بھرے ہین
 اوتر گیا جو جوانی کا موج زن دریا
 اگر نہیں سر دفتر فرو گداشت کی مد
 جو میری آنکھوں نے دریا بہائے رو رو کر
 ملا جو حکم مجھے شرح حال کا اک دن
 وہ ہوتے جاتے ہین عشاق سے ذرا بظن
 کسی کے ساتھ پیا تھا جو بادہ گل رنگ
 ملیں جو خواب میں اوس شمسوا حسن کے پاؤں
 تمہارے کانوں کی پرچھا جین تک نہیں اوسین
 کمال آ نہیں سکتا کبھی تصنع سے
 لیا ہے مصحف رخسار یار کا بوسہ
 عدو نے بات جو کی مجھے شیطنت کی شروع

مجھے تو زہر ہی لگتی ہے ڈاب کی صورت
 چھپائے چھپتی ہے کب اضطراب کی صورت
 نکالی یاروں نے یہ سدا باب کی صورت
 کھان نصیب تمہارے حجاب کی صورت
 کیسے رحم نے پکڑی عتاب کی صورت
 کھلی ہوئی ہے مرے پیچ و تاب کی صورت
 ڈہلے اک آن میں جو بن حجاب کی صورت
 تو صاف پیش نظر ہے حساب کی صورت
 حجاب او بھرے ہین چشم پر آب کی صورت
 تو ایک جملے نے پکڑی کتاب کی صورت
 نکلتی آتی ہے اب انتخاب کی صورت
 ہمارے اشک میں بیخون ناب کی صورت
 ہزار بار میں جو مون رکاب کی صورت
 ہزار مرتبہ دیکھی گلاب کی صورت
 شباب پر نہیں آتی خضاب کی صورت
 نکالی ڈھونڈہ کے سینے تو اب کی صورت
 تو میں بھی ٹوٹ پڑا بھر شہاب کی صورت



ستم ہے پوچھے جو تمشاد سے وہ غنچہ دہن
 یہ کسکے عشق نے تیری خراب کی صورت



روایت ثناء مثلثہ

ہوں سخت تلخ کام مجھے ہوش ہے عبت
 خون آپ ہی کیا ہے مرے روز عیش کا
 آنسو کے گورہ دنگی رسائی وہاں کمان
 ہر دم مرے خیال میں ہے میرے سامنے
 میں آتش فراق کے حصہ میں آچکا
 محکو تو دو قدم نہیں گلگشت کی مجال
 لیتا ہے بخودی میں ترنگین نئی نئی
 میری نگاہ لڑنے سے باز آتی ہی نہیں
 اتنے ستم ہوے وہ ستم ہی نہیں رہے
 ایسی سفارشوں سے مجھے قتل ہے پسند
 ہلکورہ ٹھاکے کوئی منائے یہ ہے حال
 میں چور ہو رہا ہوں اسی کے خار میں
 میری نگاہ لڑنے میں جب چوکتی نہیں
 ہنگام بخودی ہی مکتا ہے مجھے شوق
 ناصح کی آنکھوں میں یہ کھٹکتا ہے مثل خار
 پھینکیں گے قہر گور میں لیجا کے سب بھی
 آنکھیں لڑانے پر نہیں ہوتا کبھی قوی
 چھڑوگی میری یاد وفا و سکو عمر بھر

لذات بخودی کا یہ سر پوش ہے عبت
 شام شب فراق سیہ پوش ہے عبت
 اسے دل تجھے خیال بنا گوش ہے عبت
 وہ پردہ پوش آنکھوں سے رو پوش ہے عبت
 مجھ پر کشادہ گور کی آغوش ہے عبت
 اسے سر و قد یا رے ہر دوش ہے عبت
 کب بادہ خوار آبجی نوش ہے عبت
 گھونگھٹ سے روی یا ز رہ پوش ہے عبت
 اب میرے حق میں کوئی جفا گوش ہے عبت
 بینی غیر بر سر پا پوش ہے عبت
 کوشان خیال یا رے بدوش ہے عبت
 تو نشہ شباب میں مدہوش ہے عبت
 زیر نقاب چہرہ ز رہ پوش ہے عبت
 منہ میں زبان رکھکے تو خاموش ہے عبت
 دل داغوائے عشق سے کلیوش ہے عبت
 دم بھر کو میری نعش سر دوش ہے عبت
 زلفوں سے رے یا ز رہ پوش ہے عبت
 میرے خیال سے وہ سبکدوش ہے عبت

بے اوسکے لطف کچھ نہیں اسے سرو باغ حسن
شمشاد سیر گل مین فراموش ہے عبث

ردیف حیم تازی

جز وصل کچھ نہیں مرض عشق کا علاج
جسپر جنون عشق کا جن ہو چڑھا ہوا
جب تک نہ آئے آپ وہ مین بھی کھنچا رہا
بہر کاؤن وصل بارے مین کیون جنون عشق
عسلی نفس اجل بھی ہے اسکا ملا ثبوت
کھلتے ہین پھول باغ مین باد نسیم سے
روکے گئے وہ حیلون سے مین قند بند سے
کھتا ہے ہر طبیب مری شکل دیکھ کر
انسان ہر کمال کو سمجھے رہے زوال
جتنا بچار تھا مے دل مین نکل گیا
کتک مناشا کے بڑھاتا رہون مرض
عاشق سے کس طرح کہون پرہیز اس سے کر
تم سر جڑھاؤ لاکھ مگر میرے ہاتھ سے
اونکے ستم پر اسے دل نادان تو کر کرم
غیر دنی روک ٹوک جو ہے اسے مسیح دم
میرے مرض سے ہے تری تحیص ہی خلا

جو یہ کھے جنون کا اوسکے ہے کیا علاج
اوسکے لئے فضول دوا و دوا علاج
ہر بار روٹھنے کا یہی خوب تھا علاج
جس سے مرض سوا ہو وہ کس کام کا علاج
بیمار دل کا جیسے مے سر بڑا علاج
میری اودا سیون کا ہے تیری ادا علاج
دونون کے ربطاضبط کا ٹھرا جدا علاج
دیوانہ ادا کا نہیں جز قضا علاج
بہتر نہیں غرور کا اسکے سوا علاج
جھڑکا گیا رقیب مرا ہو گیا علاج
ہر دم کے روٹھنے کا ہے اب دوسرا علاج
معشوق کا ہے وصل مرض سے بھرا علاج
بدگوئی رقیب کا ہو گی منہ اعلیٰ علاج
میرے خیال مین نہیں اسکا کلا علاج
تیرے مریض غم کا ہے بگڑا ہوا علاج
اسے چارہ گر محال ہے تجھ سے مرا علاج

اوسکی جفا کا ہونہیں سکتا و فاعلاج
میری خودی کا ہائے نتھایر بر علاج

جو حق شناس خدمتِ خدام ہی نہیں
ناحق شراب چھوڑ کے مین بنگیا مریض



ہے اوسکو ہر حسین سے اخلاص کا مرض
اے گلزارِ کردے تو شمشاد کا علاج





ردیت جیم فارسی




نگا ہوں مین زمین و آسمان ہیج
سوا اسکے ہر اک راز نہان ہیج
تو ہے نقد دل و ایمان و جان ہیج
نہیں الفت مین درد جانستان ہیج
نہیں پونجی تو تزیین دکان ہیج
تو میرے حق مین اسباب جہان ہیج
پئے اغیار رنج بیکران ہیج
تو ادسکے عاشقون کو خوف جان ہیج
چراغون سے ہے تزیین مکان ہیج
تو مجکو خوف تیغ اتھان ہیج
گیاد دل ہاتھ سے تو خوف جان ہیج
تو میرے حق مین ہے عشق بتان ہیج
یہاں ادنکے لیے عشرت و ہان ہیج
تو ان آہون کی سیر لامکان ہیج

جو تو اپنا خیال این و آن ہیج
رہے تو دل مین شکل کنز مخفی
اگر ہو تا نہیں تجھیر پنجہا ور
مصیبت عشق مین ہے عین راحت
پئے جاہل لباس فاخرہ کیا
تھین جب میری آسائش سے نفرت
اجل سر پر ہے اپنے کچھ کر و فکر
فنا جب عشق مین عین بقا ہے
اندھیری گور مین سونا ہے آخر
کیا جب مینے سر بازی کا دعوی
سر مقتل کر و نگا نذر قاتل
نہ بن جاؤن اگر تصویر بے حس
فریبون سے کما تے ہین جو دنیا
رسانی اوسکے کانون تک نہیں جب

<p>عیان زہد و ورع لیکن نہان بیچ زبانی یارون کاشور و فغان بیچ کمان سب کچھ ہے تو ایدل کمان بیچ تو تیری دوڑا سے عمر روان بیچ وہی سب کچھ جو پنہان ہے عیان بیچ نہیں مضمون تو حسن بیان بیچ ہجوم یاس کا سب کاروان بیچ جوفانی ہے تو ہر سود و زیان بیچ تمھاری ساری فرضی داستان بیچ تو گھر میں کوئی شمع دودمان بیچ تو ہیں اے ترک یہ تیر و کمان بیچ جیان کے ہاتھ میں تیغ و سنان بیچ</p>	<p>ارادت رکھوں شیخ شہر سے کیا جو کرنا ہے او سے کر کے دکھا دین سمجھ اتنی تو حاصل کر خدا را نہیں ہے جستجو سے یار دل میں یہ سب دھوکا ہے کرو فر دنیا برنگ قالب بیجان ہے بیکار جو ہو امید رہبر سوے مقصود تعلق رکھوں کیون شادی و غم سے سخی میری کمانی ہنس کے بولے نہیں اُن سے جو روشن نام اپنا نہ چھیدیں دلو جو ابرو و مژگان نذب کے لیے علم و ہنر کیا</p>
--	---

	<p>نہیں ہے کوئی گل شمشاد اسکا تو بلبل کو ہے اب خوف خزان بیچ</p>	
---	---	---

	<p>ردیف حامی حطی</p>	
---	----------------------	---

<p>کیون نہ خون آرزو ہو روز دانگیر صبح ظلمت شبہاے تاراو کے لیے تحریر صبح پنجہ تقدیر بد ہوتا ہے دانگیر صبح</p>	<p>کاٹتی ہے وصل کی شب کا کلا شمشیر صبح قلب عارف کی ضیا ہے غیرتِ تنویر صبح کھل گئی شبہاے غم میں علتِ تاخیر صبح</p>
--	---

موت اصغر سے چھڑاتا ہے دم تنویر صبح
 صفحہ گردون کو مینے دیکھ ڈالا حرف حرف
 جب شبیر یار کی اوسمین نہ پائی آپ تاب
 دلکی کلیان کھلتی ہیں ہوتی ہے فرحت قلب
 بھگاتی کیونکر قیامت تیری قامت دیکھ کر
 تیرے تڑکے روز و امان و گریبان کر کے چاک
 صبح ہوتے ہی جو وہ آرام جان رخصت ہوا
 اسکا شب باش ہونے میں کون بھاری صاف
 قطر ہا می اشک انجم پو پختی ہے روز روز
 رات بھر زندان ظلمت میں کڑی جھیلی تو کیا
 کر دیا چھپائی مودن نے دم صبح وصال
 کس تنفق چھولی ہوئی ہے آج بالائے افق
 بند جب باب اجابت کر لیا تاثیر نے
 دیکھا ہون رات دن پروانہ و سرخاب کو
 منقطع تھی رات کو بھی جنگ آسنے کی امید
 جیکہ آنکھوں سے نہاں ہے آفتاب سے یار
 تیری بالوں کی سیانہی ظلمت شب ہمارے
 کشاں اوس رومے منور بین رکھوں و ترس
 ہو گیا جس میں تر ایدار اے خورشید رو

اے سحر خیز و بجا کرتے ہو تم تو قیر صبح
 وصف روے یار میں کافی نہیں تحریر صبح
 دست قدرت نے مٹادی کھینچ کر تصویر صبح
 تیری صحبت میں ہے اے خورشید و تاثیر صبح
 پنچہ خورشید محشر تھا گریبان گیر صبح
 تیرے دیوانے دکھایا کرتے ہیں تصویر صبح
 ہر کرن خورشید کی میرے لیے تھی تیر صبح
 شام ہوتے ہی بھلادی آپ نے تقریر صبح
 جیب دامن چاک کر کے ہائے رمی تقدیر صبح
 روز تڑکے تڑکے مجھے کھینچتی ہے شمشیر صبح
 کم تھی تیر و سنان سے ہر دل تکبیر صبح
 تر ہے میرے خون سے یہ دامن شمشیر صبح
 خوب آہوں نے ہلائی زور سے زنجیر صبح
 یہ جو دانگی شب ہے وہ گریبان گیر صبح
 او کو لائی شام ہی سے آؤ پرتا صبح
 بھر کی شب ہو نہیں سکتی ذرا تدبیر صبح
 برق تیرے چہرے کی تنویر عالمگیر صبح
 پنچہ خورشید میں ہے جس طرح تسخیر صبح
 شام کون او کو کیگا صاف ہی تصویر صبح



کیون نہ اے شمشاد اسکی دھوم ہو آفاق میں
ہے غزل میں صاف آب و تاب عالمگیر صبح



ہزاروں زخم مرے دلمین میں جگر کی طرح
نہیں ہیں دیدہ گریان کچھ ابر تر کی طرح
ہمیں بھی کاش ملے حسن اس بشر کی طرح
شب فراق تھی گرمی کی دو بھر کی طرح
تو پاش پاش کیے ہیں دل و جگر کی طرح
تھمارے گالوں میں جھائیں کمان کی طرح
کہان سے لاؤں جگر آپ سے نڈر کی طرح
ہماری آہ بھی گم ہو گئی اثر کی طرح
تو دل نے روک لیے صاف سب بھر کی طرح
جواب لیکے کیو تر ادڑا خبر کی طرح
وہ اپنے سر ہی کو کھوتے ہیں درِ ہر کی طرح
کوئی نظر نہیں آتی ہے اب گزر کی طرح
عدو کا چاک گہ بان ہے سحر کی طرح
پھرے نہ ہمسے مقدر تری نظر کی طرح
کریں گے ٹکٹ کیو تر بھی نامہ بر کی طرح
دہن کے وصف کیے میں جب کمر کی طرح
سجھوں سے جھجک کے ملو بار و شجر کی طرح

یہ کسی تیغ ادا بھر گئی نظر کی طرح
برس پڑیں مری آنکھیں تو کیا تمہیں آنسو
جو میرے یار کو دیکھا تو جویرین کہنے لگیں
میں کیا بتاؤں تپش اپنے روزِ ہجران کی
جو چوہن کبھی پائے ہیں شیشہ و ساغر
تمہاری چاند سے تشبیہ ہو نہیں سکتی
یہ کھلے قیس مرے غمکدے سے لوٹ گیا
تلاش یہ ہے اسے جستجو کھین تو بجا
کیے جو تیغ کے مانند دار ابر و سنے
ہمارے خط و کتابت کی ہو گئی شہرت
جو رکھتے ہیں مرے مانند عشق کا سودا
وہ ہمسے روئے ہوئی بر خلاف ساری خلق
جورات بھر مرے پہلو میں ایک ماہ رہا
پھرے زمانہ تو اسکی نہیں ہمیں پروا
وہ دلفریب جو دیگا جواب خط بھی کبھی
حروف بھی ہوئے مضمون کی طرح مفقود
نہ اگر و سرور کے مانند باغِ دنیا میں

عجیب دور ہے فاضل بھی اسن مانے کے ذلیل و غوار ہیں انسان بے ہنر کی طرح

جیسے بتاتے تھے نوخیز سرو تم شمشاد
نظر بڑا وہ مجھے نخل بارور کی طرح

روایت خای مجہ

نوخیز سرو تم میں چنار کہن کی شاخ
اون دانتوں کی مثال نہوگی کبھی درست
موزون تراوے اب چمن حسن میں نہیں
سوزِ غم فراق کے پر تو ہیں سب عذاب
بے بہرہ بھول بھول سے نہالِ ستم رہے
خارِ اہم کی طرح کھٹکتی ہے رات دن
ملکن نہیں کچھ مری آنکھوں میں حسین
دل کا لگاؤ اصل ہے ان سب فروع کی
کیونکر نہ بات بات میں چکے وہ سانس سے
کایاں ہیں عشقِ پیچے کی عاشق کی انگلیاں
عاشق ہوں برو کا تو ہر روز خواہ میں
کرنے لگا زنا کرت جا ناں جو میں رقم
اعضا شکن اگر ہو ضعیفی تو کیا عجب
مانا کہ تم ہو بھول گلستانِ حسن کے
کیا فرق دست و پاکی زنا کرت میں میں کروں

تم نخلِ انبساط میں سوز و محن کی شاخ
ہم موتیوں میں لاکھ لگانے کی شاخ
جو بن ہیں نارون تو وہ ہیں نارون کی شاخ
دورِ رخ ہے میرے گوشہ بیت الحزن کی شاخ
کو پہل سے بے نصیب ہی کر گردن کی شاخ
دل کے چمن میں سو کھلے حب الوطن کی شاخ
میری پسند میں ہے لگی بانگین کی شاخ
کا ہنس بدن کی ہے غم و رنج و محن کی شاخ
گردن ہے اوس حسین کی سینہ بقیں کی شاخ
کیونکر کا ایاں نہون نازک بدن کی شاخ
میرے جگر سے کرتی ہے چوٹیں ہرن کی شاخ
بھوٹی مرے قلم سے یکایک سمن کی شاخ
بھٹ پڑتی ہے خزانِ مینیخت کہن کی شاخ
یہ تھنہ دل کے داغوں کا ہے کس چمن کی شاخ
نسرین کی ایک شاخ تو اک نسترن کی شاخ

اب ہر کمال میں ہے لگی مکرو فن کی شاخ
کچھ بڑھ چلی تھی آرزوی کو کہن کی شاخ
جس طرح آشیانہ ناز و زغن کی شاخ
ہو آشیانہ گاؤں سپہر کہن کی شاخ
کہتے ہیں جسکو عشق ہے دیوانہ پن کی شاخ
اس شان سے چمن میں نہ جھومی تن کی شاخ
ہر شاخ ہر درخت کی ہے لاکھ من کی شاخ
صدقے ہوئی تیار ہوئی یا سمن کی شاخ
انسان ہی کے ساتھ ہے گور و کفن کی شاخ
ہے جنگ کر بلا بھی ہمار ہی رن کی شاخ

عشاق دیو الہوس میں! و خین کیا تیر ہو
تیشہ نہ کاٹا کبھی نخل حیات کو
یوں ہے بلند جای رقیب سیاہ رو
دم لینے کو جو ٹھڑے مرا طائر خیال
مجنون قیس کا نہیں بیجا ہوا لقب
جیسا لچک لچک کے وہ ناچا ہے بزم میں
ایسے کھلے ہیں داغ گلستانِ سینہ میں
اوسکی کھائیوں میں جو دیکھی بہا حسن
آزاد بعد مرگ ہے جو ذی حیات ہے
کہتے ہیں تیرے کشتہ تیغ جفا و جور



شمشاد لکھ رہا ہوں میں ک گلبرگِ گشت
پھوٹے پھلے گی آج نہالِ سخن کی شاخ



رویتِ دالِ مہملہ



مجھ کو تو کوئی بات نہیں تیری نا پسند
اپنے حبیب کی ہے مجھے ہر ادا پسند
کوئی برا پسند نہ مجھ کو بھلا پسند
اسکی خبر نہیں کہ او خین میں ہوں کیا پسند
مجھ کو ذرا نہیں ہے کسی کا کلا پسند
اوسکی نصیحتیں نہیں مجھ کو ذرا پسند

اے جان تو پسند تری ہر ادا پسند
کوئی وفا پسند ہے کوئی جفا پسند
مجھ کو پسند ہے تو ترا مبتلا پسند
رنج و الم فسر یافتہ مجھ پر ضرور میں
کیونکر مصیبت بنا کر دے اونے کھلے عرض
ناصر تھارے ذکر سے کرتا ہے مجھ کو نحو

مجھکو تو کوئی شے نہیں دے سوا پسند
میرا کلام اونکو ہوا جسا بجا پسند
مجھکو کسی طرح نہیں یہ پیسو پسند
اوس بے نیاز کو ہے مری التجا پسند
مجھکو تو بات بات میں ہے تہا پسند
بارے خدا کا شکر اونہیں ہو گیا پسند
یک بین نگاہ میں نہوا دوسرا پسند
کیونکر نہ مجھکو دل سے ہو وہ چاہا پسند
آنکھوں کو تھی نظر میں جو اپنی ناپسند
شوخی مجھے پسند ہے اونکو حیا پسند

جسکی تلاش ہو وہ اسی میں ہے جلوہ گر
اپنے کرشمون اپنی اداؤں کو دیکھ کر
دنیا ہزار رنگ میں ہو جلوہ گر تو کیا
بے گزرائے کام نکلتا نہیں کوئی
جوانہ آکیش میں غوش ہون چھوڑ کہیں
پر زمرہ غنچہ سے بھی مرادل فسرہ تھا
بن بے اپنے جلو کو دکھاتے رہے حسین
پنچلی ہماری بھی نہیں رہتی کبھی زبان
لاکھوں حسین اونہیں کیا تمکو انتخاب
سارے شبے صال نہ جھگڑے میں کیونکہ



اوس گل کی آنکھ میں چنے شمشاد کی سطح
وہ خود فروش او سکو ہو کیا خود نما پسند



ایضاً



جو ہو پسند غیر مجھے ہے وہ ناپسند
ہر حال میں مجھے ہے رضا خدا پسند
آنکھوں میں کہہ گیا ہے نگار خدا پسند
کھلتا نہیں کہ اغین اونہیں کیا ہو پسند
جانبار عاشقونہیں اونہیں میں ہی تھا پسند
مجھکو تو رہناؤں میں ہے نقش پا پسند

میری تمیز سب سے زالی جدا پسند
رنی ہی دل نشین ہے نہ تقویٰ دل پسند
اب کہن مجھکو بھائے مجھے آئے کیا پسند
میری نیاز و عجز تھی غیرون کی کبر و ناز
قتل میں انتخاب کیا مجھکو بہر قتل
ہادی منزل اور سراپا سکوت ہے

او کو پسند جرم مجھے ہے سزا پسند
 دیکھیں ہمارے یا کو انہیں ہے کیا پسند
 او سد سے تو نہو گی کبھی اسے حنا پسند
 اک میں ہوں جسکو دل سے ہے اپنی قضا پسند
 اٹکھیلیاں تری نوئیں اسے صبا پسند
 میں کیا تاؤں مجھ کو ہوا تجھ میں کیا پسند
 میں راستی پسند ہوں تو ہے دعا پسند
 جسے مرا کبھی نہ کیسا مدعا پسند
 جس دل سے کی حضور کی زلف رسا پسند
 اگر تانہیں مریض تھا را دو ا پسند

ممکن نہیں کبھی مری جرأت کا انسداد
 عجز و نیاز و صبر کے سرمایہ دار بین
 مقتل سے ہاتھ رنگ کے وہ گل جو آئے گا
 جاننا دہ حیات تو لا کون ہیں مثل خضر
 گلگشت میں جو ساتھ نہتا وہ گل مراد
 دلکش ہر ایک عضو ہے ہر بات دلفریب
 تیرے فریبوں سے نہیں ممکن مجھے نجات
 او سکی رضا میں مینے ذرا سرکشی نکلی
 دام بلا میں پھنسنے کی تاریخ ہے یہی
 کمد و اجل سے آگے کرے دوسرا علاج



اسے گل تو میرے عشق کو راز نہاں سمجھ
 شمشاد ہوں مگر نہیں نشو و نما پسند



روایت نزال معجمہ



صدقے میں اس خیال کے ہے کس قدر لذین
 جسطرح تلخ کار بھی اپنی نظر لذین
 ای تلخ گو خدا کے لیے بات کر لذین
 ہر حرت تیرے جلے کا ہے کس قدر لذین
 ہو جائے دم کے دم میں مرا لہر کا گھر لذین
 میرے لیے تو تھی تری غمی نظر لذین

ہر چند صبر تلخ ہے لیکن تمر لذین
 اسے شوخ چشم تو ہے مجھے فتنہ گر لذین
 ہر دم کی طعن و طنز سے میں تلخ کام ہوں
 شیرینی کلام سے چسپاں میں لب لباب
 رطب اللسان ہو یا رجو سامان حول میں
 آنکھیں لڑا کے غیر سے کون بے مزہ کیا

جنگے کلام سے نہیں شہد و شکر لذید
 پہلے ترا کلام تو تھا بیشتر لذید
 امید نوش میں ہیں یہ سب بیشتر لذید
 جنت طلب جو ہیں او نہیں شیر و شکر لذید
 مجھ کو تھی اس خبر سے امید خمر لذید
 تیرے وصال سے ہیں مری بام و در لذید
 بیشک تری دعاؤں کا پایا اثر لذید
 سیب ذوقن تر ہے جو امی سیمیر لذید
 دیکھوں کہ کس قدر ہے تمھاری نظر لذید
 قاصد سنا دے آگے کیسی خبر لذید
 انداز و نازاؤں کے ہو سے بیشتر لذید
 کیا شک کہ عندیہ کو ہیں بال و پر لذید

بوسون کی اوں بونے میں رکھتا ہوں زو
 اب کیون تو بات بات میں رکھتا ہے بیڑا
 اونکے ستم کرم کی خبر دیتے ہیں مجھے
 مجھ کو تو ہے فقط ترے دیدار کا مزا
 ہے ہے یہ کیا سنائی ہے اسے نامہ خبر
 کیا پوچھتا ہے یا شب وصل کا مزا
 ہنگام وصل او سنے کہا ہنسکے ناز سے
 چاروں طرف اب ہیں وہی پرہیزوں کے دانت
 میری طرف بھی تاک دو ہوں سخت تلکام
 بے خواب و غور پڑا ہوں مری زندگی ہے تلخ
 چکھیں گے بوسہ لب جانان کا ذائقہ
 ہیں زہر نعمتیں ہی شکستہ پری کے بند



بہر دے تو اپنی نعموں سے اسے گلبدن نرا
 شمشاد کا کلام نہیں ہے اگر لذید



ردیف رومی مہملہ



انتر جس کا ہے مغز استخوان پر
 وہ کیا پوچھے مرے رازِ نہان پر
 گئی جب آہ میری لامکان پر
 نہ آیا رحم او سے مجھ نیجان پر

تصدق اپنے اس سوزِ نہان پر
 جھکی جاتی ہیں آنکھیں شرم کیوں
 انتر نے آگے اوس کے پاؤں چوے
 تڑپنا دیکھ کر کتر اس کے نکلا

حسینوں سے وفاداری کی امید
 نہیں نفرت ہے اوس کے وصل کے بعد
 سوال وصل پر اقرار و انکار
 ملا کیا اوسکو جزیک مشیت غاشاک
 نچت ایسا ہوں ابے رشک لیلی
 ہوئے عاشق تو اب سمجھے بری تھی
 سیر ابرو کیے کا جل سے اوسنے
 پنچوڑی سوزِ غم تو ایک ریزہ
 تری الفت نے مارا خوب چھا پا
 وہ سوزش تھی کہ خورشید درخشان
 ہوئی مقبول میری التجا آج
 وہ کیا سمجھیں کہ کیا قدرت کے ہیں کھیل
 وہ اپنے سائے سے کرتا ہے وحشت
 سرِ منبر بھی دوڑاتا ہے داعظ

گمانِ موج ہے ریگِ روان پر
 خزانِ آئی بہارِ جاودان پر
 گراں ہے اوس مرے معجز بیان پر
 ہنسی آتی ہے برقِ آشیان پر
 حسد ہے قیس کو مجھ ناتوان پر
 ہنسی اور دنی فریاد و فغان پر
 جڑ ہائی تیغِ قاتل نے فسان پر
 بہاؤِ سگ نہ جھگڑیں استخوان پر
 مرے ہوش و خرد کے کاروان پر
 بنا پھا ہمارے زخمِ نہان پر
 پسچا دل مری طرِ زیان پر
 نظرِ جنکی ہے دورِ آسمان پر
 مین صد اوس کے اس وہم و گمان پر
 نظر اک سرو گلزارِ جنان پر

چلو تمشاو ساتھ اوس کبدن کے
 جو آمادہ ہے سیرِ گلستان پر

پھر اوس پر فلسفہ کے عجز سے یقان پیدا کر
 دلِ بیجان میں سے غفلت کے پتلے جان پیدا کر
 صفاتِ خاصہ سے اوس میں اطمینان پیدا کر

بہکتا ہر طرف بیکار ہے ایمان پیدا کر
 نہ طبیعات میں چھنس غور کر علمِ الہی میں
 نہیں معقول کا اور اک ممکن ہے حواسوں سے

قوی کا سلب تیر میں جو دشکال میں اودھکا
جلانا دل کا کچھ اچھا نہیں سب زوساوس میں
علل کی چار دیواری کو تھوڑی اور وسعت دے
اصول علم کی کرجائ دی ہو کہ دنیاوی
حواس و عقل ناقص پر حصہ درک انسانی
کسی بتاض روحانی سے لیلہ عجز کا نسخہ
جواہر علم کے جیتے زلین تورول لے اودھکو
رہے محفوظ ادم دہر و خیر کے وساوس سے
یہ مانا نمہ سنج حسن و عشق ای دل ہے تو کیتا
اگر کچھ بطن محبت زندگی میں چاہیے تجھکو
نظر عبرت سے کر تو مون کے اسباب تنزل میں
زبانی شور و غوغا سے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا
ترقی علم میں اخلاق میں ہمت میں کوشش میں
نہیں ممکن ترے حکمون سے سرتابی کرے کوئی
کیا ہے تجھکو مردہ تیرے افعال زوالت نے
گیا وہ دور جسمیں شکل سے کھا جاتے تھے دھوکا
عداوت عین الفت ہو اگر اسکی تمنا ہے

یہ ہے اقرار معلوی ایتمہ کان پیدا کر
اسے لاخوانی حدت پر کوئی مہمان پیدا کر
شکست سزا تیر کیلے میدان پیدا کر
تیز حق و باطل کیلے عنوان پیدا کر
خدا دانی کی خواہش ہے تو اور اوسان پیدا کر
مرض ہودل میں نجات کا تو یہ زمان پیدا کر
پھر اونین جرم و عیبری کی بھی پہچان پیدا کر
دردل پر تو وحدت سے اگر دربان پیدا کر
سرور پذیر میں بھی کوئی دلکش تان پیدا کر
نجا تو شکل و صورت پر کبھی انسان پیدا کر
ترقی کیلے برعکس کچھ سامان پیدا کر
اوسے ہمت سے پورا کر جو کچھ ارمان پیدا کر
اگر دل میں جگہ کرنا ہے کوئی آن پیدا کر
دلون میں راست بازی تو اپنی مان پیدا کر
شرافت کا پھر اپنے خون میں دوران پیدا کر
اپنی آدمیت پر کوئی تیماں پیدا کر
عدو پر اپنے حسن خلق سے احسان پیدا کر



کات علم و فن پر واقفیت سخت مشکل ہے
مگر شمشاد کی تقلید میں امعان پیدا کر



ہے شاد ہمارا دل مضطر تہ خنجر
 دیکھا رخ زیبائے ستمگر تہ خنجر
 جت سونے میں کیجھے مرے جلا د کاٹیک کا
 آئینہ پر ابرو کو ہین اس طرح وہ ٹیکے
 پھانسی مری گردن میں او نہیں کھلی
 کشتہ ہوں میں دن ابرو سفاک کا جن سے
 اوں آنکھوں میں سرے کے یہ دباے نہیں ہیں
 مقتل سے ذرا ہٹتے نہیں عاشق ابرو
 گردش میں نہیں ہتی ہیں شخ کی آنکھیں
 اتنو نکر دگے کبھی تم الفت ابرو
 اوں چاند سے گالوں کو دم قتل بھی دیکھا
 ایسی رہی صرف ادب دامن قاتل
 کب تک سہوں ابرو سے ستمگر کا تقاضا
 کیون ٹٹکلی باندھے نہ رہیں عاشق ابرو
 دکھلائی مجھے آئینہ سان صورت قاتل
 یہ توں قنرح کب ہے سر چرخ نمایان
 ہے الفت ابرو تو کبھی آنکھ نہ چھپکے
 آئینہ سے کھتا ہے بھوین تانکے وہ شوخ
 کیا خون رُلا لیں گے مجھے ابرو سفاک

دیکھیں گے ترپنے کے وہ جوہر تہ خنجر
 بر آئی مراد دل مضطر تہ خنجر
 دیکھا نہو جسے کبھی زیور تہ خنجر
 جسطرح کہ رکھ دے کوئی خنجر تہ خنجر
 ہے مانگ سے جن بالوں کا گھونگر تہ خنجر
 ہر دم صیف مرزاں کا ہے لشکر تہ خنجر
 دوست لیے بیٹھے ہیں ہنر تہ خنجر
 سر رکھتے ہیں بڑے بڑے برابر تہ خنجر
 دوست کیا کرتے ہیں چکر تہ خنجر
 کتے ہیں بھے ناز سے لا کر تہ خنجر
 چمکا یہ مرے بخت کا اختر تہ خنجر
 گردن ہوئی خون کا مصدر تہ خنجر
 مقتل میں گلا رکھ دوں میں بڑھ کر تہ خنجر
 جھپکاتے نہیں آنکھ دلاور تہ خنجر
 کیون نکر نہ دم قتل ہوں شہر تہ خنجر
 گردش سے ہیں افلاک کے محور تہ خنجر
 کھینچے جو وہ رشک بت آذر تہ خنجر
 یار پس مردن ہو سکندر تہ خنجر
 آنکھیں نہ کروں گا میں کبھی تر تہ خنجر

اے گردش ابروے بتان رحم خدارا
کچھ نشہ الفت سے سمجھ میں نہیں آتا
میں آنکھوں کا عاشق ہوں کوئی مجھ سے پہچھے
عشاق نظر آتے ہیں در در تہ خنجر
آنکھیں تہ ابروہیں کہ ساغر تہ خنجر
کیونکر یہ ستم کرتی ہیں ر ہر تہ خنجر

شمشاد ہے عاشق کسی گرد کی بھوون کا
اور عواد واد سے خون کی چادر تہ خنجر

ردیف زای مجسمہ

کیا بجا پ رہے ہومری رفتار کے انداز
دنیا سے زلے ہیں مرے یار کے انداز
جنہر نظر غیر پڑے اے دلِ نادان
خوشید کا دبو کا مری آہوں کے شر پر
آمد میں قیامت کی نہ کیوں دیر ہوا تھی
ملک نہیں بار و تری نرگان سے جھپک جائیں
بے سچی محبت کے ادا ہو نہیں سکتے
روکے ہے فقط او سکو عیادت کی تمنا
ہمسرمی نالوں میں ہو کیونکر تری بلبل
آغوشِ عدد پر جو کبھی سایہ فگن ہو
امید بندھی ہو سہ ابرو کی تو اب کیا
نالوں کا بڑا ہو کہ کیے فاش انہیں نے
کیون یاس نہ نبھائے ترے وصل کی امید
بدست وہ ہوں بہین ہیں بشار کے انداز
گفتار کے ہوں اس میں کہ رفتار کے انداز
اون پھول سے رخسار و زمین ہیں رخاں کے انداز
آنسو سے عیان ثابت و سیار کے انداز
اوس نے بھی اوڑا لے تری تلوار کے انداز
تیروں بڑے ہیں تری تلوار کے انداز
افت میں جو رکھے گئے ہیں پیار کے انداز
بچنے کے نہیں ہیں ترسے بیمار کے انداز
اے گل ہیں کمانِ خمیں مرے یار کے انداز
اوس سروِ ناقہ میں سمجھ دار کے انداز
ہیں میرے بختِ شک میں رخِ فار کے انداز
پنہانِ مخم سے تیرے سرو کار کے انداز
اقرار سے پیدا ہوئے انکار کے انداز

کرتے ہیں قیامت تری رفتار کے انداز
مفلس ہوں مگر مجھ میں ہیں زردار کے انداز
وہ بھانپ چلے ہیں مرے دیدار کے انداز
دینا سے نرالے ترے دربار کے انداز
جب دیکھ چکے چاہ میں دو چار کے انداز
ہیں داغ دل زار میں دینار کے انداز
دل کو نظر آئے مرے ادبار کے انداز
ہیں میری شب تار میں انوار کے انداز
بچپن ہی سے کہتے ہیں یہ رفتار کے انداز
جس دل میں کہ ہوں خانہ غمار کے انداز

پامال ہو جاتے ہیں دل جانین ہیں مضطر
مکن نہیں کھل جائے کسی پر مری حاجت
اپنا مجھے دلدادہ نہ سمجھیں نہیں مکن
تو آپ نرالا تری سرکار نرالی
کچھ ہونے لگی میری محبت کی ادھن قدر
سو داسے محبت جو مرے سر میں سما یا
آیا جو تری چشم غنایت میں ذرا فرق
فرقت میں تصور ہے جو اک ماہ جبین کا
پامال کرے گا تو ہزاروں کے دلوں کو
کعبہ اوس کہتے ہوئے آتی ہے مجھے شرم



ہرست نظر آتے ہیں معشوق گل اندام
شمشاد کی غفلت میں ہیں گلزار کے انداز



روایف سین مہملہ



رکھتا ہوں تری یاد کو میں شام و صبح پاس
رکھنا دل مشتاق کا اسے تیرا نظر پاس
تم میرے حواسوں کی طرح ہوتے اگر پاس
آنکھوں کی طرح ہوتی ہے دونوں کی بسر پاس
جو دل کے سخی ہیں نہیں کہتے کبھی زرد پاس

آنے نہیں دیتا کبھی وحشت کا اثر پاس
تنہا ہی نشا نے میں نہو جائے بگر پاس
مقتل میں دم قتل مرے دیکھتے تیور
ہمسایہ ہیں دیدار سے محروم ہیں بھر پاس
تپہ مرے نقد مزد ہو شش پنچاوار

مقتل میں مری آنکھ نہ قاتل سے لڑے کون
 آنسو مرے دامن میں ہیں کچھ نخت جگر بھی
 اب گردش ایام سے دیدار ہے مشکل
 تجھ کو تو یہ صند ہے کہ دکھاتا ہی نہیں شکل
 چہرے کی ضیاء دیکھنے دیتی نہیں صورت
 افسوس ہے دعوت کروں کس طرح غم کی
 باریک تر بال کہ وہ موی کمر ہے
 افسوس کہ اون پہنچی نگاہوں نے نہ دیکھا
 جھٹکے نہ سے شانے سے کبھی زلف رسا کو
 ہر چند ہو نقصان کا اندیشہ بھی ظاہر
 اغیار کی خلوت میں پہونچنا ہے مراد ہم
 کرتی ہے ترے لال لبوں پر وہ پنچا دور
 نیکی و بدی دونوں میں لذت ہے یہ مانا
 ممکن نہیں جز یا جہنچے آنکھوں میں کوئی
 میں اور ترے عشق میں ہو غیر مقابل
 میں بھی خرد و ہوش کو رکھتا ہوں بہت
 اغیار کے گھر جاتے ہو ہر روز کسی دن

میں وہ ہوں کہ بھولے سے بھی آتا نہیں ہیں
 ہر وقت میں رکھتا ہوں یہی بل و گھر پاس
 اک دور وہ تھا رہتے تھے تم شام و سحر پاس
 تیرا ہی تصور ہے کہ ہے آٹھ پہر پاس
 ہر چند کیا کرتے ہیں ہر روز گزر پاس
 سینے میں نہ دل ہے نہ ہے پہلو میں جگر پاس
 اسے زلف رسا دیکھتا ہے تار نظر پاس
 میرا دل شوریدہ رہا زیر و زبر پاس
 رکھتا ہوں جو کچھ بال سے باریک کمر پاس
 بہتر ہے کہ پھر بھی نہ ہے شر کے لشکر پاس
 جس طرح سنے کوئی کھڑا ہو کے خسر پاس
 رکھتی نہیں بلبل کبھی برگ گل تر پاس
 لیکن یہ سمجھ لو کہ اودھر دور ادھر پاس
 جب تک خرد و ہوش کے ہے تو نظر پاس
 رکھتا ہے وہ بد ذات حمایت کی پیر پاس
 جس طرح مری آہیں نہیں رکھتیں اثر پاس
 بھولے سے چلے آؤ کہ میرا بھی ہے گھر پاس



شمشاو سے ملتا ہے وہ گل ہے یہ غنیمت
 ممکن نہیں ہو جائیں کبھی شمس و قمر پاس



ردیف شین مجہ

ہر ایک دل میں ہے اپنے مرام کی خواہش
 نہ عز و جاہ کی پروا نہ نام کی خواہش
 کہ تیرے ہاتھ سے ہے ایک ظلم کی خواہش
 یہ طے ہو پہلے تو ہو کچھ پیام کی خواہش
 الٹی خیر کہ اب ہے کلام کی خواہش
 خلافت مرضی مولے غلام کی خواہش
 او نہیں ہے آنے میں کس اہتمام کی خواہش
 او نہیں گرفت میں ہے دام دہا کی خواہش
 نہیں ہے اسکے سوا اذن عام کی خواہش
 مجھے نہیں ہے سلام و پیام کی خواہش
 کروں میں عشق میں کیونکر نظام کی خواہش
 کھین نہ راہ میں کرنا مقام کی خواہش
 جو ہو کسی کو حیات دوام کی خواہش
 وہ اور ہیں جنھیں ہے اذن عام کی خواہش
 جو رکھیں اپنے بڑوں سے سلام کی خواہش
 میں کس غرض سے کروں صبح شام کی خواہش
 مجھے در انہیں میں ناو حرام کی خواہش
 تھیں ہے ملنے میں کس اہتمام کی خواہش

خدا کی محکومت و اس بت کو رام کی خواہش
 روا ہو مجھ سے خواص و عوام کی خواہش
 میں رند اور یہی میری کام کی خواہش
 غمخسار سلام او سے رام رام کی خواہش
 ہوئی ہے دید قیامت کے انتظار کے بعد
 کبھی نہ پوری ہوئی ہے نہ ہوگی یاد رہے
 بچھائے آنکھیں ہوں در پر نگاہ رکھتا ہوں
 میں چاہتا ہوں جزایمان وہ اور سب لیں
 مرے حواسوں کو آنے دو ساتھ خلوت میں
 میں آنکھوں آنکھیں نہ کرتا ہوں اونسے باتیں روز
 وہ رکھتے ہیں مرے ہوش و حواس تک نہ ہم
 بڑا چل اسے دل نادان اگر طلبت دست
 مری طرح لب جان بخش یا رہر ہو فدا
 مجھے ہے گوشہ خلوت میں التجا غرض
 سلامتی ادب کی ہے اونسے کیا امید
 نہ ذکر زلف سے فرصت نہ یاد رخ سے فراغ
 کیسی مست نگاہوں نے کر دیا بدست
 جو دل میں رکھتے ہو کہہ دو ابھی کروں انجام

تو کیون ہونا مہر تیز گام کی خواہش ہمارے دل میں ہے فیض کرام کی خواہش ہر ایک سے ہے جنہیں احترام کی خواہش یہی ہے ایک تری مستہام کی خواہش	تو تڑتار اگر یونہی آنے جانے کا کریم ناز کرم پر کرین تو ہمو غرض اب نئے بڑھکے چھوڑا ہے کون دنیا میں جو غیر بین وہ رہن غیر تو رہے اپنا
--	--

جلون نہ اب سے ہے شمشاد کی خوش آتی کہ ایک گل کرے اونے قیام کی خواہش	
---	--

روایت صادقہ صاومہ

مگر نہ امین نہیں کچھ قصور کی تخصیص جہاں میں میرے دل ناصبور کی تخصیص وہاں نہیں ہے ذرا نار و نور کی تخصیص نہ دیر و کعبہ کی شریں نہ طور کی تخصیص کہ دہری میں نہیں ہے غرور کی تخصیص تھارے دید میں روز نشور کی تخصیص کیسی دید میں کب ہے ظہور کی تخصیص مری سمجھ میں لگا دی فتور کی تخصیص کہ عفو میں ہے خداے غفور کی تخصیص نہ کوئی قید نہ اوس میں ضرور کی تخصیص شراب عشق میں کب تھی سرور کی تخصیص نہیں ہے بحر فنا میں عبور کی تخصیص	ترس کرم میں ہے تڑکیا دور کی تخصیص وفا ہے مام مگر شرط ہے بغیروں سے جمال یار کے جلوں کو پوچھو موسیٰ سے بھون کے دل میں رہتا ہے اوسکے ملنے میں کیا ہے آپکے حسن سلوک نے ثابت کوئی روز قیامت ہمارے نالوں سے صفا و قلب سے حاصل ہے سو جاب میں بھی خفا سے راز محبت جو تھا اونہیں منظور نہ ان بتوں سے کونکا کرد قصور معاف کرم کی اونے تنہا تو ہے مجھے لیکن خمار غم میں نہ کیون کٹی میری ساری عمر اور ہر جو اوتارے وہ پہونچے اور ہر در نہیں
---	---

نہیں ہے سینون میں کشفِ ثوب کی تخصیص
حصول مال میں ہے مکر و زور کی تخصیص
یہی ہے غلامین حور و قصور کی تخصیص
بچے پسند نہیں ہے حضور کی تخصیص
شکست دل میں لگی چور چور کی تخصیص
وہ حشر کب ہے کہ جس میں صورت کی تخصیص

مشاہدے سے ہے ہر مردہ و لکا حال عیان
فریبیوں کی تمول سے ہو گیا ثابت
بعافیت ہے بسیر یا ربوفا کے ساتھ
کبھی تو پیار سے تو بھی کہا کر و جھکو
جینا شعار وہ ایسا کہ اس کے حکم سے ہے
بیان تو روزِ قیامت ہے میرے نالوں سے



و ناپسند ہو گل و ہر شاہ شمشاد
پیری کی قید ہے اس میں نہ حور کی تخصیص



رویف ضا و مجہ

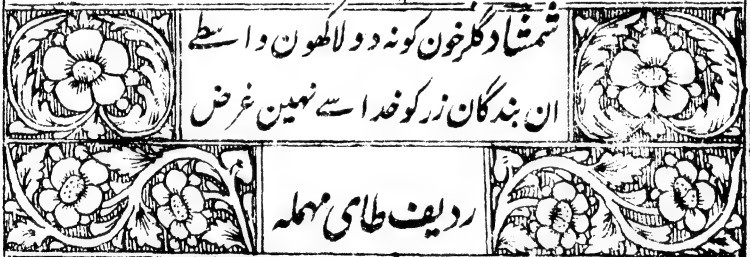


عاشق وہ میں کہ مجھ کو جفا سے نہیں غرض
اوسکو کیسی عرض و دعا سے نہیں غرض
مجھ کو کیسی بخل و سخا سے نہیں غرض
عاشق کو کچھ دعا و دوا سے نہیں غرض
ایسے مریض غم کو شفا سے نہیں غرض
کیونکر کون کہ دام بلا سے نہیں غرض
اوسکو ذرا بھی اپنی ثنا سے نہیں غرض
مجھ کو کیسی شرم و حیا سے نہیں غرض
کچھ غل چتر و بال ہما سے نہیں غرض
دل سے تو اور راہما سے نہیں غرض

دلبر وہ تو کہ مجھ کو وفا سے نہیں غرض
دوبے نیاز و مصلحت اندیش جز و کل
رکتا ہوں صبر و قناعت سے واسطہ
لذت فرا سے دردِ محبت اگر نہیں
تسکین فرا ہو جسکی عیادت کبھی کبھی
الجا ہوا ہوں زلف رسا کے خیال میں
جو اپنے حسنِ خلق سے ہر دل عزیز ہے
میں مچلا ہوں چاہیے معشوق چلبلا
کافی ہے مجھ کو سایہ دیوار آپ کا
تم تک یہ کیونکر مجھے پوچھائے گا ضرور

یوں تے ہین تیرے دل میں مجھ کے کج وہ
 ہم دیکھتے ہین روز جزا و سزا یہین
 رنگتا ہوا ہے ہاتھ جو ہر روز خون میں
 دنیا کے کارناموں میں جسکا ہونڈ کر خیر
 رنگ آنکھوں میں دل غم میں تیری ہر بولی
 بیدار اور عیش میں مصروف روز و شب
 میں دل سے کشتہ لڑ جان بخش یا رہوں
 جو میرے دل میں ہے، اوستے کرتا ہوں عرض
 تم غیر پر نہ ٹالو مری عرض مدعا
 یہ زہدان خشک نہ کیوں جو پر مرین

جنگو ذرا بھی نشو و نما سے نہیں غرض
 کچھ انتظار روز جزا سے نہیں غرض
 اوسکو ذرا بھی رنگ حنا سے نہیں غرض
 اوسکو کبھی بقا و فنا سے نہیں غرض
 ایتو مجھے نسیم و صبا سے نہیں غرض
 اونکو کیسے شور و بکا سے نہیں غرض
 اسی خضر مجکو آب بقا سے نہیں غرض
 مجھکو ذرا بھی جاو بجا سے نہیں غرض
 مجھکو کوئی تمھارے سوا سے نہیں غرض
 اسے شوخ اونکو ناز و ادا سے نہیں غرض



یاروں میں میرا تھا چرچا غلط
 بوالہوس سے عشق کا دعو غلط
 مجھ پر الزام اور پھر اتنا غلط
 جو کیا وہ تنے یا تقدیر نے
 جو میں وہ شوخ ہے کتنا دلیر

آپ فرماتے ہین تو اچھا غلط
 ہر صیبت ادسکی ستر پا غلط
 مینے کسکا ذکر کب چھیڑا غلط
 اس میں شکوہ اپنے دشمن کا غلط
 میرے منہ پر کھ گیا کیا کیا غلط

تو جو اس کے حق میں کہہ دے وہ بجا
 غیر نے آخر تمہیں رسوا کیا
 پھر اونہوں نے کل ہی کا وعدہ کیا
 ہو گیا ناصح کا سب کہنا صحیح
 ساغر اٹے ہیں گلابی چور چور
 ضعت جیتے ہو کہ ب ہتے نہیں
 تیر مرگان جب ترا زودلین ہیں
 بدگمانی کا برا ہو جس میں
 دل مرے پہلو میں بیشک آپکا
 غیر کی غفلت میں تم ہرگز نہ تھے
 خون میں لٹھری ہیں کسی جنگیان
 دل میں ہوا آنکھوں میں آتے ہی نہیں
 پہلے بے سوچے مجھے دینا تھا
 میرے دل نے اپنی حیرت کا سبب
 چشم دے سینے دیکھا آپکو
 جب نہیں تھا اسکے آنے کا یقین
 ہو گیا میرا گسان بد صحیح
 قیس تھا مجھ سے تھا فریاد ہی
 مجھ سے لڑنے میں نہیں تیرا قصور

کہ نہیں سکتا ترا شیدائے غلط
 نکلی میری پیش بینی کیا غلط
 ہونہیں سکتا غم فردا غلط
 دے جو کچھ مجھ کو سمجھا یا غلط
 میکرے پر ابر لہرایا غلط
 شب کو میرا شور جان فرسا غلط
 اب جگر کا ہے مجھے کھٹکا غلط
 تیرے حق میں جو خیال آیا غلط
 سینے او سکھدیا اپنا غلط
 جو سنا تھا سینے یا دیکھا غلط
 میرے دل کو غیر نے مسلا غلط
 دونوں میں کیونکر ہے یہ جھگڑا غلط
 دل دیا تو دیکھ بچھٹانا غلط
 عمر بھر سوچا مگر سوچا غلط
 آپکے دیدار میں دھوکا غلط
 سینے قاصد ہی کو دوڑایا غلط
 تینے پہلو سے مجھے ٹالا غلط
 ہو گئے وہ عشق میں رسوا غلط
 دشمنوں نے تجھ کو سمجھا یا غلط

ایک پروانہ جلا سکتی نہیں تصویر شمع
اے غزال حسن خوبی کیون ہے آہو گئے شمع
ہاتھ آئی مجھ مہوس کو عجیب اکسیر شمع
میرے دل میں ایک ذرہ بھی تھی تو قہر شمع
بے صدا ہر چند میں سب نالہ شکر شمع
شمع کی تنویر ہے پروانے کو تسخیر شمع

کیا بھائیں گے ترے عشاق کو جو دہری
حسن کی گرمی پسینہ لاتی ہے اسکا قصور
ہو گیا تیرا طوائی رنگ روشن ہوتے ہی
پر تو بیتی جانان نے کیا اسکو عزیز
دو دو دل سے رات بھر کھتے ہیں عالم کو سیاہ
کیون نہ حسن یار کے جانب دل سوزان کجی

کفر خون کی شکل کچھ ہے اور ہو جاتی ہے کچھ
بار ہا دیکھی ہے اے شمشاد یہ تاثیر شمع

ردیف غنیمت

کیسی دہان زخم نے جو سوزی زبان تیغ
جو ہر خط غبار میں پورا بیسان تیغ
ہر ابرو خمیدہ سے ظاہر ہے شان تیغ
ناحق ہی گردنوں کو ہے اونپر گمان تیغ
مقتل میں خاک لیں گوہ اب امتحان تیغ
ایک دل و جگر میں پڑے ہیں نشان تیغ
یاد و سیاہ ستون نے کوئی دکان تیغ
گو یا تری ہو میں ہیں حقیقت میں جان تیغ
تنہا نیام تیغ نہیں ہے مکان تیغ
دست ستم شمار میں ٹوٹا کسان تیغ

جو ہر سے بڑے نیل پڑے ہیں میان تیغ
کوٹھی میں پیلا ہے دہن میں زبان تیغ
مشرکان یا تیروں کے دستے سے کم نہیں
ابرو دی ولفریب کلید مراد دل
سب جان نثار جنبش ابرو سے کٹ مرے
مرت ہوئی کہ الفت ابرو میں جان دی
آنکھوں کے سامنے صف مشرکان آبدار
انکے اشاروں پر وہ چلا کرتی ہے مدام
ابرو کی شکل میں مرے دل میں ہے جلوہ گر
جنبش نے ابرو کے مراسر اوڑا دیا

وصف سنان میں خوشترکان کے شیفہ	ابر کے عاشقون میں سنی داستان تیغ
مقتل میں کام دستی ہیں شمشیر تیز کا	قاتل کی یہ بھین ہیں کہ ہیں تر جان تیغ
ترجی نگاہوں ابر و دفرکان سے ہے بیان	چہرہ نہیں ہے آبکا گویا ہے کان تیغ

اے گل عجب نہیں جو کین رشک سے رقیب	شمشاوی زبان ہے رشک زبان تیغ
-----------------------------------	-----------------------------

ردیف فا

ابھی تو میں ہوں شراب و کباب میں مصروف	مری بلا ہو حساب و کتاب میں مصروف
زمانہ فکر عذاب و ثواب میں مصروف	میں اپنے پاس نفس کے حساب میں مصروف
جسے لگا ہوا زمانے میں انتظار کا روگ	وہ کس طرح ہو کوئی آن خواب میں مصروف
صفین کھڑی ہیں جھکائے ہوئے تسلیم	وہ تیغ کھینچے ہوئے انتخاب میں مصروف
اوسے ستانہیں سکتا کبھی غم کو نین	ہوا ہے دل سے جو تیری جناب میں مصروف
فرد غ حسن عیان دو کرو پروردن سے	وہ لاکھ شکل سے فکر حجاب میں مصروف
وہ دلو کرتے ہیں آمادہ زار نالی پر	میں پردہ پوشی چشم پر آب میں مصروف
کبھی نہ بیٹھیں گے یہ آنسوؤں کے چھیٹوں سے	جو دیکھ شعلے ہوئے انتخاب میں مصروف
جسے خبر بھی نہ تھی کیسوں کے سودے سے	برنگ زلف ہے اب بیچ و تاب میں مصروف
ترے کرم سے ہے امن و امان کی جلوہ گری	انہیں فساد جو تو ہو عتاب میں مصروف

صنوبر آپ ہیں شمشاد آپ کا عاشق	یہ عند لیس کہ دن ہے بگیا آپ میں مصروف
-------------------------------	---------------------------------------

ایضاً

لوگ باغ و بہار میں مصروف
 شہر میں سب کو اپنی اپنی فکر
 وصل کی رات ختم ہوتی ہے
 ایک عالم ہے خواب غفلت میں
 آپ کو سینے میں جگہ دین سب
 راکھ کر دے گی نیکو سوزش غم
 میں تجھ کی بزم عشرت میں
 رحم نے کر دیئے گناہ معاف
 میں بہت ملتا ہوں لیکن تم
 دل دہی سے کبھی تو ہوتا تو

میں کسی گلزار میں مصروف
 میں ہوں یاد اریار میں مصروف
 آپ اپنے سنگار میں مصروف
 میں ترے انتظار میں مصروف
 آپ لکے نیکو شکار میں مصروف
 لوگ فکر مزار میں مصروف
 سب غم روزگار میں مصروف
 وہ ابھی تک شمار میں مصروف
 سخن ناگواری میں مصروف
 دیکھ مہر و قرار میں مصروف

کائنات پر لوٹے آپ کا سہمشاد
 آپ لطف بہار میں مصروف

روایات

یاد انسان کو اگر آجائے فطرت کا سبق
 میں سمجھ جاتا اگر اپنی حقیقت کا سبق
 ماحول پر بنے دو تم اپنی نصیحت کا سبق
 طاق پر رکھ دی ہے آزادی و زندگی کی کتاب
 روز محشر انبیاء و اولیاء و اصفیاء

بھول جائے اپنی ساری جاہ و ثروت کا سبق
 اہل کثرت کو بڑھاتا دم میں حدت کا سبق
 بیوتا نیکو نہیں اپنی طبیعت کا سبق
 دیدار ہا دل سے حب سے ریاضت کا سبق
 جہیز سے لین گے شفاعت کا سبق

روح ہستی پر ذرا فصل بہار آنے تو دو
 عرض کر دیتا ہوں ہنگام غضب بھی اونچ نیچ
 ظلم سہک بھی نہیں ہوتا ہے مجھے انحراف
 جو نکھونا تھا کھنوا یا سب تمہارے عشق میں
 کون ہے جو چارہ سازی میں لڑاو اپنی جان
 روتے روتے ہچکچایا بندہ جائیں نوین خاک پر
 بے محل کیوں چھیڑتے ہو تم دل مغموم کو
 رکھے گا ہر فقرہ اس کا حشر تک مستی میں چور
 گوشہ گیری کے فوائد پر وہ رکھتا ہوں عبور
 حسن سیرت پر اگر ڈالے ذرا گہری نظر
 پہلے تو تم کس دلیری سے ہوے اختیار کے
 اپنی تعلیم تحیر پر نہو کیوں مجھ کو ناز
 تیرے ابرو سے اوڑا یا خنجر بزان نے کاٹ
 باوہ گلزبان کے نفعون سے یہ واقعہ نہیں
 ماسخن تدبیر عقل چارہ گر بھی کند ہے

قیس و فرہاد آکے لین گے مجھے حشت کا سبق
 راستی نے دید یا یہ مجھ کو جرأت کا سبق
 میرے مذہب نے پڑھایا ہے یہ طاعت کا سبق
 پھر بھی مجھ کو یاد ہے اب تک مردوت کا سبق
 کسکو جا کر میں سناؤں اپنی شامت کا سبق
 سنلین قیس و کوہن جو میری حسرت کا سبق
 لیلیا ہے تنے کس سے یہ شرارت کا سبق
 دید یا پیر منان نے وہ قیامت کا سبق
 مجھے عتقانے لیا سو بار عزت کا سبق
 ہو بجائے آدمی سب اچھی صورت کا سبق
 اب سنا تے ہو مجھے آکر ندامت کا سبق
 محو میرے دل سے ہے ہر پنج درخت کا سبق
 تیرے مژگان سے لیا تیرے شوکت کا سبق
 پڑھ لیا واعظانے تنہا اسکے حرمت کا سبق
 رنجش یا ہم کا دغیہ ہے دقت کا سبق



ہو گئے شمشاد او سکے عشق میں زار و نزار
 نسترن لیتی ہی جس گل سے نزاکت کا سبق



ایضا



افشاں فشانے ہے میری شمع تربت کا سبق

اہل عشرت آکے لیلین اس عبرت کا سبق

بجز سے مینے لیا عز و فضیلت کا سبق
 راحت دارین کھوئی پڑھ کے غفلت کا سبق
 رات دن رشتا ہوں میں اونکی محبت کا سبق
 اور توجہ کچھ پڑھا تا نذر نسیان ہو گیا
 ہنس کے بولے سن چکے جب سنبھال دو غم
 نزع میں تلقین سے محکوم نہیں کچھ فائدہ
 وقت رخصت ہے سحر اب سو رہو آرام سے
 لذت قند مکر ر ملتی تیرے نام سے
 صحبتوں میں کامیابی ہے اگر مد نظر
 غیر کی تدبیر میں کیسی کیسی تک کر گئیں
 جس دم غم غم نے سوئے نموشی سیکھ لی
 سسل تربو جائیں و سیر تیرے ملنے کے طریق
 ذرہ ذرہ او کی فطری تربیت سے مستفید
 کونسی شے ہے جو اسکے ایک گوشہ میں نہیں
 انکی لذت سے جو ہو قند مکر کو خیر
 حرف حرف اگلی محبت کا سنا میں اضمین
 کیا غصہ ہے راز کی باتیں ہوئی جانی نہیں
 میرے منہ سے بات نکلی اور تم پر ہم ہوے
 نزع میں تلقین سے کیا یاد آئے گا انہیں

غیر نے حاصل کیا نوحہ سے ذلت کا سبق
 بھولتا پر بھی نہیں ہے بادشاہت کا سبق
 اسے مرے ناصح تو رہنے دے نصیحت کا سبق
 یاد ہے سارا دہستان محبت کا سبق
 وصل میں بھی یاد رکھتا تھے فرقت کا سبق
 یاد دلوا دے کوئی اونکو عیادت کا سبق
 رات بھر رتے رہو گے کیا اجازت کا سبق
 کاش لیتا پہلے میں بچپن میں کنت کا سبق
 اہل صورت یاد کر لیں حسن سیرت کا سبق
 لے گیا سبقت مری اتدیر قسمت کا سبق
 اور زکس نے لیا ہے مجھے حیرت کا سبق
 آدمی لیلین اگر اپنی زیارت کا سبق
 عالم امکان ہے سارا بسکی قدرت کا سبق
 عرش و کرسی لیلین میرے دل سے محبت کا سبق
 لیے تیری تلخ باتوں سے طلاوت کا سبق
 یاد کر لیتے جو وہ صاحب سلامت کا سبق
 کاش مجھ کو بھول جاتا تیری خلوت کا سبق
 تنے کس سے پڑھ لیا بیکار حجت کا سبق
 اہل غفلت نے پڑھا کس نے عبادت کا سبق

اوس گل ترکی گلی شمشاد کو بھولی نہیں
زابدون کو یاد ہے جس طرح جنت کا سبق

ردیف کاف تازی

غزل تہنیت تاجپوشی اعلیٰ حضرت والا قربت ملک معظ

اڈورڈ ہفتہ ادا م اللہ ملکہ

رعایا کی یہ گرم جوشی مبارک
مسرت میں ہو بادہ نوشی مبارک
عدو کے لیے سرفروشی مبارک
ادب سے گلون کو خموشی مبارک
محبون کو ہوا حق نیوشی مبارک
تحمین حاکمو عدل کو شی مبارک

شہنشاہ کو تاجپوشی مبارک
جو برپا ہے یہ آج جشن شہانہ
چمکتی رہے تیری تیغ جلاات
مبارک ہو بلبیل تجھے نعمہ سنجی
عدو کے ہمیشہ رہیں کان بہرے
عروج مراتب رہے روز افزون

مبارک ہو شمشاد کو مدح خوانی
طبیعت کو دالاسر وشی مبارک

نچکو بھی گھورتی ہے قضا سے پاؤں تک
پھیلا رہے ہیں دام بلا سے پاؤں تک
ہے دل غل غم مرا سے پاؤں تک
مینے اوسے بھی دیکھ لیا سے پاؤں تک
واللہ تو ہے شان خدا سے پاؤں تک

دیکھی جو سینے تیری ادا سے پاؤں تک
پہونچاتے ہیں وہ زلف رسا سے پاؤں تک
سونہ الم نے دی ہے سزا سے پاؤں تک
نسبت تمہارے قدر سے قیامت کو کچھ نہیں
دلکش جوہر ادا ہے تو ہر عضو و لغویہ

وہ بھی بھینی بھینی بوکا ہے دلدادہ جان بلب
 او کو شب وصال بہت کچھ کیا ہے شوخ
 تاثیر اس کند سے اب ہو چکی رہا
 سوزِ درون نے جھگو بھی بزمِ رقیب میں
 وہ آئے اور کرتے ہیں اخلاص سے کلام
 لیلیٰ کی آنکھ ہو نٹھتے شیریں کے دلفریب
 میری ذرا سی چھیر میں کھل کھیلینِ خیال
 گو یا ہر ایک عضو بنا مجھ سے پوچھ کر
 شانے کے دانت کھٹے ہوں جو تو او لڑھکڑے
 دل میں جو شوخیان ہیں وہ بخی رہی کی کب
 اسے جان باندہ دے مرے تارِ نگاہ سے
 عاشق کو تیرے کیا سرو پا کی خبر رہے
 بیشک ہو اعتدالِ حقیقی کی تم مثال
 سر پر عمامہ شملہ دستارِ تاقِ دم
 کیون او سکا سینہ غیرتِ شمس و قمر نہو
 ماتم میں کسکے ہیں وہ سراپا غم و الم
 اسے سرواؤسکے قد سے تو گرجا زمین میں

پھولوں کے گنے پنے ہو کیا سر سے پاؤں تک
 پھر بھی ٹپک رہی ہے حیا سر سے پاؤں تک
 پٹی ہے میری آہ رسا سر سے پاؤں تک
 مانند شمع چھونکدیا سر سے پاؤں تک
 گویا اثر تھی میری دعا سر سے پاؤں تک
 تم میں ہے دلبری کی ادا سر سے پاؤں تک
 کیونکر نہ جھپے اونکی حیا سر سے پاؤں تک
 تو جھگو یوں پسند ہوا سر سے پاؤں تک
 اسے زلف تو ہے ایک ہلکا سر سے پاؤں تک
 مانا کہ تم ہو شرم و حیا سر سے پاؤں تک
 کھل کر چلی ہے زلف رسا سر سے پاؤں تک
 سب عضو تیرے ہو شر با سر سے پاؤں تک
 ہر عضو میں بھاپ لیا سر سے پاؤں تک
 لینے ہے شیخ مکر و دیا سر سے پاؤں تک
 جسکے ہیں عضو نور خدا سر سے پاؤں تک
 کبھری ہے اونکی زلف و تاسا سر سے پاؤں تک
 طوبی تو آب آب ہو اسر سے پاؤں تک



شمشاد و جھگو کس کے سراپا کی دہن بندھی
 کس فکر میں تو ڈوب گیا سر سے پاؤں تک



ردیف کاف فارسی

کیا بتاؤں وہ بری پیکر ہو ایک الگ
 عشق میں مذہب ہے میرا سبک مذہب الگ
 میں شراب عشق کا کوثر کے پیاسے وہ رہے
 یہ حلاوت ہے کہ جب وہ چاہتا ہے دے جو آ
 بھوکتی ہے عاشق و معشوق کو ایک لگ میں
 میرے طالع میں لیا جاتا ہے جگہ سے حساب
 دل جو سینے سے گیا کس طرح آئے لوٹ کر
 رشک وہ شے ہے کہ خواہش ہے یہ ہنگام وصال
 جسکو اس میں شک ہو دیکھ آنکھوں سے طلوع نہیں
 ہے فراق یا رمہ پیکر میں اتنی تیرگی
 صبر رخصت ہو گیا باطن کی طاقت گنت گئی
 دیکھے ان آنکھوں سے مہ رویوں کے لاکھوں سنگی
 پیش کرنا ہے مجھے اک ماہ سے تقریب وصل
 دل جو درس عشق میں جھپکے ہو سینے سے جدا
 غیر میری طرح نقد دل کرے گا کیا شمار
 مات رہتا ہوں میں اس کی شوخیوں سے رات دن
 آپ ہی اپنی نگاہوں میں وہ ہو جاتے ہیں خوار
 غیر کا یہ راز سر بستہ کبھی کہلتا نہیں

اپنے آپے میں نہیں میں ہوا جسے الگ
 اوکی خواہش کا ہوں بنہ اپنے مطلب الگ
 مشرب ہا دھارندوں کے مشرب الگ
 حرف ہوتا ہی نہیں ہے یا رکے الگ
 عشق کی تب میں حرارت ہی ہر اک ہے الگ
 ہوتی ہے فوراً سعادت سعد کو کہ الگ
 روح کب آتی ہے جب ہوتی ہو قابل الگ
 اپنے سے میں آپ ہو جاتا کئی ہے الگ
 رہتے اصل و فرع میں تیرے معذب الگ
 چاندنی ہر روز رہتی ہے مری نسبت الگ
 وہ نگار روح افزا ہو گیا جب سے الگ
 ایک آرائش نہ پائی آپ کی چہیت الگ
 اب کہاں کہن قمر ہو برج عقرب الگ
 بدجلین لڑکے کیے جاتے ہیں مکتب الگ
 مسکات جہ نہیں کرتا کبھی دے الگ
 بچ کیا کرتا ہے اوپر ہٹ کر ادب الگ
 کام جو کرنے میں اپنے اپنے منصب الگ
 مجھے کر دیتا ہے ملک کیسے کرتے الگ

اپنے آبا کی جو سادی چال پر بہن نذر اونکی خوشنودی اگر منظور ہے وقت عتاب میر ہی ایسی کہتے تھے کیوں لگا کھنے خلاف	مجھ کو خالق رکھے اوس قوم مہذب الگ ہم کو رہنا چاہیے اونکے ساتھ الگ کھدیا کچھ غیر نے تیرے مخاطب الگ
--	---

کلشن ایجاد میں شمشاد جتنے بھول ہیں کوئی بھی ان میں نہیں ہے میرے مذہب الگ	
---	--

رذیفہ لام	
-----------	--

تم اور سمجھو مجھے اپنے پیار کے قابل مجھے سمجھتے ہو غزو و قار کے قابل تمہارے ناز ہمارے اوتھانے کے لائق نہ اوتھینگے ترے کوچ سے جان جلے تو جا ہیں ہو کیلئے روز شمار کا کھنکا مجھے ہے شکر محبت تمہیں ہے مسحی سن ہمیں کو چاہئے والوں میں کیوں چٹانے کرے وہ شوق سے نگین میر خون میں ہاتھ ہمارے داغ جگر پر شمار فصل بہار تو اپنے غم پر اسے وار یا ستم پر دار جگر کے داغ جو آئے ہوئے تو خوب ہوا ستم ہے اوسکو کیا چاہتا ہوں نہیں اپنا نہ جستم کم سے کوئی دیکھے میرے ہاتھ کے گل	کہودہ بات جو ہو اعتبار کے قابل بھلا یہ بات ہے کب اعتبار کے قابل ہماری جان تمہارے شمار کے قابل یہ گلزمین ہے ہمارے مزار کے قابل ہمارے جرم نہیں جنتیار کے قابل یہ دونوں نشے نہیں ہیں تار کے قابل ہمیں تھے کیا ستم روزگار کے قابل یہی خانا ہے اگر اس نگار کے قابل نگاہ چاہیے اس لالہ زار کے قابل یہ نقد جان ہے ترے ہی شمار کے قابل یہی بہار ہے اس لالہ زار کے قابل وفا کا نقش نہیں جس نگار کے قابل یہ پھول ہیں کسی گار کے ہار کے قابل
---	---

وہ بیچتے جو سر زلفِ یار کے قابل
 تمہارے لطف ہیں سیٹا رہا کے قابل
 نہیں یہ فعل ترے راہوار کے قابل
 وہ خال ہے جو رخِ گلنڈا کے قابل
 یہ کام ہیں مرے لیل و نہار کے قابل
 ہر ایک سر نہیں درِ رخسار کے قابل
 یہ حادثہ تو تھا انتشار کے قابل
 نہیں ہے کوئی بھی چو الٰہی کے قابل
 تمہاری شکل نہیں ہے نکہار کے قابل
 نہیں یہ جبر مرے اختیار کے قابل
 کہ مجھ میں تاب نہیں انتظار کے قابل

پڑے ہیں صلح کی تقریر میں نصیبوں سے
 یہ کیا کہ بوسہ تو دوا یک گالیان لاکھوں
 ہلال بنکے سرِ چرخ بھی جو چکے تو کیا
 ہم اپنی آنکھ کی پتلی سمجھتے ہیں اوسکو
 اگنوں میں شام سے تارے سحر سے تنکے چنوں
 مجھے تو نشہ وحدت میں چور رہنے دو
 وہ میرے سوگ میں بکھرتے ہیں عبث نصیب
 جگر کے داغ محبت میں دیکھ کر بولے
 تمہارے حسنِ خدا داد پر بناؤ نثار
 ستم اٹھاؤں رقیبوں کے اوصیر کر دوں
 خدا کے واسطے صورت دکھا دو اب محکمو



تو اپنے وصف کو شمشاد ہی سن اے گل
 یہ نغمہ ہے ادسی رشک ہزار کے قابل



لیکن کسی کا دل نہ کفِ پات سے مل کے چل
 ان راہو نہیں نہ جائے سے باہر کل کے چل
 لیکن وقایہ ہیں کوئی راہ چل کے چل
 اے اشکِ بے راہ نہ آکھوں ڈھل کے چل
 سوزِ تپِ فراق میں تو بھی کھل کے چل
 سینے کہا جو دل سے ذرا سا بہل کے چل

اٹھلا کے چل کہ ناز سے چل یا سنبھل کے چل
 اے مستِ ناز ظلم و ستم میں سنبھل کے چل
 جو روحِ جنائین سے تو آگے نکل کے چل
 آغوشِ مافیت سے یہ گوارے کم نہیں
 جل بچھ کے لگائی مرے میتِ احزن کی شمع
 دیکھا ہے کس غضب سے مجھے تیری بزم میں

اب کوئی اور بھیس یہاں بدل کے چل
 اسی مست جام کبر نہ اتنا اچھل کے چل
 بزمِ عدو سے شمعِ صفتِ خوب چل کے چل
 اسے روٹھے راہ راہ سے چل یا چل کے چل
 اے طفلِ شک کس نے کہا تھا چل کے چل
 مجھے نہ داؤدِ مکر و فریب و دغل کے چل
 ہو جس جگہ فساد و ہان سے تو ٹل کے چل
 وہ غیظِ مین بکائیں تو دلمین ہل کے چل
 کتا ہے شوقِ دیدِ ذرا سا ٹل کے چل
 سرخوشی کی طرح نہ خم سے ابل کے چل

دنیا میں تین رنگ دکھائے ہزار روپ
 نگر کی آسمان سے لینا پڑی تجھے
 ایامی سوزِ اشک ہے دامن کو تھام کے
 لیجاؤ نگاہِ ضرور منا کر مین اپنے ساتھ
 آغوشِ چشم اب نہیں ہوگی تجھے نصیب
 مین سادہ دل ہوں نزدِ محبت میں کربین
 ہے ہر سلوک مین یہ سلاست و می کی چال
 کتنا ہی بے قصور ہو یا منہ رکا ہو تو
 ناصح کا حکم ہے کہ بجا اوس گلی کی سمت
 کم ظرف سب کہیں گے اے مستِ کبر و ناز



ایسی غزل سنا کہ سخنِ سخنین ہو دھوم
 شمشادِ بزمِ شعر سے تو پھول پھل کے چل



وہی تھا بڑا انقلابِ اولِ اول
 ہو پیش میرا حسابِ اولِ اول
 میری جان تیرا حسابِ اولِ اول
 پلائی جو تو نے شرابِ اولِ اول
 جو پی شیخ نے اسی جنابِ اولِ اول
 یہ لوٹا ہے تنے ثوابِ اولِ اول
 بنا عشق کا جب نصابِ اولِ اول

جب اولیٰ تھی منے نقابِ اولِ اول
 بس اب نامہ روزِ محشر کا سمجھو
 مرے بخت کا آخری فیصلہ تھا
 ازل کی وہ مستی ابد تک نہ اوتری
 سمجھے ہیں ہم رند ساغر کی تلچھٹ
 سری جان لی تنے پھلی ادا میں
 مسلم ہو امین ہی تجویز پہلے

مرے دل کی پہلے پہل رونمائی
 وہ میری عیادت میں پہلے قدم پر
 پڑا یاد دے کتابی کسیکا
 اد نہیں کی توجہ کے لائے پڑے ہیں
 اوڑتے ہیں شوخی سے وہ چشکون پر
 اوڑا لیکیا بو پسینے سے تیرے
 جلاتی ہے اب دود تیری گلی سے
 شب وصل کیسوں نے سلجھا دیے سب
 وہ تھی خاکِ تربت مجھی خستہ جان کی
 ہو اقیس دودن سے مشہور مجنون
 پڑے گور میں بیخبر سو رہے ہیں
 غضب کی وہ طاریاں کر رہے ہیں
 گئے جو عدم کو تھاری گلی سے
 نظر پہلے رکھ لیتجہ کے جانب
 ترے آتشیں رخ کی شہرت تو اب ہو
 ستم آج بے عذر سہتا ہوں لاکھوں
 مرے قتل پر رشک ہے آج جسکو
 وہ اب وصل کی آپ کرتے ہیں خواہش
 فریبِ نسا کا ہے پہلا مقسم

کسیکا وہ جوشِ شباب اول اول
 لگے کہنے ہے یہ عذاب اول اول
 جو مکتب میں دیکھی کتاب اول اول
 جو تھے ملتفت بے حساب اول اول
 جنہیں تھا بہت کچھ حجاب اول اول
 ہوئی یوں نودِ گلاب اول اول
 یہی دھوپ تھی ماہتاب اول اول
 جو کچھ دلمین تھے تیجِ وقاب اول اول
 تری جسے چومی رکاب اول اول
 ملا تھا مجھے یہ خطاب اول اول
 تھا جلی آنکھوں میں خواب اول اول
 تھا خاکِ منہ میں جواب اول اول
 کیا گور میں پا تراب اول اول
 نہ ہر کام میں کرتا ب اول اول
 مراد ل ہوا تھا کباب اول اول
 گراں تھا تھا اعتبار اول اول
 ہوا تھا وہی انتخاب اول اول
 جھین اس میں تھا اضطراب اول اول
 نکالا ہے جسے خضاب اول اول

جنین آج یورپ سمجھتا ہے وحشی | یہی تھے فضیلت مآب ول اول



وہ جو بن ہیں شمشاد اکھونین پھرتے
جو ادھر سے تھے مثل جباب ول اول



رویف میم



گو یا کہ واسطہ نہیں رکھتے خدا سے ہم
اچھے ہوئے نہونگے کسی کی دوا سے ہم
مر جائینگے اونیہیں میں کسی کی قضا سے ہم
تعبیر اوسکو کرتے ہیں روز جزا سے ہم
جبے غور خطاب ہوئے تھے خطا سے ہم
جتنا کہ تنگ ہیں تری شرم دیا سے ہم
ڈرتے ہیں اوسکے ہاتھ کے رنگ حنا سے ہم
مضمون ڈھونڈ لائے دیا ر فنا سے ہم
کیون قتل کر دیے گئے تیغ جفا سے ہم
دیتے رہے ہیں دلو برابر دلا سے ہم
حرف جبین کو پڑھنے لگے نقش پا سے ہم
گھبرا کے بھاگنے لگے نام و فاس سے ہم
کرتے ہیں شکوے اپنی ہی آہ رسا سے ہم
سنگ آگے ہیں اپنے دل بتلا سے ہم
زندہ ہوئے تھے یا تری جس ادا سے ہم

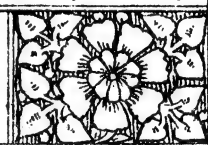
یون قتل کر دیے گئے تیغ ادا سے ہم
تیرے مریض ہیں تو سن اے غیر تسبیح
کرتے ہیں وہ جو غول میدان کا حساب
جسدن وہ چھپرتے ہیں حساب نیاز و ناز
اوسوقت بیگنا ہوئی صورت تھی میدنی
فرقت میں بھی تھی کبھی تکلیف اسقدر
شبخون کی فکر میں ہے سیاہی کا منتظر
جب حد سے بڑھائی ہیں صفت کم کی فکر
آخر و فاین پہننے کیا کو نسا تصور
تکلیف میں بھی پاؤں نہ ڈگنے دیے کبھی
تم چھپکے ہم سے جانیں سکتے کسی جگہ
اتنی سزائیں جرم و فاجر ہیں ملین
اوس رشاک گل کو مضطر و بیتا بے یکمکر
ہوتا ہے روز لا کھون بلاؤں کا سامنا
افسوس ہے اوس نے کیا پھر ہمیں شہید

کچھ اور کام رکھتے نہیں ماسوا سے ہم
 نالان ہین اپنے دل کی شور و بکا سے ہم
 اسے بت بھی کو جانتے ہین ابھ اسے ہم
 کیا دل کی کہتے دخت رز بیجا سے ہم
 لائے ہین اپنے دل کو بڑی التجا سے ہم
 عبرت میں آگئے ہین تمھاری عطا سے ہم
 ڈرتے نہیں ہین عشق کے کربِ بلا سے ہم

ہین محو تیری یاد میں اتنا تو ہے لگاؤ
 اد نکلے تو جو ستم ہوے ہمیر ہوے مگر
 تیری جفا و فاسے نہیں رکھتے کچھ غرض
 اوس نے تو منہ لگاتے ہی مدھوش کر دیا
 ایسا نہو کہ پھر کمین کر دو اسے اوجاٹ
 بوسہ دیا کیسکو تو گالی کیسکو دی
 تیغ ادا سے آپ کرین شوق سے شہید



اوس گلبدن کی زلفِ معنبر کی بونگھاے
 شمشاد جانتے ہین یہ بادِ صبا سے ہم



ردیفِ نون



بقا کو عینِ فنا میں دکھائے دیتے ہین
 ہم اپنی ساری کھانی سنائے دیتے ہین
 نظر کو حسن کے شعلے جلانے دیتے ہین
 جو اپنے پاس سے ہلکا اوٹھائے دیتے ہین
 نظر سے آپ ہین کیوں گرائے دیتے ہین
 کوئی تو آ کے سکے ہم منائے دیتے ہین
 ہم ایک فقرے میں ان کو نہسائے دیتے ہین
 ہر ن بھی راہ میں آنکھیں پھیلے دیتے ہین

ہم اپنی ہستی و بھی منائے دیتے ہین
 یقین آئے او نہیں یا نہ آئے الفت کا
 نگاہِ بحر کے او نہیں ہائے کس طرح دیکھوں
 ہمارے دل میں ہی جکے بیٹھے ہیں صلاب
 خفایِ راز میں دے دے ہین ہمتو آنسو تک
 وہ روٹھے کیا کہ زمانہ ہی ہو گیا برہم
 جو منہ پھلائے ہین صورت بنا ئے ہین رُنی
 وہ شوخ چہنم ٹپکنے کو ہے تو میری طرح

مجھے سرور ہو کیا بزم عیش و عشرت میں
 حجاب تکو جو ہو آرزو سے پہنان سے
 نبوت قتل نہوگا ہمارے قاتل پر
 خدا کے واسطے بول مجھے تیرے قریب
 دو باتین کر لو ذرا ملگے ہو موقع سے
 وہ اپنی آنکھوں کے متوالے پر ہوئے برہم
 ستم یہ ہے کہ انہیں نے مٹا دیا مجھکو
 جو سامنے سے نہ اک لمحہ ہٹتے دیتے تھے
 بگڑتے ہیں جو وہ بیوجہ بھی کبھی مجھے
 تمہیں جو ملکیت حسن ہو گئی حاصل
 کہا ہے ہنسنے جو تھے قریب کے حق میں
 اوٹھا کے تیغ یہ کہتا ہے ناز سے ظالم
 جو صلح کرتے ہو رکھو مزاج کو ٹھنڈا
 ہزار راز دلی تم چھپاتے ہو مجھے

تصورات کیسے رولائے دیتے ہیں
 تو اپنے دل سے اسے بھی ہٹائے دیتے ہیں
 لہو کے داغ انہیں ہم ہٹائے دیتے ہیں
 دل و جگر کو مرے تلمکائے دیتے ہیں
 نگاہ غیر او سے ہم بچائے دیتے ہیں
 تو جام زہر ہلا ہلا ہلائے دیتے ہیں
 جو آج سوگ میں آنسو بہائے دیتے ہیں
 وہ آج مٹی میں ہلو ملائے دیتے ہیں
 او نہیں کا ساتھ لے بیٹھے پرائے دیتے ہیں
 ہم اپنے عشق کا سکھ جائے دیتے ہیں
 وہ ملگیا تو ابھی ہم دکھائے دیتے ہیں
 کسی کی بگڑی ہوئی ہم بنائے دیتے ہیں
 یہ گرم فقرے مراد مل جائے دیتے ہیں
 تمہارے غم سے مجھے سبٹائے دیتے ہیں



جو ایک سر دامن بوسے روٹھے ہیں شمشاد
 تمام گلبدنوں کو رولائے دیتے ہیں



وہ ہمسے آپ ہی آنکھیں لڑائے دیتے ہیں
 جو کچھ حجاب ہے وہ بھی اوٹھائے دیتے ہیں
 رقیب کو ابھی ٹھوکر کھلائے دیتے ہیں

رقیب دیکھ تجھے ہم دکھائے دیتے ہیں
 پتے پتے کی تمہیں ہم سنائے دیتے ہیں
 تری گلی میں قدم ہم جمائے دیتے ہیں

حیا و شرم نہیں جسکی آنکھوں میں اصلا
 عدو سے رازِ دل کیسے پرہیز آ مادہ
 مجھے جو کہتے ہیں فرہاد و قیس الفت میں
 یہ کہتے اونسے کیا اونکی سادگی کا وصف
 اوٹھاکے جامِ مئے لعل ناز سے بوسے
 انھین نے تشنہ دیدار ہکومار ہے
 وہاں تو ہوتی نہیں سو میں ایک بھی مقبول
 اداسے جنبشِ ابرو سے بات کرنے میں
 ہم اپنے عشق کو اب فاش کر کے دنیا میں
 پیٹ کے لیلو نہیں جرات سے کس طرح بوسہ
 اکی سوٹھکے کا ننا ہونا صحو کی زبان
 ہمارے رنگ کی زردی ہمارے سوکھے ہونٹ
 کسی کا ہاتھ سنورنے میں بال کرتے ہیں شیل
 وہ جان نثار ہیں ہم ہی جو تم کو ہمسے
 ملو گے غیر کے ہمراہ تو غضب ہو گا

ستم ہے اوس سہم آنکھیں لڑاؤ دیتے ہیں
 وہ سوتے قنوں کو ناسخ جگائے دیتے ہیں
 وہ میری شانِ محبت گھٹائے دیتے ہیں
 کہ بیٹھے بیٹھے وہ زیرِ بڑھائے دیتے ہیں
 ہم اپنی آنکھوں کا جادو جگائے دیتے ہیں
 جو اپنی آنکھوں سے دریا بہائے دیتے ہیں
 یہاں زبانِ دما سے تھکائے دیتے ہیں
 دل و جگر کے وہ پرزے اوڑھائے دیتے ہیں
 تمہارے حسن کا ڈھکا بجائے دیتے ہیں
 بدل کے تیوری وہ ہمت ہرائے دیتے ہیں
 ہمارے سر کو یہ ناسخ دکھائے دیتے ہیں
 ہماری حالتِ دل سب تباہائے دیتے ہیں
 کسی کو دامِ بلا میں پھنسائے دیتے ہیں
 ہتھیلی پر ابھی سر سونجائے دیتے ہیں
 خیال ہی میں ہم آفت چمکائے دیتے ہیں



سہم ناز سے شمشادِ دل فسر وہ کا
 گل مراد وہ دم میں کھلائے دیتے ہیں



افت کے دم قدم سے مرے پاس کیا نہیں
 لیکن نہ سننے میں بھی تواو سکے مزا نہیں

وحشت نہیں الم نہیں آہو کیا نہیں
 مانا کہ پندِ ناصحِ مشفق بجا نہیں

دکھا جو عرب حسن سے مین بولتا نہیں
 آنکھیں جو تیری دید سے محروم ہیں کیا
 اغیار پر کرم کے سوا اسے ستم شعار
 فرقت میں ابوترے سوا اسے خیال یار
 اسے شمعِ خطرِ غلہ سے تو ہاتھ دھو کے بیٹھ
 اپنے ہی عربِ عکسِ ناہن میانِ غیر
 ہنگام سیر ایک قیامت بپا ہوئی
 مین تو تمام اپنی کمانی سنا گیا
 رہ رہ کے کیوں جھجکے وہ کہتے ہیں ناز سے
 کیا کیا کیے حجاب پریزا دون نے مگر
 غصے میں دیکھ کر جو ہوا جھکوا انتشار
 کس طرح اوسکے راز دلی پر ہوا اطلاع
 تم تو نہ ایسی بات کہو جس سے دل دھکے
 شرم و محال کس سے کروں تجھ کو پاک کے مین
 انداز سب حسینوں کے مین دکھائی مطلق
 ہمت بلند چاہیے افلاس ہو تو ہو
 مجھوں میں طعیب جو بنتے ہیں چارہ گر
 اک بات میری سینے نہ کچھ خون کیجیے
 جیسی کہ میری جرمِ محبت میں تو نے کی

توڑا سکوت کیلکے کہ چپ مین مزا نہیں
 دل سے ترا خیال کسی دم جدا نہیں
 تیری کوئی جفا مرے حق میں جفا نہیں
 مونس نہیں انیس نہیں آشنا نہیں
 بوسے ریاسے پاک تر ابو ریا نہیں
 اچھا اگر ہو آپ تو کوئی بُرا نہیں
 دو کام بھی وہ فتنہ دور ان چلا نہیں
 کہتے ہیں آپ ناز سے مینے سنا نہیں
 تیرے سوا تو کوئی یہاں بچا نہیں
 میری نگاہِ شمع سے کوئی بچا نہیں
 کس ناز سے کہا کہ مین تجھے جفا نہیں
 موقع کی بات پر وہ ذرا بولتا نہیں
 غیر و نکی چھڑ جھاڑ کا تسے گلہ نہیں
 تیرے سوا تو جھکو کوئی سو جھتا نہیں
 لیکن کیسے ناز میں تیری ادا نہیں
 دولت ہے سب فضول جو دلیں عطا نہیں
 عیسے کے پاس میرے مرض کی دوا نہیں
 جو آب سوچتے ہیں مراد عا نہیں
 دیکھی ہے ایسی مینے کیسی سزا نہیں

ایسی بڑھی ہین یار کی بے التفاتیان مجھے نہ اٹھینگی یہ تری بے نیازیاں سارے فریب میں کیے رفتہ رفتہ دور	جیسی مرے غمون کی کوئی انتہا نہیں اسے بت یہ جان لے تو کس کا خدائیں حیلہ لحاظ و شرم کا اب تک گیا نہیں
---	---

شمشاد او سکے جو رجفاسے ہے و فکر	جس گلدن میں نام کو بوسے وفا نہیں
---------------------------------	----------------------------------

ہمیں تمہارے ستم سے ملال کچھ بھی نہیں جو تیری یاد میں گزرے وہی گھڑی ہو گھڑی جنوں عشق میں جو رجفاسے کیسی تیز اگر حسین ہو انداز دلبری سیکھو میں اپنے حال کی کس طرح کھینچوں تصویر ملا کے خاک میں تربت کی خاک ڈرا کے کما ہمارے خون سے ہوئی مچی ہے مقل میں نہو کوئی چین دہر میں کبھی بے فیض مزا یہ ہے کہ من و تو کا وہم تک نہ رہے وہاں بھی حسن دکھاتا ہے اپنی جیب تختی وہ خود سمجھکے کرین میری آرزو دلوری ہمیں دکھائیے جو ہر ادا شناسی کے دلیر کیوں نہ ہوں مدہوش بادہ عشرت جو بات منہ سے کہو وہ نتیجہ خیز کہو	تمہارے جو رجفاسے کا خیال کچھ بھی نہیں نہیں تو عمر کے سب ماہ و سال کچھ بھی نہیں وہ اس میں جو تھا اختلال کچھ بھی نہیں جو بے کمال ہو ایسا جمال کچھ بھی نہیں ترے ستم کی تو پوری مثال کچھ بھی نہیں جو اس طرح بھی نہو با جمال کچھ بھی نہیں نہیں سہی اگر اوڑنا کمال کچھ بھی نہیں جو بے ثمر ہے ایسا نال کچھ بھی نہیں دوئی کے ساتھ اگر ہو وصال کچھ بھی نہیں جہاں پہننے کو کچھ اٹ شال کچھ بھی نہیں ہر ایک امر میں اسے سوال کچھ بھی نہیں کسین گے آپ سے ہم دل کا حال کچھ بھی نہیں گناہ حد سے سواہین و بال کچھ بھی نہیں جو صرف بدل ہو ایسا کمال کچھ بھی نہیں
--	--

زمانہ جس سے ہونا خوشیہ چال کچھ بھی نہیں
یہ وہ غرض ہے کہ جسکا مال کچھ بھی نہیں
نہیں تو دل مرے آگے ہوا ل کچھ بھی نہیں
مری نظریں وہ مثل سفال کچھ بھی نہیں
مگر گناہ سے ہوا انفعال کچھ بھی نہیں
جفا و جور کا جاہ و جلال کچھ بھی نہیں
عیان ہے بدر کے آگے ہمال کچھ بھی نہیں
مساملہ ہے درست اس میں چال کچھ بھی نہیں
نہ کوئی مات نہ کوئی ظلال کچھ بھی نہیں
یہ ہے وہ دیگ کہ صبر و اہل کچھ بھی نہیں

عزیز دل رہو ایسا سلوک سب سے کرو
جفا شعاروں سے امید رحم ہا می ستم
جو او میں راز ہے وہ جان سے سوا ہر عزیز
عزیز جان سے رکھتے ہیں جسکو اہل دول
کبھی جفاؤں کا شکوہ کبھی ستم کا کلمہ
دلوں میں سب کے ہٹا سُن خلق کا سکہ
صفت کمال ہے شہرت تو کوئی چیز نہیں
ادا سے دیکھو نذرانہ نقد دل لیلو
پھنسا لے رہتے ہیں شطرنج و گجندہ میں انھیں
رقیب چھیڑے بھی جوش میں نہیں آتا



میں گلستانِ سخن کا ہون خوشنما مشاد



خزان سے مجھ میں نمایاں زوال کچھ بھی نہیں

لطف کیا دیتی مجھے کالی کٹا برسات میں
ٹھنڈی ٹھنڈی جلتی ہے جسم ہوا برسات میں
ابر میرے حال پر کچھ رو گیا برسات میں
کون میکش میکش سے چل بسا برسات میں
نذر میخانہ ہوا جو کچھ ملا برسات میں
آتش گل کا شرارہ بنگیا برسات میں
دھانی پڑوین نہ سیر گل کو جا برسات میں

تم تھے پہلو میں جب اسے نقارسات میں
سرد آہوں سے غمِ فرقت میں دیا ہوا اب
دردِ فرقت میں کسی نے دردِ مندی کچھ نکلی
روتے چلاتے ہیں ابرو سے باہم کس لیے
ہاں او سپ بھی نیالی دستِ ساقی سے شراب
باغ یہ سرگرمِ زہرست ہے کہ جو جگنو اوڑا
سانوئی پر اوس بڑ جائیگی ای جانِ جہان

ہاتھ گھر سے سج اگر ہوئے تو میرے خون سے
 کون ساون گا کے کرتا بادہ عشرت مست
 سبزہ و آب روان ابرسیہ سامان یہ
 دہانی شیشے سے نکل آئی جواک گلگون پری
 سبز تھاروی زمین کالی گھٹا بھی چھا گئی
 میکشی بے پردہ کرتے ٹھکڑا آتی تھی جو نرم
 مین جو ساقی کو اوڑالا یا رقیب روسیہ
 آنسوؤں نے جھاڑ باندھادیہ سے بہ نکلتے تو کیا
 پی گیا ساغر کے ساغر دل ہر اہل تک نہیں
 میکشی کے خود بخود سامان ہوتے ہیں ہم
 خوب بادل کی گرج سے رات بھر سہا کیے
 وہن تو مسجد کی بندھی تھی میکدے جاتے ہیں ہم
 ضبط کب تک آنسوؤں کی باندہ دیتا ہوں چھری
 سبزہ ہے آب وان ہے یا رہے ساغر کف
 مومون مین پردہ پوش میکشی کوئی نہیں
 خون دل رور و کے مین پیتا ہوں تو ہنس کر ترزا
 ضبط آہ و گریہ فرقت مین کروں مین کس طرح
 پھول پھل سے تلیوں سے خوشنما گل بوٹوں سے
 میری آنکھوں نے لگا کر روز ساون کی چھری

رنگ ہلکا دلی اسے ظالم خا برسات مین
 بے ترے کس طرح جھولا جھولتا برسات مین
 مین بھلاوا عظمیٰ کیو نہ کرنا تباہ برسات مین
 میری توبہ پر بھی پانی پھر گیا برسات مین
 رنگ میخوار و نکا اچھا جھل گیا برسات مین
 میکدے پر چھا گئی کالی گھٹا برسات مین
 جامی بادہ خون پی کر رہ گیا برسات مین
 پانی دریاؤں کا چڑھتا ہے سوا برسات مین
 ایک چھینٹا اور اسے ابر سخا برسات مین
 مین مال کار کیو نہ سوچتا برسات مین
 روٹنے کا ملک کیا اونکو مزا برسات مین
 جوش تقویٰ بڑھتے بڑھتے گھٹ گیا برسات مین
 راز گریہ کھل نہیں سکتا ذرا برسات مین
 خوب ہی حاصل ہے میرا مدعا برسات مین
 ہے فقط ابرسیہ کا آسرا برسات مین
 کسکو لطیف بادہ خواری ہے سوا برسات مین
 جس سے تکلیف ہوتی ہے سوا برسات مین
 صنعتیں سیر دکھاتا ہے خدا برسات مین
 اک نیا طوفان برپا کر دیا برسات مین



میکدہ ہے خاص خلوتِ دختِ زر ہوا آشنا
عیشِ شبِ شمشاد کا کیا پوچھنا برساتِ مین



بنیاد میرے دل کی جو سمار ہو تو کیوں
میرا ہی دل چڑانے میں ہیشیا ہو تو کیوں
جو کہہ رہا ہے عشقِ مین تم خوار ہو تو کیوں
سرسار ہو تو پھر کبھی ہیشیا ہو تو کیوں
ہر روز ایک دل کے خریدار ہو تو کیوں
پھر اوسکے واسطے کوئی بیمار ہو تو کیوں
اوسکا جمالِ رونقِ بازار ہو تو کیوں
تیرے گلے میں روز وہی بار ہو تو کیوں
میرا کوئی انیس جو غمخوار ہو تو کیوں
اقرارِ عشقِ مین مجھے انکار ہو تو کیوں
میرا جمالِ مجمعِ انظار ہو تو کیوں
پھر میرے اور آپ کے تکرار ہو تو کیوں
طرار ہو شریر ہو عیار ہو تو کیوں
وہ تیر میرے سینے کے ابقار ہو تو کیوں
بھر پوچھتے ہو مجھے کہ بیمار ہو تو کیوں
اسپر بھی مجھے یار جو بیمار ہو تو کیوں
دل بادہ و فاسے جو سرشار ہو تو کیوں

بے عرش سے عزیز ہو وہ خوار ہو تو کیوں
اور دن سے زک و ٹھانے میں ناچار ہو تو کیوں
اوس بیوفا سے حال کا اظہار ہو تو کیوں
ترکِ خودی کے جام سے سرشار ہو تو کیوں
جو دل ہے دل اوسی کی کرو یا تم تلاش
جب اوس سچ دم کو عیادت سے ماہر
جسے قدم نہ خلوتِ دل سے نکالے ہوں
دستِ مدوسے کرتے ہیں تعبیر جس کو ہم
مینے جب اپنی آپ ہی مٹی خراب کی
ناموس کا نہ خوف نہ عزت کا کچھ لحاظ
کیا مجھے بڑے کوئی نظر باز چاہیے
تسلیم جب طبیعتِ ثنائی مری ہوئی
صورت کے ساتھ چاہیے سیرت کا بھی لحاظ
مین جس نگاہِ ناز کو کہتا ہوں دلنشین
سوزِ تپِ فراق سے سدا دین بڈیان
میری مراد اوسکی تمنائوں پر نثار
کرتے ہو ترش باتوں سے تم نشہ کر کرا

مجھے تو طیر سے رہتے ہو تم بات بات میں
جب گل گیا کہ وہ نہ سنیں گے کبھی میری
جو بات دلشکن ہو نہ لٹد کیجیے
کیا اس میں اور بڑھتی ہے کچھ شان میری
اوپر نظر میں میں ہوں مردک میں وہ آب
ترچھی نظر سے کام نکلتا ہو جب ترا
جب اپنے جان نثار کی سنتے نہیں ہو عرض
منظر مرے سوانہیں اوصاف عشق کا

آخر مرے رقیبوں سے ہموار ہو تو کیوں
پھر اپنی بات پر مجھے اصرار ہو تو کیوں
یہ گھر جب آپ ہی کا ہے سمار ہو تو کیوں
تم ظلم دوست کیوں ہو تم گار ہو تو کیوں
بیکار مجھے کو چون میں دو چار ہو تو کیوں
بدنام مفت میں تیری تلوار ہو تو کیوں
سارے حسینوں میں میں سرور ہو تو کیوں
غیر دن سے دلبروں کو سرد کار ہو تو کیوں



ہر کبکد کے دل میں وہ کرتے ہیں جگہ
شمنشاو کی وفا کبھی بیکار ہو تو کیوں



مزا ہوں آپ پر کوئی بیزار ہو تو کیوں
ناصح کے خوف سے مجھے انکار ہو تو کیوں
سردار ہو رئیس ہو زردار ہو تو کیوں
کوئی دل حضور کا مختار ہو تو کیوں
باہر نیام سے تری تلوار ہو تو کیوں
اوس کو نقاب مانع دیدار ہو تو کیوں
اوس دل میں جلوہ بت پندار ہو تو کیوں
جھگڑا ہمارے آپ کے مہربان ہو تو کیوں
اتنا دراز شملہ دستار ہو تو کیوں

لئے میں صاف صاف مجھے عار ہو تو کیوں
اطہار عشق میں مجھے کچھ عار ہو تو کیوں
عدل و سخا و حلم سے نو کام رات دن
میرے مقابلے میں کہ ہو جان نثار چوں
مُجوب تجھے بڑھکے ہے وہ میرے قتل میں
جسکی نظر میں دل میں تھیں تم ہو جلوہ گر
فرط تجلیات سے جو رشکِ عرش ہو
آپ اپنی شان پر ہیں ہم اپنے عہد پر
ای شیخ دستِ حرص سے جو ادبے بار بار

فرقت میں میری آہ شرر بار ہو تو کیوں
جنت میں آبِ کھاؤ سے دیدار ہو تو کیوں
خلوتِ مکہ سے میں مجمعِ اغیار ہو تو کیوں
انسان اپنے کام میں مختار ہو تو کیوں
الفت کے جانچ کی کوئی معیار ہو تو کیوں
دنیا کی کوئی چیز بھی بیکار ہو تو کیوں
احباب پر جنازہ مرا بار ہو تو کیوں
اب خوابِ ناز سے کوئی بیدار ہو تو کیوں
تکلیفِ نزعِ روح مجھے بار ہو تو کیوں
مرنے کے بعد نقشِ مری خوار ہو تو کیوں

سیلابِ اشک تا بفلکِ دسکے ساتھ ہو
زاہد تو کشتہ نگہ نازِ حور ہے
جس دل میں تم ہو یا میں امید او میں کچھ نہیں
بے اذنِ ذرے میں حرکت جب محال ہو
اونکو تو صرف کثرتِ عشاق پر ہے فخر
کس صانعِ حکیم کی صنعت ہو اس میں صرف
جاتا ہوں مثلِ نکتہ گل اس چمن میں
نالوں نے لب پر آنیکی کھالی ہو جب قسم
رحمتِ پریمی کی شکل میں ہے سامنے کھڑی
میں جیتے جی عزیزِ دل دوستانِ رہا



وہ راستی کی جان ہے کج باز یوں کے دور
شمشاد سے اگر کوئی بیزار ہو تو کیوں



اور اپنے جان نثار سے انکار ہے تو کیوں
اسے درد تو ہی ہجر میں بیکار ہے تو کیوں
دل ایسی چیز سینے میں بیکار ہے تو کیوں
میرے ہی قتل میں تمہیں اصرار ہے تو کیوں
پچھلامری بغل میں یہ عیار ہے تو کیوں
بیزارِ ظلم سے وہ ستمگار ہے تو کیوں
محوِ کمالِ لذتِ اشعار ہے تو کیوں

دشمن سے آپ کو جو سر و کار ہے تو کیوں
ہوش و حواسِ صبر و سکون سب ہی چلے
افسوس سوچتے نہیں یہ منکرانِ عشق
جرم و فائین ایک زمانہ شریک ہے
کیا چال سوچتا ہے اسے کونسی ہے فکر
بیشک رموزِ لذتِ دل تک پھونچ گیا
واغلا کے دل نے بھی کہیں کائی ہو تازہ چوٹ

دشمن کے منہ لگانے سے بیٹھ گیا جو منع
 کچھ میری چال ڈھال سے کھٹکا ہوا اسے
 دم دھاگون میں تبوں کے ضرور آگیا ہر شیخ
 نچیر ساز شفیقتہ زلف ہے مگر
 جھک جو حکم ہو تو ابھی کاٹ لون گلا
 گلگشت ہر خیال میں کرتے ہو رات دن
 دنیا تو اس سے پھر گئی اک تیرے واسطے
 تیغ ادا نے خلق کو جب کر دیا شہید
 محض جو میرے خون کا ہوتا نہیں دست
 جو آپ کی غرض ہے وہی میری آرزو
 اسکا عوض کچھ آپ سے میں چاہتا نہیں
 ہاں آپ کے سوا نہیں مطلوب کوئی اور
 شاید غم زمانہ وہ سب جھیلے گیا
 بیشک ہوئی ہے کفر کو اسلام شکست
 غیروں کے پاس جاتے ہو ہر روز بطلب
 گلگشت وہ نگار جو کرتا نہیں کبھی
 آنکھیں فریب دیکے اسے کرتی ہیں خلافت
 وہ چلبلی طبیعتیں آخر کہ ہر گزین
 کیا ختم ابھی سے ہو گئیں مجھ پر مصیبتیں

اتنی سی میری بات تمہیں بار ہے تو کیوں
 میری طرف سے آج وہ ہتھیار ہے تو کیوں
 تسبیح میں یہ رشتہ زنا رہے تو کیوں
 شکل و ہاں مار جو سوا رہے تو کیوں
 ایک ایک پر یہ آپ کی لٹکار ہے تو کیوں
 میرے ہی پاس آنے میں انکار ہے تو کیوں
 تو اپنے جان نثار سے بیزار ہے تو کیوں
 زیب کمر حضور کے تلووار ہے تو کیوں
 پھر میرے دشمنوں کا یہ دربار ہے تو کیوں
 پھر میرے اور آپ کے تکرار ہے تو کیوں
 پھر دل کے پھیرنے میں اصرار ہے تو کیوں
 مجھے یہی سوال جو ہر بار ہے تو کیوں
 کچھ شاد شاد آج دل زار ہے تو کیوں
 زلفوں کا بندہ مائل رخسار ہے تو کیوں
 مجھے ہی ملنے میں تمہیں انکار ہے تو کیوں
 داغون سے سینہ غیرت گلزار ہے تو کیوں
 بدنام عاشقوں میں لزار ہے تو کیوں
 رندوں میں آن جمع اختیار ہے تو کیوں
 وہ ظالم زمانہ بھی غمخوار ہے تو کیوں

اوس گلبدن کو غیر سے نفرت ہوئی ضرور
شمشاد کا وہ آج طغدار ہے تو کیوں

شمشاد کھا کے تیر نظر بولتے نہیں
کس دن چرائی تھے نظر بولتے نہیں
مجھے ملو تو کیا ہے ضرر بولتے نہیں
من جاتے لاکھ ہنسے مگر بولتے نہیں
کیونکر کہوں کہ روٹھے ہیں کیونکر کہوں نہیں
اے رہروان ملکِ عدم ہائے رے ستم
ہاں رہے ہیں بخت میں لبِ دندانِ یار سے
ہر چند کہ رہی ہے نزاکت کہ ہاں یہ کیا
کیا پوچھتی ہے چشمِ سنگوی سرسبز
اے چشمِ سرگین تری تیغ نگاہ سے
روئے صبح یار نے چھکے جھڑا دیے
ہو میرے گھورنے کی اونچیں کس طرح
غیر و نکی بات بات کا کیوں تیرے جناب
چپ سادے یک ٹا رہا ہوں شبِ فراق
کہتے ہیں میرے گھر کی طرف رخ نہ کیجئے
بچوں کے شور پر کبھی برہم نہوں جوان
مرغانِ نغمہ سنج کو ہے کچھ خزان کا خوف

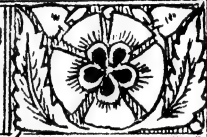
بختِ شکار اور آنکھیں ہیں تر بولتے نہیں
بچ ہے تو ہو کے سینہ سپر بولتے نہیں
کس سے ہے میری نیچی نظر بولتے نہیں
بڑھ جاتی بات ہم بھی اگر بولتے نہیں
کرتے ہیں روزِ دل میں گد بولتے نہیں
تم تو ذرا بھی وقت سفر بولتے نہیں
یہ رمز ہے جو لعل و گہر بولتے نہیں
کستے ہیں قتل پر وہ مکر بولتے نہیں
اے کشتگان تیغ نظر بولتے نہیں
واہین دہانِ زخمِ جگر بولتے نہیں
کیوں شاہانِ شمس و قمر بولتے نہیں
کچھ طائرِ نگاہ کے پر بولتے نہیں
ہنسے تو آپ دو دو پہر بولتے نہیں
جیسے خزان میں مرغِ سحر بولتے نہیں
جب پوچھتا ہوں امین ضرر بولتے نہیں
عجے چٹکتے ہیں گل تر بولتے نہیں
بیٹھے ہیں جوڑ جوڑ کے پر بولتے نہیں

جب مجھے آپا پئے ہی گھر بولتے نہیں
 کھاتے ہیں تیج و تاب مگر بولتے نہیں
 پاتے ہیں اپنے دل میں اثر بولتے نہیں
 چپ ہوتے ہیں تو دو دو بہر بولتے نہیں
 لیتے ہیں ٹھنڈی سانسین مگر بولتے نہیں
 وہ لاکھ آرزو سے ادھر بولتے نہیں
 گویا زبان رکھے بشر بولتے نہیں

میرے یہاں ضرور کریں گے مجھے نہال
 کرتا ہوں جب رقب کو میں سامنے ذلیل
 آتا ہے او نکور حم مرے حال زار پر
 کیونکر نہ میں لگائے رہوں باتوں میں و نہیں
 جب یاد ہم دلاتے ہیں وہ اگلی صحبتیں
 ہم شوق گفتگو میں اود ہر بقیرار ہیں
 پھنس جاتے ہیں جو صحبت ناخس میں بھی



اسے کلبہ کن کمان ہیں وہ اب نغمہ شبان
 شمشاد آٹھ آٹھ پہر بولتے نہیں



ملکے انسان رہا کرتے ہیں انسانوں میں
 زن کچھ کہتی ہے جھجک جھجک کے ترے کانوں میں
 محو مجھسا نہیں کوئی ترے حیرانوں میں
 رخنہ مڑگانوں سے گردیتی ہیں یانوں میں
 قیس و فرہاد سے بڑھ بڑھ کے ہوں انوں میں
 درد ہی درد دھرا ہومرے در مانوں میں
 ایک جان آپ نہ اولچائیے سو جانوں میں
 صرف امید مزادتی ہے ارمانوں میں
 توڑ ایسے نہیں دیکھے کہیں بیکانوں میں
 شوخیان شرم میں ہیں شرم تری انوں میں

کیون کھٹکتا ہے وہ گل گھونکے ایوانوں میں
 چرچے یہ ہیں ترے گیسو کے پریشاںوں میں
 میں ہوں کیا کوئی تو یہ بھی نہیں کھٹکتا ہو
 اسے بت دشمن دین یہ تری کافر آنکھیں
 او سک و عشاق کی کیا قدر ہو جس کے در پر
 اسے مسحاری صحت کی یہی ہے صورت
 ہنسکے کہتا ہے جو کہتا ہوں اسے جان جہان
 آپ ان میں تو ذرا بھی نہیں کوئی لذت
 صاف کہتے ہیں ترے سوسے مڑھ کے گھائل
 کس اوپر ہے فدا دل کو نہیں اسکی تمیز

کافر و نہیں ہوں گرو شیخ مسلمانوں میں
 آپ کیون بیٹھ گئے آکے پریشانوں میں
 جیسی نیک کی تاثیر ہے احسانوں میں
 یاس کے درد کے اندوہ کے میدانوں میں
 ہے اثر بادِ بہاری کا تری تانوں میں
 حوصلے ایسے کمانِ تجرک جی سلطانوں میں
 ہم تو مصروف ابھی تھے بڑے سامانوں میں
 مردِ کسان میں رہوں کیلئے زندانوں میں
 یہ لطافت ہے کمانِ لعلوں میں جانوں میں
 اور یاس و الم و دردِ دین مہمانوں میں

کیون نہ ویر و حرم میں مجھے وقعت حاصل
 عاشقِ زلفِ سیہ کا رسی اے ناصح
 یہ کسی نقشِ مین و بگی نہ دعائیں پائی
 ہاے اے دل تو ہمیشہ ہی رہا سرگردان
 کیا کھلایا ہے مرا غنچہ پڑ مردہ دل
 بیٹھ کر ملکِ قناعت کی حراست کرتے
 پہلی موت بہن کیسی اچانک آ کر
 دل سے آنکھوں میں بلاتا ہوں تو وہ کہتے ہیں
 اے گلِ تر جو ترے لال لبوں نے پائی
 میرا بن دل عاشقِ بہن فقط حضرتِ شوق



انکا ہر شعر ہے لوگوں کی بیاضِ دل پر
 غزلین شمشاد کی گوجہ ہیں دیوانوں میں

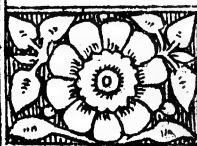


تارے انکاروں کا ماند دھکا تے ہیں
 ہوں شگفتہ جو ذرا بھی تو کٹکاتا تے ہیں
 کیسے ہی عقل کے پتلے ہوں سنکاتا تے ہیں
 آنسو دو چار جو آنکھوں سے ٹپکتا تے ہیں
 رشتہ آہ میں ہم آپ لٹک جاتے ہیں
 دردِ دیوار مرے گھر کے مہکاتا تے ہیں
 اونکے جی میں جو سوتا ہے وہ بکاتا تے ہیں

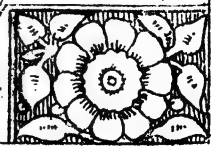
نلے جسمِ شبِ غم سوے فلک کاتا تے ہیں
 میری افسردہ دلی سے وہ چکاتا تے ہیں
 کام انسان کے جس وقت اٹک جاتے ہیں
 بار اندوہ سے ہوتا ہے دل زار سبک
 لاغری رنجِ مین اباس سے سوا کیا ہوگی
 پھولوں میں بسکے جو آتا ہے اسے پاس گل
 ناصحوں کی نکلوان کو سمجھ سے سروکار

البتہ وصل کی کرنے ہی نہیں پامین
 اس قدر جوش نو پر ہیں اب اونکے جوہن
 کر دیا اونکی نزاکت ہی نے جھک گستاخ
 رقص نسل کا تماشا میں دکھاؤں کیونکر
 گونج لیتے ہیں اونہیں جا کے سراہ رہا
 لاکھ منت سے جو کتنا ہوں مرے پاس کو
 جوہن اپنا ونکے پیٹے پڑتے ہیں وقت شباب
 کیوں کھٹکتے نہ ہیں عاشق ناشاد سے وہ
 ماند ہو جاتی ہے خورشید قیامت کی چمک
 اپنے معشوق کو بھی کہتے ہیں اپنا عاشق
 دل لگا دے سے وہ لیتے ہی کیا کرتے ہیں ظلم
 ہر ستارے کو بنا دیتے ہیں رشک خورشید
 اسلیہ اونکو سنا تا ہوں فسانہ اپنا
 ادھر اس عمد میں بس ختم ہے نازک کمری
 عاشق زار مرے وصل کے لوٹے کیونکر
 لاکھ وہ اپنی صفائی کریں لیکر قرآن
 غیر ممکن ہے مقابل میں کبھی آئیں قیاب

دیکھتے ہی مرے تیور وہ سر کھاتے ہیں
 کپڑے مضبوط سے مضبوط مسکھاتے ہیں
 ہاتھ اک بار ہٹانے میں وہ تھکاتے ہیں
 بیخ مجروح کی سنتے وہ اوجھلاتے ہیں
 ہم تصور سے بھی کچھ آگے لپکتے ہیں
 اور پہلو میں رقیبوں کے کھسکاتے ہیں
 غنچے جب تک پڑتے ہیں چنک جاتے ہیں
 اپنے سائے سے بھی رہ رہ کھچک جاتے ہیں
 آئے ہیں لی سوزان کے جہلک جاتے ہیں
 نشہ عشق میں ہم ایسے بہک جاتے ہیں
 راہ پر لاکے ہمیں آپ بھٹک جاتے ہیں
 آہوں کے شعلے شب غم جو بھڑک جاتے ہیں
 سنتے ہیں میری مصیبت تو پھر کھاتے ہیں
 ہر قدم پر دم رفتار چمک جاتے ہیں
 ابھی کمر سن ہیں دہل کر وہ بٹک جاتے ہیں
 عاشقوں کے کہیں معشوقوں سے شک جاتے ہیں
 دور سے دیکھ کر جب جھک دیکھتے ہیں



گر خون کے جھیندہ انداز میں کچھ معلوم
 شہر شمشاد کے سنکر وہ پھڑک جاتے ہیں



حو کچھ ایسا مین اونکی دلفینین صورت مین ہون
 کیا کون ای ہنشین مین کونشی مات مین ہون
 تو ہی ہے پیش نظر تو ہی ہے دل مین جاگزین
 مین بھی کوئی آدمی ہون جس کے یہ حالت مری
 دامن ہوش و خرد کی خوب و ڈرنیکی دھیمان
 او سکی شہیلی ادا پر اسے دل نادان بجا
 دل مرا محو تصور ہو گیا ہے اس طرح
 دل سے آنکھیں نہیں بلاتا ہون تو کتنا دشمن
 پاؤں مفہوم ازل نے لفظ مین رکھے تھے
 میرے دل کا جب کوئی ارمان نکلا ہی نہیں
 دل ہے تیری یاد مین آنکھیں مین تیری دیدن
 بھاگ نکلے ہوا ہون تھے سب اسی جو ریا
 کس طرح تجھ مین غم کو مین نے پائی جگہ
 محو رکھتا ہے خیال یا اپنی ہی طرف
 تیرگی گور سے مجھ کو کچھ اندیشہ نہیں
 لاکھ پیرایوں سے مجھ کو لوتے ہیں فروش
 کاش سینے سے نکل جاتا یہ مارِ آستین
 میری جانب سے نہ کہ تو اپنی بدنامی کا خوف
 بارہا مین کہ چکا ایک حضرت عشق آپ سے

آئندہ وہ دیکھتے ہیں اور مین حیرت مین ہون
 وہ مین برہم اور مین اپنی ہی جرأت مین ہون
 جلوت کثرت مین ہون یا خلوت صحت مین ہون
 وصل مین کمال و بخود جان بلبے وقت مین ہون
 خوفِ حشرت سیر کر مین اور مین حشرت مین ہون
 شوخیان کہتی ہیں اس مین ہی سیرت مین ہون
 مجھ کو خلوت کا فزا ہے لاکھ مین صحبت مین ہون
 کون جھانکے کھڑکیان آرام سحر مین ہون
 جب سے سرگردان حیران دی لفت مین ہون
 کیا بتاؤں تجھ کو ان ظالم مین کس حسرت مین ہون
 لاکھ دہندے مجھ کو گھیر مین مین ظلم مین ہون
 کھل گیا مجھ پر فقط مین ہی تری قسمت مین ہون
 مین تو حیران آج کل ہی تری حسرت مین ہون
 لاکھ بیٹھوں صحبتوں مین پھر بھی غلط مین ہون
 داغ دل کتنا ہے جای شع مین حسرت مین ہون
 سو جھتا پھر بھی نہیں کچھ ہای کشف مین ہون
 مین اسی دل کی بدولت آج کل مین ہون
 صابر و شاکر ہوں ظالم مین جس حالت مین ہون
 آپ کی صحبت ثنائیت بڑی راحت مین ہون

فکرِ موجود و غمِ رفتہ سے فارغ ہو گیا ترکِ نیا کر کے ای دل میں بڑی شرت میں

اوس گل ترنے جو اپنے کو پے میں دیدی جگہ سینے اسی شمشاد سمجھا جیتے جی جنت میں ہوں

دل سے بہتر ترے رہنے کو کوئی گھر ہی نہیں
بے برود و دش ہے گلِ سر کے دوسری نہیں
چلتے چلتے بڑے دعوے سے کہا قاصد نے
لذتِ سوزِ محبت نے کیا یہ ثابت
تیغ بھی خم ہے نہ مت دمرے قتل کے بعد
صبر کی مجھے تمنا ہے عبت اسی ظالم
گردشِ چرخ یہ کہتی ہے تھکی میں تجھے
وصل کی فکر میں جانکاہ مصیبت ہو مجھے
گل بھی جلتے ہیں تم سے گلوں لائے کیطرح
جسکو دکھو اوس ہے شق میں دعوے کمال
کیا رہا جس سے پئے زیبِ جزائیں زیور
خانہ دل بھی منور ہے ترے جلوں سے
فکر اسی کی بھی ہے کردون میں سے نذر اجل
غیرتِ سرو و گل و لالہ و نسرن ہو تو کیا
ادنیٰ رنجش کو نہ آسان سمجھنا ای دل
اسے بت دشمنِ دینِ لغتِ کامل کے سوا

اس میں دربان کا کیا ذکر کوئی دہری نہیں
کس سے تشبیہ میں تجھے کوئی بہتری نہیں
راہ پر اوس کو نہ لاؤں تو پیر ہی نہیں
دل بھی ایک لگ کا کٹر ہے سمندر ہی نہیں
اشکِ خون رنگ سے تردید جوہر ہی نہیں
یہ تو وہ چیز ہے جو مجھ کو میسر ہی نہیں
میں یہ کہتا ہوں سے پاؤں میں جگر ہی نہیں
ہجر کے صد مون سے کچھ بخود مضطر ہی نہیں
آتشِ رشک میں فسونہ انتر ہی نہیں
عشق کہتا ہے میں درون کو میسر ہی نہیں
ہو نہوں سے لعلِ خجلِ دانتوں کو ہری نہیں
رشکِ شید فقط آنکھوں کے منظر ہی نہیں
جان مجھ کو غمِ دلدار میں دہری نہیں
نازدانہ از نونِ حسین وہ دلبر ہی نہیں
خاک میں مجھ کو ملا دین گے مکہ ہی نہیں
رام کر دے تجھے ایسا کوئی مقرر ہی نہیں

کیا کہوں سکے سوا اور وہ محشر ہی نہیں
ہے اس کا دیکھا کوئی خیر ہی نہیں
جب مرے سامنے اس کاں انور ہی نہیں
اب تو پرواز کے قابل مرے شہر ہی نہیں
ایسی وسعت کا زمانے میں کوئی گھر ہی نہیں
اب سلمان ہے بد تشنہ کو شری نہیں

جس میں فتنے نہ تری چال سے وہیں ای شوخ
صاف کہتے ہیں تری ترویجی نظر کے گھائل
روزِ عشرت کا نہ کیونکر ہو شبِ غم میں شمار
بند کرتا ہے نفس میں مجھے کیوں ای صیاد
کیون پسند غم کو نین نہو خانہ دل
شیفہ کیون نہ رہوں تیرے لب شیریں کا

کیون کہتا تھے جھکنا زمانہ شمشاد
گاہِ دن کوئی ترے حکم سے باہر نہیں

ہاں جی ہاں تم کو پیار کرتے ہیں
پھول نہ بہار کرتے ہیں
وہ ہمیں کیا شمار کرتے ہیں
آنکھیں وہ جیسے چار کرتے ہیں
کس کا ہم انتظار کرتے ہیں
آنکھوں کو لالہ زار کرتے ہیں
آپ اب کس کو پیار کرتے ہیں
میکشی بھی اودھار کرتے ہیں
آپ ابرو کے دار کرتے ہیں
مجھ کو بے اعتبار کرتے ہیں
دل سو کو سے یار کرتے ہیں

دل تمہیں پر شمار کرتے ہیں
دل کو تم پر شمار کرتے ہیں
ہم سمجھتے ہیں اونکو اپنی جان
لاکھ منہ پھیریں وہی فقر و فہین
کیون ہیں آنکھیں لڑی ہوئی کس صحت
ہم خزان میں بہار کو رو کر
ہاے اس کا یہ پوچھنا مجھے
ہم وہ تلاشِ رند ہیں ای شوخ
روکنا چاہیے ہمیں دل پر
دل جگر غم میں مضطرب ہو کر
ہم ناز و ن میں منہ سو کعبہ

دل کے ہر صفحے پر تری صورت
جو ہن دلدادہ رضا جیب
عیشِ نیا سے تار ہن محفوظ
جیتے جی ہم کسی کے کوچے میں
یوں بجاتے ہن غم میں لکی لگی
تسے ہر طرح قطع کر کے امید
نقشِ ہستی کو ہم مٹا بیٹھے
ایک دل اتحاد لیچے بھری
کر کے تنہا جسے ناکس کی

نقش ہم ای نگار کرتے ہن
جبر بھی اختیار کرتے ہن
تیرے غم کا حصار کرتے ہن
سیر دار القہر کرتے ہن
آنکھوں کو اشبار کرتے ہن
دوستی پائدار کرتے ہن
آپ اب تک سنگار کرتے ہن
سنگ وہ بار بار کرتے ہن
لوگ کیوں شہسار کرتے ہن

میرے پردارِ دل میں ای شمشاد
سیرِ گلزار کرتے ہن

مطلوب ہوں کہ طالبِ عالی نظر ہوں
بہرِ دل میں ہی میں ہوں بے بشر ہوں
ناواقِ گل کو بھار رہا ہوں فراق میں
ادنیٰ کر شدہ ہے ترے وصل و فراق کا
کیونکر نہ دیکھتے ہی گردنِ جان میں نثار
کچھ دل ہی تنگیوں سے نہیں غیرت دہن
ایثار پر ہے تہمتِ ظلم و ستمِ عیث
برداشت کر گیا میں زمانے کی ٹھوکرین

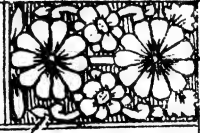
اپنی بھی کچھ خبر نہیں وہ خیر ہوں میں
تسیر کروں خلق کو ایسی نظر ہوں میں
ہر نالہ کہ رہا ہے مرا بے اثر ہوں میں
عینِ نشاط میں ہوں کبھی نوہ گر ہوں میں
وہ آفتابِ حسن چراغِ سحر ہوں میں
ہو کر زار و کسِ موسِ کمر ہوں میں
افت بتا رہی ہے کہ وجہِ ضرر ہوں میں
اب آرزو ہے اتنی ترانگی ہوں میں

غیرت مری شہرت ہے عالی گہو ہون میں
اسے تیر حادثات تمھاری سپر ہون میں
کھتا ہے در دل کہ اوسید کا غم ہون میں
مثل نشاط دہر نہ اب در بر ہون میں
گردش ہو چشم یار کو زیر و زبر ہون میں
ثابت قدم جو غم میں ہے وہ جگر ہون میں
کہتی ہے رستی کہ ترے بال و پر ہون میں
کھتا ہے خط شوق ابھی مختصر ہون میں
حسرت بھری نگاہ غم آگین جگر ہون میں
تیزی کام تیز رو نامہ بر ہون میں
کھتا ہے دل کہ غیرت شمع فر ہون میں

دل کو نہ میرے بیدہ نگاہ عتاب سے
کیون میرے ہوتے تم کرو عالم کو دفکار
تجھ سے جو مینے عشق کیا اے نہال ناز
عزت نشین بادے مجھے اے غم فراق
بے شک کچھ اس میں رشتہ الفت کی لاگ ہے
راحت منہ جو عیش میں پھیرے دل میں ہون
الفت کے دو بین مری شہرت کو ناز ہے
کونین کے دو روتے کو میں نے کیا سیاہ
بہر عدد کا دل ہو تو کھلا دون میں اسے
کیونکر قدم جما کے رہوں کو سے یار میں
تیرے رخ صبیح کا پر تو جو پڑ گیا



دیا ہوں ایک خلق کو میں لذت سخن
شمشاد باغ دہر میں وہ بارور ہوں میں



جو آنسو آنکھوں سے گرتے ہیں یا ہوتے جاتے ہیں
مرے ارمان سب کی تمنا ہوتے جاتے ہیں
خدا کا شکر وہ ہر فن میں لیتا ہوتے جاتے ہیں
مگر سامانِ حشت بھر مہیا ہوتے جاتے ہیں
بدن پر ہار بیلے کے مٹلاتے ہوتے جاتے ہیں
اکہون کیونکر کچھ ظلم بجا ہوتے جاتے ہیں

سرے رونے سے نہان وہ صبحا ہوتے جاتے ہیں
نیاز و ناز نے کپڑی کچھ ایسی صورت و حدت
کمال حسن پر کامل محبت میں تماشا ہے
حواسِ مجتمع پر ناز و وصف کی سو بے بیان
کس آفت کا ظلالی رنگ اوس ظالم نے پایا ہے
ستم یہ ہے کہ تسلیم درضا میں فرق آتا ہے

کیا دل کو بجلی وہ بجلی محبت نے
 انہیں میں ہو گی ظاہر ایک صورت قیامت کی
 خدا نے دلفریبی دی ہے کیا حسن تو اضع میں
 نظر مستی بھی آنکھوں میں ان پر ڈالی ساقی
 ترقی پر ہے ایسی حسن کی گرمی حسینوں میں
 کوئی وحشی کوئی دیوانہ تیرے غم میں مبتلا ہے
 فریبے بیوفائی کے ادا کی کیوں نہ وہ نہیں
 بظاہر جنگی عروں میں ترقی ہوتی جاتی ہے
 تری افتاد کچھ ایسی ہے اسی خال لچکانان
 لڑکپن میں جتنے کچھ داغ چھپکے نکلے چہرے پر
 تصور میں جو وقت نظم تیری سالک ندان ہر
 تری آنکھوں کے متواسے بغیر از منت ساغر
 ہمارا گوشہ عزلت پری خانہ نہ بن جائے
 ادا و تاز کا اندازہ کوئی کر نہیں سکتا
 او دھر سے ایک رقعہ بلکہ بڑھ بھی نہیں آتا
 جو رکن سلطنت تھے بھیک تلافی کو نہیں ملتی
 ہلاکو جنگی سفاکی سے دابے و انتونین اونیگی
 ترقی اسکو کہتے ہیں کہ انگریزوں کے بچے بھی

کہ اوں کے راز پہنان تک ہویدا ہوتے جاتے ہیں
 تمہاری چال سے قصے جو پیدا ہوتے جاتے ہیں
 مرے دشمن بربرے شید ہوتے جاتے ہیں
 ترے دیوانے غفلت یا کے دانا ہوتے جاتے ہیں
 دل نازک تلک کے سنگ خار ہوتے جاتے ہیں
 عین یہی نہیں کھلتا کہ ہم کیا ہوتے جاتے ہیں
 جو دنیا میں بھنسے وہ عین کیا ہوتے جاتے ہیں
 رہ ملک عدم میں کام فرسا ہوتے جاتے ہیں
 ترے دلدادہ لاکھوں نکاتہ پیرا ہوتے جاتے ہیں
 جوانی میں خال دی زیا ہوتے جاتے ہیں
 مرے شاعر سب عقد ثریا ہوتے جاتے ہیں
 بلا کے مست زیر چرخ مینا ہوتے جاتے ہیں
 حسینان جہان کیوں جلوہ دار ہوتے جاتے ہیں
 نئے انداز و نمین روز پیدا ہوتے جاتے ہیں
 خطوں پر خطاری جانبے اشا ہوتے جاتے ہیں
 غلامی جنکا شیوہ تھا وہ آقا ہوتے جاتے ہیں
 وہ اپنے زعم میں شک مسیحا ہوتے جاتے ہیں
 جو پیدا ہوتے جاتے ہیں بابا ہوتے جاتے ہیں

عجب کیا رنگ لے حضرت شمشاد کی توبہ

جو تھے نوحیہ لوہے سر دبالا ہوتے جاتے ہیں

دل کی یہ ترجمان ہیں دونوں
دل جگر پہلوان ہیں دونوں
ہیں برابر ہمیں وجود و عدم
لب ہیں خشک یا ہوں آنکھیں تر
یاس و امید میں تفاوت کیا
ہم ہوں نالان کہ آپہن خندان
میری وحشت ہو یا کہ رسوائی
لب بلب ہو کے صبر کی تلقین
غیر کا شکوہ یا گلہ تیرا
تیرے گال اور مہر و ماہ غلط
قسمہ میرا سنو کہ مجنون کا
آنکھوں آنکھوں میں باتیں تیری ہیں
انہیں تاروں سے بڑھکے ہیں آنسو
روشنار و ٹھکر نہ پھر مٹنا
دل عاشق ہے داغ سے لالہ
میری آنکھوں میں کیا نہیں معبود
روزِ فرقت ہو یا شبِ ہجران
میرے میں بیٹھوں یا حرم میں ہوں

آنکھیں بھی بدگمان ہیں دونوں
گو بہت ناتوان ہیں دونوں
یہ ہمارے مکان ہیں دونوں
عشق کے یہ نشان ہیں دونوں
دل میں جب میمان ہیں دونوں
ایک نغمہ کی تان ہیں دونوں
عشق بازی کی جان ہیں دونوں
یہ مرے آسمان ہیں دونوں
عشق ہی کے بیان ہیں دونوں
وہ ملاحیت کی کان ہیں دونوں
عشق کی داستان ہیں دونوں
آنکھیں کیا نہیں بان ہیں دونوں
آنکھیں کیا آسمان ہیں دونوں
آپ ہی کی یہ آن ہیں دونوں
گال اگر زعفران ہیں دونوں
ایک خاصہ جہان ہیں دونوں
میرے ہی قدردان ہیں دونوں
تیرے ہی آستان ہیں دونوں

و عظیمین کیا ہے کیا ہے لکچر مین
تیری مرگن ہین تیر کے دستے
دیدہ و دل جو مجھ سے ہین برہم
حضرت عشق کی عنایت پر
مین نجیفت اور آپ ہین بازک
تھامے دم سے نام عشق و جنون
دل جگر پر جو ٹھیک بیٹھے ہین
نالہ ناقوس کا جس کا شور
عشق ہو یا جنون ہو مجھ مین
آپ مطلوب ہم ہوے طالب

لوٹنے کی دو کان ہین دونوں
ترچے ابرو و کان ہین دونوں
میرے ہی مہربان ہین دونوں
دل جگر ار مغان ہین دونوں
پچ تو ہے وہاں بان ہین دونوں
مین نہیں بے نشان ہین دونوں
کن نگاہوں کے بان ہین دونوں
معرفت مین اذان ہین دونوں
ایک ہی خاندان ہین دونوں
ایک ہی کی یہ شان ہین دونوں

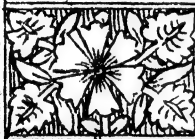
آپ کل عندلیب ہے شمشاد
خندہ رو و خوش بیان ہین دونوں

مری حالت وہ کسکو مین دکھا ہی سکون
درد و دکہ دو او کی مین پائی سکون
کسطح اونکو کرون رحم کے جانب مائل
یہ نیا حکم ہے تعزیر نئی ہے سینے
درد و فرقت ہے سلامت تو مری ہستی کیا
عشق نے فکر معیشت سے رہائی دیدی
یا ر دیرینہ ہودت مین ملے ہو بیٹھو

غم بھی وہ غم کہ جو چاہوں تو سنا ہی نہ سکون
بخود می لسی کہ مین آپ مین ہی نہ سکون
جب دل زار کا حال اونکو سنا ہی نہ سکون
حال تو عرض کردن ہو ٹھہلا ہی نہ سکون
حرف قسمت تو نہیں یہ کہ ٹھا ہی نہ سکون
غم ہے وہ نعمت جاوید کہ کھا ہی نہ سکون
تم ہو کیا اوٹھتی جوانی کہ بچا ہی نہ سکون

عمر رفتہ تو نہیں ہو کہ بھلا ہی نہ سکون
 رشک عیسے ہوں نہو گا کہ بھلا ہی نہ سکون
 جس میں جاہی سکون نہ تھا ہی نہ سکون
 پہلے تو آنے سکون آؤں تو جاہی نہ سکون
 آپ تو جل نہ سکون آگ لگا ہی نہ سکون
 کون حالت ہے جسے صاف کھا ہی نہ سکون
 جسکو کھا ہی نہ سکون در کھا ہی نہ سکون
 کوہ الفت تو نہیں یہ کہ ہٹا ہی نہ سکون
 غیر ہے کیا سر خجالت کہ اوٹھا ہی نہ سکون

جان کہنے کی سزا ہے کہ وفا تم نہ کرو
 قتل کر کے مجھے کس ناز سے کتا ہر و شوق
 مجلس و عفت سے بدتر ہے وہ بزم عشرت
 کیوں نہو آپ کی محفل میں خجالت او کھن
 سوز کیسا ہے مری شعلہ فشان آہو نہیں
 دل کی او کھن ہی کا اظہار ہے مشکل ورنہ
 ایسی دولت تو ہے افلاس کے غم سے بدر
 اپنے پہلو میں جو دشمن کو جگہ دی تھے
 آپ احسان کریں صرف اجازت دیدن



میرے مر جان کی گرجا نیکی یہ صورت ہے
 ہو کے شمشاد میں ی گل تجھے پانی سکون



گو یا شرابِ عشرت شب کا خمار ہوں
 میں خاک ہو کے سبز ہینا نگار ہوں
 انکار کار ہوں نہ غم کار و بار ہوں
 مصروف سیر گلشن روی نگار ہوں
 خورشید لاکھ کدے کہ میں روئے یار ہوں
 اب تک نہ یہ کھلا کہ میں کسا نکار ہوں
 بسمل ہوں بقرار ہوں میں لفکار ہوں
 او سپر بھی کیا مجال ذرا بیقرار ہوں

روز و فراق سب کی نگاہوں میں خوار ہوں
 ایسا فنا سے بادہ و محو بہار ہوں
 کیوں دہر کے مذاق میں میں ناگوار ہوں
 میں عاشقِ چمن نہ فدای بہار ہوں
 عاشق سے بیخودی میں بھی تسلیم ہے حال
 صیا و اداس کی آنکھیں ہیں زلفین ہیں مدار
 تاوک فلن کو مجھے نہ پوچھو یہ دیکھلو
 رگ رگ میں اضطراب تڑپ بال بال میں

کیونکر نہ بہرِ فاتحہ آئے خیالِ یار
 مجھ کو نکالتا ہے جو دشمن کی چھپر پر
 وحشت اوڑا رہی شمرے تن کی دھجیان
 دل داغِ مائے عشق سے ہے غیرتِ چین
 تیری شبِ فراقِ مرا جامہ سیاہ
 میری طلبِ کسکو نہ مجھے کوئی نفور
 جز نامِ کچھ نشان نہیں ہے وجود کا
 اوس سے تپِ فراق کا کیونکر کر دن گلا
 تم سمجھو ہمنشین کہ سمجھو مجھے غلام
 آخر تادو یہ بھی کہ اب چاہتے ہو کیا
 ہمعصبتوں کو یاد کرو مجھ کو دیکھ کر
 آنکھیں اسیدِ خواب میں جھپکاؤں کس طرح
 میرے خلاف کیوں ہیں تری ساری گردشیں
 بیجانا ہوں تجھ کو تری یاد دل میں ہے

دل کہہ رہا ہے آرزو و ن کا مزار ہوں
 کیا میں ترے بھرے ہوئے دل کا بجا رہوں
 دامن کی آرزو ہے کہ میں تار تار ہوں
 خونِ نابِ اشکِ سرخ سے میں لزار ہوں
 ای آرزو کی کشتہ ترا سو گوار ہوں
 دورِ نشاط ہوں نہ غمِ روزگار ہوں
 غنا ہوں یا میں اپنے ہی ل کا قرار ہوں
 کہتا ہے کیا کروں مثلِ یک لزار ہوں
 صرف اتنی آرزو ہے کسی میں شمار ہوں
 صدقے بھی ہوں فدائے بھی ہوں تیرے شمار ہوں
 دارِ فتگانِ قافلہ کا میں غبار ہوں
 کہتا ہے دیدہ میں تو بچے انتظار ہوں
 اسے پیرِ چرخ میں بھی اطاعتِ شمار ہوں
 او سپر بھی بدو اس ہوں غفلتِ شمار ہوں



شمشاد ہوں خزان سے ہوں آزاد سر
 گلر دیون کی نظر میں سراپا ہوں



تو سوزِ رشک سے ہوتا ہے دل کیا کہیں
 اوسی کے ساتھ ہوں لطافِ بحساب کہیں
 کہیں ہے گوہرِ تابان تو ہے گلاب کہیں

جو آپ کرتے ہیں شغلِ شرابِ ناکہیں
 یہ کیا ستم ہے بگڑ کر و عتاب کہیں
 ترے پیسنے میں خوشبو بھی آئے تاب بھی ہے

یہی خلاصہ شرح بہشت و دوزخ ہے
 سنا دون دلی جو حالت یہ تو ممکن ہے
 بدل دون نگ ہی سارا میں ونکی صحبت کا
 بروزِ حشر وہ منہ دیکھتے ہیں رحمت کا
 لکانِ محض ہے تفویقِ طالب و مطاوب
 وہ بزمِ عیش میں دہو کے سے لچلا مجھ کو
 کوئی دیا نہیں درسِ عشق سے خالی
 مٹا دوسارے حسینوں کے حسن کا دعوے
 نکالنا میں کسر ساری ضعفِ پیری کی
 فروغِ چہرہ جانان میں ہیں عجب نیرنگ
 عجب ادا سے بگڑتے ہیں منہ چڑھاتے ہیں
 جو دل لے ہیں تو اغیار لاکھ فکر کریں
 بگڑ کے دیکھتے ہیں ناز سے مرے تیور
 دلوں میں رہتی ہے ارمانِ کثرتِ تعداد
 یہ بے سبب نہیں آہِ رسا میں بھی مغول
 نہ حرف آئے تو کیوں التفاتِ ساقی پر
 بروزِ حشر دکھائیں وہ فتنہ فامت
 ہجومِ اہل غرض سے وہ نگ لے ہیں
 جما کے اونکے تصور کو عرضِ حال کروں

کہیں کرم ہے تمہارا تو ہے عتاب کہیں
 مگر یہ ڈر ہے نہو مجھے اجتناب کہیں
 جو ایک روز بھی ہو جاؤں باریاب کہیں
 جو میرے جرموں کا ملتا نہیں حساب کہیں
 وہی ہے ذرہ کہیں اور آفتاب کہیں
 مگر یہ ڈر ہے کہ آنکھیں نہوں پر آب کہیں
 مگر درست نہیں آج تک نصاب کہیں
 ہٹا دو چہرے ای جانِ جانِ نقاب کہیں
 جو اتفاق سے ملتا مجھے شباب کہیں
 دنیا ہی چشمِ بصیرت کہیں حجاب کہیں
 اگر وہ بحث میں پڑتے ہیں لا جواب کہیں
 طریقِ وصل کا ہوتا ہے سداً کہیں
 نصیب کس کو ہے اس لطف کا حجاب کہیں
 ہمارے شعر نہیں ہوتے انتخاب کہیں
 کیسی لذت کے دیکھتے ہیں بیچ و تاب کہیں
 خمارِ عیش کہیں نشہِ شراب کہیں
 نظر نہ آئے قیامت کا انقلاب کہیں
 نہو طریقِ مروت کا سداً کہیں
 جو دور ہو دل مضطر سے مضطرب کہیں



سخن میں حضرت شمشاد جنگو کہتے ہیں
اونہیں کو ہنسنے سا خانان خراب کہیں

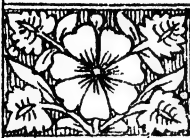


غیر کی آنکھوں میں ایسے بھی کہیں رہتے ہیں
وصل کی بات بھی ہم سخت حزن پہتے ہیں
لاکھ پہلو سے مرے دل کے قرین پہتے ہیں
شکر صد شکر کہ اوں دل میں ہیں رہتے ہیں
پھر بھی اصرار ہے سب کو وہ ہیں بہتے ہیں
جمع دولت میں جو ہر وقت عین پہتے ہیں
دل وہ کعبہ ہے جہاں عرش مکیں پہتے ہیں
جن مکانوں میں پریزا کہیں رہتے ہیں
جب وہ تیغ بکھ چین بکھین رہتے ہیں
نالے بیتاب سرِ غش برین رہتے ہیں
سننے ہیں اوس میں بھی وہ گوشہ نشین رہتے ہیں
آنکھوں کے پردوں پر ہاں فرش زمین پہتے ہیں
سانوون میں بھی بہت کم نکلیں رہتے ہیں
یہی ویرانے مرے زیرِ نگیں رہتے ہیں
کعبہ دل میں یہ دشمن دین پہتے ہیں
اب کسی بات میں وہ بند نہیں رہتے ہیں
اٹو احباب بھی آمادہ بکین رہتے ہیں

دل میں گھونگھٹے جو پردہ نشین رہتے ہیں
وہ جو ہنگام کرم چین بکھین رہتے ہیں
مردمِ حشم سے رکتے ہیں جو صد گونہ حجاب
غیر کیا اس کے تصور کا نہیں جس میں گذر
کعبہ و دیر میں اوں کو نہ کسی نے پایا
عبرت انگیز ہے ایسوں کی مال اندیشی
اے بُت دشمن دین اس کو نہ بچانہ بنا
رشتہ رزناک نہیں غیرتِ فردوس ہیں
اب نہیں میرے سوا چاہنے والا اونکا
ہم تڑپتے ہیں اثر کے لیے بالای زمین
کعبہ و دیر تو دیکھے چلو دل بھی دکھیں
کوچہ یار میں پلکوں کے بناتا ہوں قدم
لطافت یہ ہے کہ صباحت میں نمک ہے پیر
غم و اندوہ و الم حسرت و یاس و ارمان
لب تک آئے بھی اگر نام خدا کیا حاصل
شرم سے آنکھ ملانا بھی جنہیں تھا دشوار
پھیر لی گئے نظر میری طرف سے یارب

غرق آب و عرق ابی زمین بہتے ہیں

سعدِ فکر وہ لاتی ہے جو اہر باہر



اونکو شمشاد سے بخارِ بکریں لاکھ نکار



کل ہیں جس باغ کے وہ ہم بھی ہیں بہتے ہیں

لیلیٰ کی آرزو میں محل کو ڈھونڈتے ہیں
جو بوسہ کہ ہوتا دس تل کو ڈھونڈتے ہیں
زہرہ کی آرزو میں بابل کو ڈھونڈتے ہیں
ہم بیدار کوئی صورت کیوں لے ڈھونڈتے ہیں
ہو سہل آپ ایسی شکل کو ڈھونڈتے ہیں
ہم نازِ بے کمالی کامل کو ڈھونڈتے ہیں
محفل میں بیٹھ کر ہم محفل کو ڈھونڈتے ہیں
جو دل ہو گھر تمہارا اون ل کو ڈھونڈتے ہیں
اب لگ کیوں ہمارے قاتل کو ڈھونڈتے ہیں
یہ تیر بھر پلٹ کر بسمل کو ڈھونڈتے ہیں
تھک کر تری گلی میں منزل کو ڈھونڈتے ہیں
ہم اپنے نقدِ دل کے سائل کو ڈھونڈتے ہیں
پھر بھر کے اب وہ اپنے بسمل کو ڈھونڈتے ہیں
ہم سے سوا وہ اب کیا باذل کو ڈھونڈتے ہیں
وصلیٰ کی طرح باہم واصل کو ڈھونڈتے ہیں
ہم کب سے سرِ کھٹ میں قاتل کو ڈھونڈتے ہیں

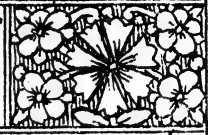
الزام کیا جو اپنے ہم دل کو ڈھونڈتے ہیں
کشتِ امید دل سے حاصل کو ڈھونڈتے ہیں
دل کا کین تو ہے ہم دل کو ڈھونڈتے ہیں
یہ دلبرانِ عالم بیدل اگر نہیں ہیں
دقت پسند تیرے ہمت میں ہیں نرا لے
کامل ہیں ہیں سمجھے جانِ کمال عالم
کرتی ہے ایسی بیخودِ جمع میں تیری صورت
دیر و حرم سے بڑھ کر ہو بھی تو ہو مطلب
اوس کی ادا کو حاصل جب سندِ قضا کی
یو جو یہ نہیں ہے قاتل نگہ کی گردش
ہمت بڑھی ہوئی ہے نادان ہوں کہ دانا
اب تو ہم یہ دولت ایسی ہوئی اجیرن
رہ رہ کے ابرو وینیں بوجہ کب ہے جنبش
دل اور دین و ایمان دیکر ہیں جان دیتے
ملکر کبھی الگ ہو ایسے کی دوستی کیا
چرچے ہیں قاتلون کے مقتولون کے فسانے

پر دے میں حق کے راہد بطل کو ڈھونڈتے ہیں
دل یتیم ہیں بھکر قابل کو ڈھونڈتے ہیں
ہے وصل کی تنہا وصل کو ڈھونڈتے ہیں
بحرِ فنا کے ڈوبے ساحل کو ڈھونڈتے ہیں

دل میں ہے عشق دنیا لٹ ہے ذکر کوٹے
نقاہ عاشقوں میں جو ہیں ہمارے ایسے
ہو چارہ گر کہ دشمن مطلب نہیں کچھ اس سے
ہم رہنا اہل دنیا کرتے ہیں کچھ جو طاعت





زاہد کو ہومبارک فردوس تک رسائی
شمنشا و ایک گل کی منزل کو ڈھونڈتے ہیں





اصل شے ہرگز کوئی تصویر ہو سکتی نہیں
اونکے دل میں غیر کی توقیر ہو سکتی نہیں
اس بہتر وصل کی تدبیر ہو سکتی نہیں
میرے رازِ عشق کی تشہیر ہو سکتی نہیں
کوئی مذہب ہو مری تکفیر ہو سکتی نہیں
مرعاہ حبس کی کچھ تقریر ہو سکتی نہیں
خود نمائی میں کبھی توقیر ہو سکتی نہیں
خوابِ غفلت کی تو یہ تعبیر ہو سکتی نہیں
طبعِ مستغنی کبھی دلگیر ہو سکتی نہیں
نالہِ ناقوس میں تسکین ہو سکتی نہیں
تھکے بھکر وہ غلش استیر ہو سکتی نہیں
اب دے خاک دانگیر ہو سکتی نہیں
آنی ہمت تجھ سے اسے نچیر ہو سکتی نہیں

دل کی جو حالت ہے وہ تحریر ہو سکتی نہیں
درحقیقت سچی الفت میں اگر ہے کچھ اثر
محو ہو جاؤں فنا ہو کر اودھن میں یکدن
ہے لبِ خاموش جانان پر اگر قفلِ حیا
عشق کا بندہ ہوں مجھ یا رسلاک وفا
یار ناشنوا ستم یہ میں سراپا بیزبان
کیون نہ چشمِ خلق سے پہنائے ہے شکل ہما
اوسکی رحمت کے دکھائی مجھ کو جنت کی بہار
ساری ترکیفوں کا مرجع ہے اکیلی احتیاج
پیشِ داور وہ بتِ ظالم کے حق کس طرح
دور سے کرتی ہے جواؤں کی کی نوکِ مرہ
کر چکا ہے خونِ قوتِ درجِ قاتل کا لحاظ
آپ بندہ جاؤں شکار انداز کے مکر کا

<p>اور شہرت کوئی عالمگیر ہو سکتی نہیں میری جنت میں اگر جاگیر ہو سکتی نہیں اتنی کاری آہنی شمشیر ہو سکتی نہیں نیر اعظم میں یہ تنویر ہو سکتی نہیں منقلب بخیر کی تقدیر ہو سکتی نہیں ایسے نالوں میں کبھی تاثیر ہو سکتی نہیں عاشق صادق ہوں میں دیر ہو سکتی نہیں یوں تو کوئی نہر جوے غیر ہو سکتی نہیں پاؤں کے لائق تو یہ زنجیر ہو سکتی نہیں عاشق گل ہے مگر گلگیر ہو سکتی نہیں جان دینے میں کوئی تاخیر ہو سکتی نہیں</p>	<p>یہ شرف بہر تیرے حسن میرے عشق میں کوے جانان کی حراست میں کرونگا شوق سے ابر و قاتل اوڑا سکتے ہیں پُرے روح کے داغ دل ہی نے کیا ہے نام روشن عشق کا میری سیدھی سیدھی تدبیریں بھی اولیٰ گوئیں جو نہ اٹھتے ہی لالان کو گردین پاشی پاش وہ بت عیار کیونکر آئے میرے دام میں میری آنکھوں میں سما یا ہے تو اسے شیریں منش تیرے گھونگر دالے بانو میں ہونچ جی ہاتھ کیا ستم ہے غدلیب زار پر اسے شمعرو جلد اگر صورت نہ لٹکے گی تمہارے وصل کی</p>
---	--

	<p>سچ کہا اسے خوش گلو غنچہ دہن شمشادے</p>	
<p>ان زمینوں میں ادای میر ہو سکتی نہیں</p>		

	<p>رویت داو</p>	
---	-----------------	---

<p>دلدادہ ادا ہوں تم مانو یا مانو درماندہ جفا ہوں تم مانو یا مانو دلکی ہے کیا حقیقت حاضر ہے جان میری ہے رنجِ میری بوندیں ہیں میرے آنسو مجھ کو سوا تمہارے الفت نہیں کسی سے</p>	<p>ہر ناز پر فراہوں تم مانو یا مانو سرمایہ وفا ہوں تم مانو یا مانو میں دل سے مبتلا ہوں تم مانو یا مانو فرقت میں روزِ رہا ہوں تم مانو یا مانو سچ میں کہہ رہا ہوں تم مانو یا مانو</p>
---	---

آدہا نہیں رہا ہوں تم مانویا خانو
منہ ڈہانکے رو رہا ہوں تم مانویا خانو
ان سب سے میں سوا ہوں تم مانویا خانو

کیسی تھی میری صورت اب کیا ہے میری حالت
منہ تنے کیا چھپایا مجھ کو سٹری بنایا
فرہاد قیس کیا تھے واقع کا ذکر ہی کیا



اک گل کی جستجو ہے شمشاد کو کہ دن بھر
چکر میں دیکھتا ہوں تم مانویا خانو



خدا را ارتباط کفر و ایمان دیکھتے جاؤ
ذرا اے ساکنان کوئی جانان دیکھتے جاؤ
ذرا تم بھی تو اپنے عہد و پیمان دیکھتے جاؤ
سرای دل میں آکر ناز و مہمان دیکھتے جاؤ
تم اپنے قتل کے سبب از و سامان دیکھتے جاؤ
تو میری آنکھ سے بھی جوش باران دیکھتے جاؤ
تم اپنے شیفہ پر جو دردوران دیکھتے جاؤ
ننگہ کی برجھو کے وار مردان دیکھتے جاؤ
کباب سادل عاشق کو بریان دیکھتے جاؤ
جسے چاہو اسے مجھوں نہ اندان دیکھتے جاؤ
نئے معدن کی پیل بدخشان دیکھتے جاؤ
یہی گلشن پر رشک طبع رضوان دیکھتے جاؤ
کہ جانبازی کرو شمشیر بزان دیکھتے جاؤ
مرے انداز سے گبر و مسلمان دیکھتے جاؤ

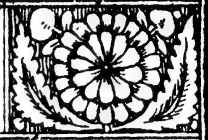
رخ روشن پر او کی زلف بچان دیکھتے جاؤ
لکھارے چو پگلہ و غطنے کیا کیا وضعت میں
کیا ترک تعلق بھی تو کیا یہ کیا میں نے
نہ پوچھو وہیں مانوں نے کیا آفت چلائی ہے
دلہا کراہی آرائش کی چیزیں مجھ سے کہتے ہیں
اگر ہر اہ دشمن جھوٹے جاتے ہو ساون میں
چھڑا کر مجھ سے ناجنسوں کے دیے صدے
ستم ہے اپنے جانبا زونے امی نازک بدن کہتا
شراب ناز کی سستی میں کیا مغرور بھرتے ہو
ادائیں ان کی میرے دلمین ہن میں ان کے قبضے میں
رننگین کے غم میں سخت دل آنکھوں سے بہتے ہیں
چھو چکر دل ترے کو چہ میں کفریہ حست کہتا ہے
اشارہ ابروؤں سے کرنے میں او نکالیا ہے
سیان کفر و ایمان لڑکے کیوں تفریق کرتے ہو

جوانکھین ہون تو ایچ جاوہ انسان کیختے جاؤ
 صنوبر میں غم سے شاخ مر جان کیختے جاؤ
 بشکل و عطا اسکا مکہ شیطاں کیختے جاؤ
 اکو او نسے مرا چاک گزیہ بان کیختے جاؤ

کے ہین طور و چرخ چارم و عرش معلیٰ پر
 کیسکے سر و قد میں پنجہ رنگین یہ کتا ہے
 رقیب حیلہ گر کو خوب سو جھی پو نصیحت کی
 نہ دیکھا ہو جو پو پینے کو مٹی نیند و انون نے



اگر گلگشت کو اصرار سے دشمن کے جاتے ہو
 سو شمشاد اسے سر و خزان دیکھتے جاؤ



دمیدم جس کے لبون پر نالہ و فریاد ہو
 طائر دل کا اگر تیرے سو اسیاد ہو
 او سکو کیا پر وہا ہے اک عالم اگر برباد ہو
 میں تراد و آشنا ہوں میری پہلے یاد ہو
 شک نہیں اس میں در ابھی تم بڑے جلا د ہو
 اس بلا کی قید سے شائد کوئی آزاد ہو
 کوڑ جانان کے آگے خلد کیا آباد ہو
 آبلے دل میں پڑیں لب پر اگر فریاد ہو
 میرے حق میں جب تمہارا ہر کرم پیدا ہو
 اسے تصور آج رشک مانی و بیزاد ہو
 روکش مجنون رہے غیرت وہ فریاد ہو
 اپنے اپنے وقت پر کچھ عرض کچھ ارشاد ہو
 قصد میں کیا سر خرواب نشتر فساد ہو

داخل بزم طرب کس طرح وہ نشاد ہو
 مثل دام زلف او لجن میں رہے برباد ہو
 کعبہ دل تک کو جو ویران کر کے شاد ہو
 اسے شکر جب کوئی طرز ستم ایجا د ہو
 روز کر دیتے ہو میری لکھون امید و ناکھون
 میں تو جسکو دیکھتا ہوں وہ ہے تیرا شیفہ
 او میں ہیں باد و عباد اس میں سب چھ بڑے
 اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گرمی عشق بیان
 کس بنا پر اب کروں تم سے تمنا رحم کی
 صفحہ دل پر مرے تصویر او سکی کہینچ کر
 ہے ترا عاشق وہی سے یلی شیرین نش
 میری حیرت آپ کی ملکین رخصت دے اگر
 ایک قطرہ خون اسے دشت مری گین نہیں

شک نہیں آئیں کہ میں شاق ہوں فریاد میں
ہوں نہیں سکتا ہے کچھ تیری مرضی کے خلاف
زور اپنا کچھ دکھا دے اسے جسے جس خون
تم بھی پیدا دو جفا دو زمین اوستاد ہو
پھر ترے جو رستم سے کیا کوئی ناشاد ہو
تو میں زنجیریں کچھ ایسی منقل حداد ہو

گلرخون پر خوب ہی سکھ بٹھایا عجب کا
واہ کیا کہنا تمہارا کیوں نہو شمشاد ہو

خلق نحو خوش بیانی کیوں نہو
پھٹ پڑی تیری جوانی کیوں نہو
مجھے کہتی ہے وحدت حرفِ فنا
میرے غم پر جو تری مرضی سے ہے
تیری صورت کی صفت میں میری نظم
جب فنا پر پیش ہے عاشق کو بھی
جب ہمارا ہو کے اذکا ہو گیا
ابر ہے سیر چمن ہے یار ہے
جسکو سنکر آپکو آجائے نیند
جس دشمن کے رہا ہے میری جان
جو ہماری جان کا خواہان رہے
جسکو تم کدو جوانی سے اوڑے
تیری باتوں سے مرا جی پک گیا
ہو گیا ہوں میں فنا می شوق دید
گفتگو ہے زبانی کیوں نہو
کیوں نہوای میری جانی کیوں نہو
آپکا رازِ نہانی کیوں نہو
صدقے عیش جاودانی کیوں نہو
غازہ رو سے معافی کیوں نہو
یار کے جلو سے بین فانی کیوں نہو
ہمکو دل سے بے گمانی کیوں نہو
اب شرابِ رغوانی کیوں نہو
وہ ہماری ہی کہانی کیوں نہو
آپ ہی کی مہربانی کیوں نہو
وہ ہمارا یارِ جانی کیوں نہو
اوسکو مرگِ ناگمانی کیوں نہو
اب بھی غم کی میہمانی کیوں نہو
اب اودھر سے لگائی کیوں نہو

دل غم ہی دل پر جو ہے میر نصیب
تیری صورت کا مصور ہے خیال
خون بچین کی اداؤں کا ہوا
اوس گلی سے کر دیا اوٹھنا حال
مرتے مرتے جسکو ہو تیری طلب
میری آنکھ نہیں ہے سادوں کی جڑی

وہ کسی گل کی نشانی کیوں نہو
غیرت بنزاد و مانی کیوں نہو
شورِ آغا ز جوانی کیوں نہو
کیوں نہو اسے ناتوانی کیوں نہو
نزع کی اوس پرگرائی کیوں نہو
آپ کی پوشاک ہانی کیوں نہو

ایک گل شمشاد کے پہلو میں ہے
اب بہارِ شعر خوانی کیوں نہو

دل کو حاصل کا مرانی کیوں نہو
تم میں ہم میں شعر خوانی کیوں نہو
جسکی شہرت میری لفت سے ہوئی
وہ چین میں آج ہے محشر خرام
میر سے منہ سے اونکو ہے سننے میں غار
میں ہوں اونکا بندہ بے زرخیز
مجھکو حکم قتل اشاروں میں یا
چشمہ خورشید پر تیرا عبور
غصے سے ہے لال چہرہ آپ کا
اے بتو یہ گھر ہے کس سرکار کا
خلعتِ خون عاشقِ جانبا ز کو

تم ہو پاس ب شادمانی کیوں نہو
پھر ہم گوہرِ فشان کیوں نہو
وہ مری ذلت کا بانی کیوں نہو
دنگ سر و بوستانی کیوں نہو
غیر ہی کی وہ کمائی کیوں نہو
دبیر اونکی حکمرانی کیوں نہو
ثابت اونکی بے دہانی کیوں نہو
شرم سے وہ یانی یانی کیوں نہو
زنگ عاشقِ زعفرانی کیوں نہو
میر سے دل کی پاسبانی کیوں نہو
واہ کیا کی قدر دانی کیوں نہو

تسخ ابرو میں روانی کیوں نہ ہو
عاشقوں میں غیب کی کیوں نہ ہو
مُجھ کو دو بھر زندگانی کیوں نہ ہو
اسے پری تیری جوانی کیوں نہ ہو
اک بلائے آسمانی کیوں نہ ہو

تیر مژگان میں بلا کا توڑ ہے
جانتے ہیں دلبروں کا رازِ دل
غیر بھی کتاب ہے تلو ابنی جان
جسکے بارِ غم سے خم ہے میری پیٹھ
عاشقوں کے حق میں جادو آنکھ کا

ایک گل شمشاد سے کرتا ہے بحث
آج لطفِ خوش بیانی کیوں نہ ہو

یہ بڑا انقلاب کرتے ہو
کسکو کو خراب کرتے ہو
اوسکی مٹی خراب کرتے ہو
لطف کا سدِ باب کرتے ہو
پھر مرا کیا حساب کرتے ہو
جس کو تم باریاب کرتے ہو
اوسکو خانہ خراب کرتے ہو
پھر بھی سب سے حجاب کرتے ہو
لطف تم بے حساب کرتے ہو
کیون تم آنکھیں پٹی آب کرتے ہو
جس سے تم اقباب کرتے ہو
ذرے کو آفتاب کرتے ہو

چہرے کو بے نقاب کرتے ہو
کسکو مست شراب کرتے ہو
جس کو تم انتخاب کرتے ہو
وصل میں کیا حجاب کرتے ہو
میں گنگنا کرتی رہا ہوں
اوسکو کھودیتے ہو دو عالم سے
جسکو دیتے ہو اپنے دلین جگہ
رہتے ہو سکی آنکھوں میں
ہم کو روزِ شمار سے کیا ڈر
قتل کے بعد غرقِ حیرت ہوں
اور کرتے ہو شیفہ اوسکو
چہرے میں وہ ضیا ہے جس سے تم

<p>کس سے آخر حجاب کرتے ہو جرم و ناکام حساب کرتے ہو دل جلا کر کباب کرتے ہو نام الف خراب کرتے ہو منفصل لا جواب کرتے ہو موجود ق شراب کرتے ہو اب کیون آنکھیں آب کرتے ہو مہر کو ماہتاب کرتے ہو</p>	<p>آنکھوں میں مرد ماہ بین یا ہوں ہم کو مطلوب بھسا ب کرم نہیں کرتے شراب وصل سے ہائے اون کا یہ ناز سے کہنا ایک بٹلے میں سارے عالم کو مست آنکھوں سے مست کر کے مجھے خون میں غرق کر چکے مجھ کو طرہ زلف چہرے پر لا کر</p>
---	---

<p>سرو نو خیز ہستے ہیں تمشاو تم جو ذکر شباب کرتے ہو</p>	<p>سرو نو خیز ہستے ہیں تمشاو تم جو ذکر شباب کرتے ہو</p>
---	---

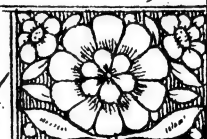
<p>فتنے پر فتنے ہیں اوس رخ کی رفتار کے ساتھ رخشیں بڑھتی گئیں وصل میں بھی یار کے ساتھ رشتہ تسبیح نے جوڑا ہے جو زنا کے ساتھ شکوہ بخت میں ہیں بٹھائی تھوٹوں کے شریک سیر گلشن میں ملے وہ جو بحال خلوت آنکھیں متھوٹوں کی اوٹتی ہیں چمچاتا ہوں دست و شست کو گریبان سے ہے کیوں دل و لہجہ رنج و راحت کے ہیں اسباب ہم میں بھی</p>	<p>فتنے پر فتنے ہیں اوس رخ کی رفتار کے ساتھ رخشیں بڑھتی گئیں وصل میں بھی یار کے ساتھ رشتہ تسبیح نے جوڑا ہے جو زنا کے ساتھ شکوہ بخت میں ہیں بٹھائی تھوٹوں کے شریک سیر گلشن میں ملے وہ جو بحال خلوت آنکھیں متھوٹوں کی اوٹتی ہیں چمچاتا ہوں دست و شست کو گریبان سے ہے کیوں دل و لہجہ رنج و راحت کے ہیں اسباب ہم میں بھی</p>
--	--

لطف سے رات کئے اسکی کچھ امید نہیں
نقد دل سینے میں رہتا ہے بھی تک محفوظ
تیرے تیور کے بدلتے ہی پھر اسب عالم
اوٹھنے آئیں ترمی لکھیں دل عاشق بیٹھے
اسے دل زار کسی روز مرا کہنا مان
کیون نہ خلّت سے رہے زاہد خود بین محروم
حالت و تاب تو ان عشق میں ہم کھو بیٹھے
وہانی پوشاک جو شوخ کی یاد آئی مجھے
تیرے عاشق کو کفِ پاسے و خورشیدِ نخل
وعدہ وصل کے ایفا میں پس و پیش سے کیا
کچھ نہ کچھ اس میں بھی اسرارِ نہان ہوں گے خرو
عمر بھر بوسے سے اے ترک ہوں میں محروم

وصل کا کرتے ہیں قرار وہ انکار کے ساتھ
کام جب تک نہیں پڑتا کسی عیار کے ساتھ
ایک امید ہی تیرے گنہگار کے ساتھ
مسجدِ ربی ہے گین ان غنائے خمار کے ساتھ
کج ادائی نہیں کرتا کوئی غمخوار کے ساتھ
معرفت جمع نہیں ہوتی ہے ہزار کے ساتھ
سو گوارا تو بھر گری ہے دل زار کے ساتھ
لگی سادوں کی جھڑی آسودے تار کے ساتھ
کیا مقابل ہو کوئی تجھے طہار کے ساتھ
کیون جھکی جاتی ہے گردن می قرار کے ساتھ
وہ بلاتے ہیں جو مجھ کو بڑے اہر کے ساتھ
دہن زخم بہم ہوں لبِ سو فار کے ساتھ



ایک گل نے یہ کہا سنکے کلامِ شمشاد
کیا نہانت ہے بھری شوخی گفتار کے ساتھ



ردیف یا می ثنا تھنا نیہ



تیری تصویر دکھا دیتے ہیں آتے جاتے
اپنے روٹھے ہوئے کو آپ نہاتے جاتے
اپنی صورت کسی صورت تو دکھاتے جاتے

نئے پہلو سے تصور ہیں ستاتے جاتے
ہائے اونے نہیں کہتا کوئی آتے جاتے
کسی حیلے سے ادھر بھی کبھی آتے جاتے

میں بدبخت ہوں تیری خوشب و صل نصیب
 اپنے لہلہ کی تڑپ پر اذنین آیا جب رحم
 مشق حیرت کی کیا کرتی ہے ہمسے زنگس
 صبر کو مجھے جو کہتے ہو دم رخصت تم
 نزع میں بھی مجھے اسے جان مٹنا ہے یہی
 کیوں نصیحت سے دکھاتے ہو مر اسرارو
 کیا بتائیں ہمیں خلوت کی تمنا کیوں تھی
 اعتدال قد موزون کا نہوتا جو لحاظ
 میرے مونس گل بازی نہ بناتے مجھکو
 بار احسانِ قضا لیکے سبکدوش ہوئے
 جان نثار دین و کما دیتے ہم اپنی ہمت
 خیریت گذری قیامت نے پیے آکے قدم
 ناوکِ نازی یاد آئی تو ہو گی آفت
 تمکو دل سے جو تعلق ہے نہیں اوس میں کلام
 کششِ دل جو نہ لاتی ٹھے ہر روز ادھر
 خواب میں آنے کا وعدہ جو کیے جاتے ہو
 پان کو ترک کرتے جو مرے سوگ میں تم
 غفل غیر میں بھی چھپ کے پہنچ جاتے ہم
 میری دلچسپ کہانی نہیں سنتے ہو نہیں

مرغِ تصویر بھی سب شور مچاتے جاتے
 ایک ہاتھ اور دیا آپ نے جاتے جاتے
 غنچون کو طرز سخن آپ سکھاتے جاتے
 تو کوئی اسکا طریقہ بھی بتاتے جاتے
 دیکھ لیتا میں تری شکل کو جاتے جاتے
 اوس سے ملنے کی کوئی چال بتاتے جاتے
 بوسے لیتے تھیں چھاتی سے لگاتے جاتے
 ہم مضامین بلند اور بھی لاتے جاتے
 کچھ شگوفہ نہ اگر آپ کھلاتے جاتے
 کب تک اس شوخ کے ہم ناز اٹھاتے جاتے
 صلہ مہر و وفا کچھ بھی جو پاتے جاتے
 فتنے چالوں سے برابر وہ اٹھاتے جاتے
 درد کو تم مرے پہلو سے ہٹاتے جاتے
 ربط آنکھوں سے بھی کچھ اور بڑھاتے جاتے
 میری توقیر نہ یوں آپ گھٹاتے جاتے
 کسی تدبیر سے تم مجھکو سلاتے جاتے
 سیکڑوں خون میں ہر روز نہاتے جاتے
 تم ہمیں بھی جو اشارے سے بلاتے جاتے
 اور سب کہتے ہیں کچھ اور سناتے جاتے

ہاتھ تشنچ کے اغیار لگاتے جاتے
 تم کبھی دلی لگی بھی جو بجاتے جاتے
 آپکی خیر فقیسرا نہ مناتے جاتے
 نایق تنگنی کا اسے آپ بچاتے جاتے
 اپنی الفت میں جو یہ گل نہ نگھاتے جاتے
 بیان آپکو اغیار پڑھاتے جاتے

زخم گہرا نہ اگر کرتی مری تیغ زبان
 آنسو دن کے مری آنکھوں سے نہ بہتے دریا
 ایک بوسہ ہمیں دیدیتے اگر آپ زکوٰۃ
 تھک کے تیور اے اگر بیٹھ نہ جاتا دل زار
 چشم اغیار میں کھٹکانہ کھٹک کا ہوتا
 میں نہ دیتا جو دھیننی لت خواری کا سبق



جاتے جاتے تھیں ہی سرور دان لازم تھا
 غنچہ خاطر شمشاد کھلاتے جاتے



صورت تارِ نظرات نکل جاتا ہے
 طفلِ شک آنکھوں سے دہن میں چل جاتا ہے
 دنگے آتے ہی وہ انداز بدل جاتا ہے
 چٹکیوں سے وہ کلچے ہی کو مل جاتا ہے
 دیکھتے ہی مری صورت کو وہ بل جاتا ہے
 کون یوں آنکھیں سے تلو و نسل مل جاتا ہے
 چلبلا دل جو کسی روز چل جاتا ہے
 بات کی بات میں وہ شمع بدل جاتا ہے
 شمع کی طرح تین ناریں چل جاتا ہے
 پاسے نظارہ تو پڑتے ہی بھسل جاتا ہے
 دل شوریدہ اگر ابے سنبھل جاتا ہے

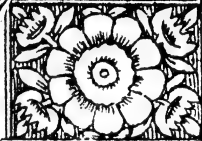
آنکھ جھپکی تو عجب چال وہ چل جاتا ہے
 جب وہ آغوش سے دم دیکے نکل جاتا ہے
 رازِ الفت کبھی معشوق سے چپتا ہی نہیں
 شوخیان مجھے کسی دستِ حنائی کی نہ پوچھ
 سوز میں کم نہیں پروانے سے میرا دشمن
 روزِ تکلیف تجھے دیتی ہے بلکوں کی حراش
 بھول جاتی ہے مرے یار کو اپنی شوخی
 کس طرح ادسکی وفا پر ہو مجھے ناز اے دل
 سوزِ الفت کی کڑی آنچ کی تاثیر نہ پوچھ
 دیکھوں کس طرح ترسوخ کی صفائی اے جان
 نام و حشمت کا زمانے سے مٹا دیتا ہوں

ہاتھوں سینے میں دل زار اوجھل جاتا ہے
 دل کید کا کین کس طرح بہل جاتا ہے
 مرد میدان بھی کین حیل سے ٹل جاتا ہے
 ایک چشمہ مری کھون سے ابل جاتا ہے
 اثر در بچ و الم او سکون گل جاتا ہے
 میرے رونے سے وہ پہلج دہل جاتا ہے
 ایک انبوہ وہاں سننے غزل جاتا ہے

یاد آ جاتی ہیں جسوقت جفا میں تیری
 خلد میں بھی مری وحشت مجھے کتنی ہے اوجھا
 خوف دشمن سے نہ رو کو نگہ ناز کے وار
 دل بھرتا ہے تری یاد سے جلا سے ہم حسن
 عاشق گیسو پر پہنچ کا انجام نہ پوچھ
 دلی دھڑکن کو سمجھتا ہے کہ بجلی کڑکی
 جس جگہ بیٹھ کے پڑھتا ہے تراشیدہ لالی



کیون نہ تیشاؤ گئے اپنی غزل دکائی گل
 او سکا ہر شعر ترے گانے میں پھل جاتا ہے



ہمیں کو پہنچنے کی زیارت ہماری
 سرت تمھاری ہمیت ہماری
 کہ مجھ سے کو حاضرِ وحشت ہماری
 جواب بھی نہ سچیں شامت ہماری
 ہماری عدو ہے لیا قمت ہماری
 جو ہم روٹھیں کھلائے شامت ہماری
 محبت نے کی وہ بُری گت ہماری
 غبارِ کدورت ہے تربت ہماری
 بدلتی ہے ہر آن صورت ہماری
 وہ اخلاق او کھایہ عادت ہماری

اِس باب در کیا ہو کی عزت ہماری
 تر تری میں اک دوسرے سے سوا ہی
 مگر آئی ادب پر بہارِ جوانی
 اگر آیا ہے دشمن کو کیا سر چڑھا کر
 نہیں کہو حاسد سے کوئی شکایت
 کی جا سے ناز آبی کی کج ادائی
 عدو سے نہیں دیکھی جاتی نصیبت
 پڑ ہا فاتحہ کس نے تیوری چڑھا کر
 ہمیں ہم ہیں یہ سدا جزای کوئی
 وہ دین جھڑکیاں ہم کرین چالوسی

ہوا ایک ایجاد دنیا میں ہب
محبت ہے اصل وجود دو عالم
دلالتی ہے غیرون کو جرات نہیں پر
ہیں ہیں جو تھے زہت چشمِ خوبان
نہ ہم بوسہ لین گے عوض نقد دل کا
اول بل پڑتے ہفت میں سب از دل کے
گزر جائیگی ایک دن انتہا سے
ابھی تک تو کونین ہے رونمائی
اگر حور سے بڑھکے تیری صورت
کیا ایک عالم نے ہمسے کنارہ
فریون سے جب بے چکے نقد دل کو
ہیں آن پانی نہیں جانے دیتی

جہان رنگ لائی ارادت ہماری
نہ کیونکر ہو یہ عین فطرت ہماری
شرارت تمھاری متانت ہماری
محبت نے کردی بڑی گت ہماری
ہیں روکتی ہے حمیت ہماری
نہیں گھٹنے دیتی متانت ہماری
عداوت تمھاری محبت ہماری
جو کچھ بڑھکے دیدین تو بہت ہماری
تو رضوان سے کب کم ہیست ہماری
جو ہم سے بھاگیر تو شامت ہماری
تو اب کیا کر دے مروت ہماری
عنان گیراؤ کی مصلحت ہماری

گل اندام ہیں نذر سخی کو حاضر
غنیمت ہے شمشاد صحبت ہماری

میرے دل میں دس پری کا پیار ہو کر گئی
جتنی بیٹابی بیان حال میں کہتے تھے ہم
اصل استغنا بنا انجام میں اصرار وصل
مجھ کو مرگ ناگمانی سے بہت امیدیں تھیں
سب امنگین ہو گئیں پامالِ قنارِ شباب

وہ ادا جو شوخی رفتار ہو کر گئی
اوسکے آگے لکنت گفتار ہو کر گئی
آپکی ضد تو فقط انکار ہو کر گئی
چارہ دروہ دل بیمار ہو کر گئی
آرزو سے دل خیال یاد ہو کر گئی

جب ترقی سے ٹھکی تبلیس لبیس بعین
دل نے آغوشِ تمنا میں لیا کس عشق سے
چار سو عالم میں ہے اسکی سیر پوشی کی ہوم
جب بڑ باغم حد سے زائد سمجھے اب پائی عجات
اب نہیں کوئی تمنا غیر دیدارِ روئے یار
میرے دل میں رہ گئی تھی جو لوہی ایک نند
خوفِ لغزش سے نگہ کیا پھرتی آنکھوں کی طرف
درِ درِ فرقت میں حواسِ ہوش سب رخصت ہوئے
ہوتی ہے تقدیر پر خود ہی بچھاؤ رشوق سے
حالتیں اچھی بری جتنی تھیں دیکھ گئیں
و لوے جتنے تھے شبِ بھیر کر رخصت ہوئے
کفر کی ظلمت کو شرماتا ہے خالِ روئے یار
لکھ لے لڑیکو تھیں میری ونکی آنکھیں زمین
جب نپا یا آستانہ حضرتِ تاثیر کا
رحم کیا آتا کسیکو میری صورت دیکھ کر
شیخ کی ایسی اوڑانی آج رندوں نے نہی
شیخ کی ہوتی بری گت مندوں نے جرات نہی

واغظوں کا جبہ و دستار ہو کر رہ گئی
جب نگہ اوس شوخ سے دوچار ہو کر رہ گئی
زلفِ جانان کسکی ماتم دار ہو کر رہ گئی
حیف یہ ہے زندگی دشوار ہو کر رہ گئی
خواہشِ دل حسرت دیدار ہو کر رہ گئی
سرخِ پانِ لبِ سوخا رہ ہو کر رہ گئی
بادِ دیدار سے سرشار ہو کر رہ گئی
بھر بھی تیری یاد دلی یار ہو کر رہ گئی
وصل میں تدبیر جب بیکار ہو کر رہ گئی
اک تری لفت گلے کا ہار ہو کر رہ گئی
دلی حسرت ہی فقط غمخوار ہو کر رہ گئی
اوپ تو ضوئے رخ دیندار ہو کر رہ گئی
غیر کے ڈر سے مگر تکرار ہو کر رہ گئی
آہِ سقفِ عرش کے اوس یار ہو کر رہ گئی
میری حالت عشق کا اظہار ہو کر رہ گئی
اوسکی بیعتِ قہر دیوار ہو کر رہ گئی
پھبتیوں ہی کی فقط بوچھاڑ ہو کر رہ گئی



شوخیانِ رخصت ہوئیں شمشاد ہوا شباب
قابلیتِ رونقِ اشعار ہو کر رہ گئی



کیا ستم ہے شبِ خلوت یہ سنائے کوئی
 جو منانا ہے تو اس طرح منائے کوئی
 لوٹی پوٹی مجھے صورت نہ دکھائے کوئی
 رنگِ جلوے کا نہ محفل میں جائے کوئی
 بیجا بانہ مرے آگے نہ آئے کوئی
 شل موٹے انہیں جلوے کی تمنا مجھکو
 کیا ستم ہے کہ نصیحت کرے آکر ناصح
 بخود ایسی کہ تو اوس میں رہے پیشِ نظر
 لاکھ گھونگٹ میں ہوتی ہے بلیلی جال
 رازِ بکریو کبھی خلوتِ دل میں آجاؤ
 بوسہ مانگا تو یہ جھنجھلا کے کہا اوس گل نے
 حورینِ جنت کی دکھاتا ہے مجھے کیا رضوان
 کیا ستم ہے کہ مرے شیفقہ آرائش
 پھبتیاں کہنے کو بیدار دکھڑے ہوتے ہیں
 جان پرنتی ہے ہوتی ہے نہ امت مجھکو
 تجھکو دیدار سے سیری ہو کبھی یہ معلوم
 اسکے ہر وار میں اک لطف نیا ملتا ہے
 بوسہ چشمِ فسوں گر ہو عنایت چکے
 محو دل سے تری صورت کرے مکن ہی نہیں

ہوں اچھوتا نہ مجھے ہاتھ لگائے کوئی
 کہ تصور میں گلے آکے لگائے کوئی
 شرم سے جا کے پسینے میں نہائے کوئی
 خلوتِ دل ہی میں جبے کو چھپائے کوئی
 دل ہی میں آکے کبھی شکل کھائے کوئی
 اپنی آواز ہی پردے سے سنائے کوئی
 تیرے ملنے کی نہ تدبیر بتائے کوئی
 سخت غافل ہے اگر ہوش میں آئے کوئی
 انکی چتون سے ذرا آنکھ لڑائے کوئی
 اس طرح تلو کو چھپا رکھوں نہ پائے کوئی
 میری مانے تو تعین نہ نہ لگائے کوئی
 دل ہو قابو میں تو آنکھوں میں سائے کوئی
 اور اندوہ میں زیور نہ بڑھائے کوئی
 رونی دہونی نہ کبھی شکل بنائے کوئی
 بوسہ دیدے کہ نہ دے منہ نہ بنائے کوئی
 کب تک دل سے پہلو سے بجائے کوئی
 خنجرِ ناز سے کیا دل کو بچائے کوئی
 غیرِ جادو نہیں کیوں اسکو جگائے کوئی
 اپنی ہستی کو بھلائے تو بھلائے کوئی

جادوہ عشق کے نقشِ کف پا کتے ہیں
اپنے چہرے سے ندامت کا پسینہ پونچھے
دل اڑھٹا تا تو بڑی بات ہے اسی جانِ بھل
جھلکیاں اپنی دکھا کے نہ مجھے ترسائے
ہنسکے ہر دم نہ دکھاؤ دُرِ دندان کی چمک
منہ جو آئیل سے چھپا یا تو دکھائے جو بن
مینے پہلو میں بڑے ناز سے پیلا ہے لے

پاؤں اس راہ میں رکھ کر نہ اڑھٹائے کوئی
شعلے اڑھٹتے ہیں مرد لے بھٹائے کوئی
تیرے چہرے سے بھلا آنکھ اڑھٹائے کوئی
سانے آکے مرے ہوش اڑائے کوئی
غم میں ہیرے کی کنی جھلکے نہ کھائے کوئی
اپنی اس شرم سے کچھ دل میں لجائے کوئی
جان لیلے مرے دل کو نہ دکھائے کوئی



دل میں رکھتا ہے اگر گلبدنی کا دوس
آکے شمشاد سے کچھ رسم بڑھائے کوئی

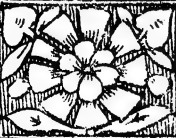


تری ادا میں کہیں انتہا نکلتی ہے
تری وفا میں بھی طرزِ جفا نکلتی ہے
مری ہی جان تری مبتلا نکلتی ہے
تو دس ہزار میں اک پارسا نکلتی ہے
تصویرِ تباؤ کہ بات اس میں کیا نکلتی ہے
کہ جانِ جسم میں رہتی ہے یا نکلتی ہے
ابھی تو منہ کو چھپائے حیا نکلتی ہے
عجب درد بھری وہ صدا نکلتی ہے
کہان سے روزِ معطر صبا نکلتی ہے
جو دیکھتا ہوں تو منہ سے دعا نکلتی ہے

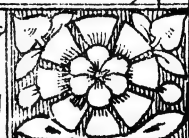
ادا ادا میں ادا میں ادا نکلتی ہے
جفا میں کون کسے کا وفا نکلتی ہے
ہزار بار ترے عاشقوں کی جانچ ہوئی
ٹٹولتے ہیں طبیعت کو جب یہ شوخ نگاہ
جو لفظ لفظ میں طعنے تو فقرے فقرے میں طنز
اب امتحانِ جفا میں یہ دیکھنا ہے اونچین
اوجھارتا ہوں تری شوخیوں کو چھیر کے میں
جو چوٹ کھائے ہوئے دل سے اوشی ہو دم آہ
نہیں رسا ہے جو اگلے بدن کے کوچے میں
وہ کو سننے کی ادائیں وہ غصے کی چتون

خدا سے کرتی ہے تاثیر کا گلہ گھنٹوں
میں ابتدا ہی سے محسوس کو بہن ٹھہرا
کمال صنعت صانع ہے انکی صورت میں
مقابلہ میں حیا کو نہ کیوں نہامت ہو
جدھر نگاہ اوٹھاتا ہے وہ مسیح نفس
جو کیے حسرت دیدار کب نکالو گے
ضرور کشتہ ہوں میں پنچہ حنائی کا
یقین جانیے ہوش و حواس کی رخصت
کہیں غلیظ ہے کج بخت بوی بادہ سے
ضرور حشر میں اعضا کرینگے چھڑاؤں سے
دہوین ادڑاتی ہے سینے کے دل کے ہونٹوں کے
سنا ہے مینے جو اجبٹ ایک یکتا سے
جیسے چشم حقارت ہے دیکھتی دنیا
کرن ہے اوس دیر یکتا کے روی انور کی
مکدر آسکے نہ بیٹھیں عزیز نزع کے وقت
غم فراق سے ممکن نہیں نجات ملے

جو سوے عرش کبھی آہ جا نکلتی ہے
اسی سے غم کی مرے اتنا نکلتی ہے
بتوں کی یاد میں یاد خدا نکلتی ہے
تری اداؤں میں شوخی سوا نکلتی ہے
اودھر سے منہ کو چپائے قضا نکلتی ہے
تو ہنسکے کہتے ہیں روز جزا نکلتی ہے
بجای سبزہ محد سے حنا نکلتی ہے
کہ دل سے آج صدائے در نکلتی ہے
جو بوریادوں سے بوی ریا نکلتی ہے
کہ میری روح بدن سے خفا نکلتی ہے
ہماری آہ بھی کیا شعلہ پا نکلتی ہے
اوسی سے عشق کی کچھ ابتدا نکلتی ہے
کبھی کبھی وہی شی بے با نکلتی ہے
جو مہر و ماہ سے روشن ضیا نکلتی ہے
بدن سے روح مری با صفا نکلتی ہے
جو زہر کھاؤ تو اوسکی دوا نکلتی ہے



عبث روش نہیں بلکوں سے جھارتے شمشاد
ادھر سواری کسی گل کی آنکلتی ہے



نالوں سے کیوں جگر و دل کو ہزار کھا کر

نام اوس بت نے مرا قہر خدا رکھا ہے

وہ کہیں صاف بلا لاؤ غلط اسے قاصد
 نقد جان نزد محبت میں بچے یا نہ بچے
 اس طرف بھی کبھی اسے ناز و نزاکت واسے
 تو جو دیوانہ بنادے تو مجھے غدر ہی کیا
 تم تو ظاہر میں خوشامد سے ہوئے مجھے صفا
 دھولین کھاتا ہے مگر اپنی کسے جاتا ہے
 گمات پر یار کا لانا مجھے دشوار نہیں
 محو ہتی ہیں مری آنکھیں اویسکے رخ پر
 خواہش وصل میں ہیں جان کے لائے پڑتے
 اتے سے ہاتھ سے میں بچکے کہاں جاؤنگا
 غیر کے بھیس میں آسان ہے اوس سے ملنا
 اب مگر نامری الفت سے کسیدن انکار
 اسے صبر و تحمل میں تمہارے صدقے
 خلوت دل میں چلے آؤ تکلف نہ کرو
 آنکھوں میں آتے ہی دل میں اتر آتے ہیں
 مجھ سے ملتے ہی بد جاتے ہیں اونکے تیور
 کیون نہ آسان ہو اب اوسکے لیے یہ عہد
 سنکے کتا ہے مرا شوخ کہانی میری
 قیس و فرہاد کے دل پاؤن تو وہ بھی لیلون

اسمیں مضمون کوئی تو نے دبا رکھا ہے
 مینے تو ابکی یہی داؤ لگا رکھا ہے
 نقد دل مینے پئے نذر ادا رکھا ہے
 نام ہی میں نے ترا ہو شر بار کھا ہے
 اپنے روٹھے ہوئے دل کو بھی مٹا رکھا ہے
 رند دن نے خوب ہی غلط کو بنا رکھا ہے
 اوس کا انداز مرے دل نے بتا رکھا ہے
 جسکی زلفوں نے مرے دل کو چنسا رکھا ہے
 اوس سے پہلے ہی سے یہ مجھ کو سنا رکھا ہے
 تو نے جب آنکھوں کے جادو کو جگا رکھا ہے
 اونکے دربانوں کو جب مینے مار رکھا ہے
 دل میں جو داغ ہے وہ تھوڑا کھا رکھا ہے
 دل کو اندوہ کے صدقوں سے بچا رکھا ہے
 میں نے ارمانوں کو پہلے ہی ہٹا رکھا ہے
 راستہ حسن نے یہ اونکو بتا رکھا ہے
 کوئی فقرہ مرے دشمن نے جا رکھا ہے
 نقشب ہستی سے عاشق نے مٹا رکھا ہے
 اسمیں جو بھید ہے وہ تم نے چھپا رکھا ہے
 بیدلی نے مجھے ایسا ہی ستا رکھا ہے

گوشتہ دل میں اوستے پیٹے پھیلا رکھا ہے
میں نے اس قصے کو مدت اٹھا رکھا ہے
میں نے غماز کو پہلے ہی بٹا رکھا ہے

غیر ممکن ہے پڑے اب نظر غیر او سپر
آج خلوت میں ہوں میری کہانی سن لو
دوبدو آج مرے اونکے صفائی ہوگی



روے امید کبھی وہ بھی نہ دیکھے یارب
جس نے شمشاد کو اوس گل سے چھڑا رکھا ہے



دلِ حزین کے لیے برقی طور ہوتا ہے
مگر رقیب سے جسم تصور ہوتا ہے
خیالِ نار سے کب و سین نور ہوتا ہے
خیالِ یارِ کین دل سے دور ہوتا ہے
ترا خیال ہی جنت میں دور ہوتا ہے
جو بڑھ چلے تو سچ جو چور ہوتا ہے
غلام آپ کے گھر کا حضور ہوتا ہے
ہماری آہ میں شورِ نشور ہوتا ہے
کسی شراب میں کب وہ سرور ہوتا ہے
وہ خاص بندہ رپ غفور ہوتا ہے
ترے شغف سے وہ زائد نفور ہوتا ہے
اوس کا عشق کے اندر ظہور ہوتا ہے
مرہق عشق بہت نا بصور ہوتا ہے
جو شام و صبح کو شورِ طہور ہوتا ہے

جو ذرے ذرے میں وجہ ظہور ہوتا ہے
مرا خیال بھی تلو ضرور ہوتا ہے
حضورِ قلب سے دل شک طور ہوتا ہے
میں تلو بھول گیا واہ یہ بھی خوب کھی
برشتہ ترے کوپے کی آنکھوں میں گردش
شکستِ شیشہ دل کی صدا ہے میری آہ
جو ہنشین ہیں اسے جان اونکا کیا کنا
نیکون گلا کر بن جہنم کے خفقانِ دم
لا جو بادۂ الفت سے تیرے عاشق کو
پسند جسکو ہے عفو گناہ کی لذت
خدا کو مان مگر اضطرابی دل زار
جو دو جہان کے اندوہ کا میو لا ہے
کچھ اسکی چاہیے تسکین اے سچ نفس
مری ہی طرح تجھے یاد کرتے ہیں بھی

وہ غم الم کہ ہن اوصافِ عشق کے جوہر حسین ہوتے ملنسار عاشقوں سے سوا ستم جو تو نے کیے کچھ ترا قصور نہیں جو دل میں راز گڑے ہیں وہ جانتے ہیں آپ	مرے خیالوں میں اونکا دُور ہوتا ہے مرے ہی عجز سے اونکو غرور ہوتا ہے جو کام ہونے کو ہے وہ ضرور ہوتا ہے مگر حضور کو کشفِ قبور ہوتا ہے
---	---

جو سنتے ہیں ہم تن گوشِ گل بنے شمشاد	مرے نکات پر اداس کو عبور ہوتا ہے
-------------------------------------	----------------------------------

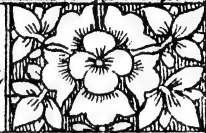
اب نہیں درکار کچھ درمانِ صحت کیلئے دوڑ کر مینے قدم جھٹ دردِ فرقت کیلئے اس اداسے تو نے مجھے باتن کی ہن دو بدو صابر و شاکر رہے انسان اگر تکلیف پر ناز و انداز و ادائیں جیسے شرط و لکشی سخت نادانی ہے یار و خواہشِ افراطِ مال میں پھر کٹٹھایہ سکر دل بھین آیا پسند اسی لیے کرتا ہوں میں آپِ ندامت و وضو دیکھتا ہوں دل کے آئینے میں شکلِ یار کو نطقِ تنہا اشرفیت کیلئے کافی نہیں عین غصے میں جو میں نے بوسہ لب لیلیا طبعِ نازک بے زخی پڑا و سکی جب برہم ہوئی ناصح بے مہر اتنی بھی نہیں رکھتا خبر	میں فقط بیمار تھا تیری عیادت کیلئے ساتھ ہی جب آپ بھی پونچے عیادت کیلئے طالعِ موٹے نے بوسے میری محبت کیلئے غیبِ سامان ہو جاتے ہیں محبت کیلئے چاہیے سیرت بھی اچھی خوبصورت کیلئے چاہیے پہلے سلیقہ صرف دولت کیلئے کیا جگہ ڈھونڈھی تونے اپنی عزت کیلئے قلبِ طاہر چاہیے تیری عبادت کیلئے کر رہا ہوں فکریوں تو سیحِ حیرت کیلئے لاکھ شیوے چاہیے ایک آدمیت کیلئے تیری شوخی نے قدم جھٹ میری اُت کیلئے پنچی نظریں دوڑ کر آئینِ شفاعت کیلئے خلق میں تخلیقِ آدم ہے محبت کیلئے
--	--

خود ہی نظرون سے نہ تم اوسکو گراؤ تو سہی
یون تو میں دلِ جگر کے سوز کا قائل نہیں
میں یہ مانا کہ میں یون سب سے بڑا ہر جان
ذرہ و خورشید کی نسبت سے یہ ثابت ہوا
تم اگر پہلو سے اوٹھے دیکھنا ای جانِ جان
میرے رازِ عشق کی اونکو جو پہونچی جو خبر

سر چڑھاتے ہو عدد کو میری دولت کیلئے
آئے خورشید قیامت بھی زیارت کیلئے
تم نے بھی حد باندھ دی ہو کوئی طاعت کیلئے
اتنی کثرت ہے کسی کی ایک حدت کیلئے
جان نکالے گی بدن سے پہلے رخصت کیلئے
لاکھوں جیلے ڈھونڈتے ہیں انشاءت کیلئے



جان دیکر آج شمشاد شکستہ طبع نے
گلزمین کو سے جانان پائی تربت کیلئے



نہیں حد تیرے احسانِ اتم کی
ازل سے ہے مجھے عادت کرم کی
سناتا کیا ہے اسے واعظِ عدم کی
میں سلطانِ غم کو نہیں جیتے ن
جو اپنے دل میں پہلے اوسکو ڈھونڈ
چھپاتے ہو عبث تم راز اوس سے
عدو کو تو نے جو لکھا میں سمجھا
کہا تک صبر سے اکام لون میں
خدا سے لو لگا بیٹھا مراد ل
مرا ہی دل ہے اس عشرتِ امین
کسی یاد میں ہر سوئی تن ہے

مجھے اب فکر ہی کیا بیش و کم کی
مگر دیکھی نہیں صورتِ دم کی
اجی یہ راہ تو ہے دو قدم کی
نہیں حاجت مجھے طلبِ علم کی
پنچھانے خاک وہ دیر و دم کی
خبر ملتی ہو جسکو دمِ بدم کی
روانی دیکھ کر تیرے قلم کی
کوئی حد ہے ترے جو دستم کی
میری توقیر اوس بت نے جو کم کی
ملی لذت جسے دردِ عالم کی
حقیقت ہے یہ میرے صبرِ دم کی

فقیہرست کا جام سفالین
صد اسے خیمہ پر ہے ست بلبل
سنا ہے توح کا طوفان سب کے
وہ گہر اتے ہیں اپنے عاشقوں سے
نہیں کیجی ہیرے دلی اور لجن
کسی کا بزم عشرت میں یہ کہنا
سنو کیون قصہ فر باد و مجنون
لٹا دے جسکو صر آواز دولا ب
تسلی وعدہ فردا سے کیا ہو

حقیقت کول دیگا جام ہم کی
اوسے پرواہی کیا ہوتاں ہم کی
حکایت ہو وہ میری چشم نم کی
عبث شوکت ہوا اس خیل و چشم کی
وہ رفیق لیتی ہیں کیا پیچ و خم کی
یہ ساری دلی ہے تیرے دم کی
سنا دون میں کہانی اپنے غم کی
نہیں حاجت اوسے کچھ پر دم کی
اونہیں عادت ہو جیتی ٹاسم کی

وہ گل آیا جو وقت نزع شمشاد
نہ پوچھو لذتیں اوس ایکدم کی

جو زندہ ہو گئے تیری ادا سے
جنہیں ہے کام تسلیم و رضا سے
ہوئیں جو راز کی باتیں خدا سے
نہیں مکن وہ دین مجھ کو دلا سے
بڑھایا ربط تسلیم و رضا سے
کیا گستاخ دشمن کو اونہوں نے
دعائیں مانگتا ہوں روز لیکن
جفا میں جو گئی اوس وہ کر لین

دوبارہ مر نہیں سکتے قضا سے
وہ کیوں نے لگے روز جزا سے
وہ سن لین میں پیار سے مصطفیٰ سے
اونہیں نفرت ہوا اپنے بتلا سے
نہ نکلا کام جب آہ رسا سے
وہ درگزرے تو کیا میری خطا سے
نہیں واقف میں ابتک عات سے
وہ شرمندہ ہیں کیوں اپنی وفا سے

کوئی کس طرح پہنچے اوس کے رخ نمک
 نہ ملتا روٹھ کر جو صورتِ جان
 میں سمجھایا کیا دل کو شبِ غم
 جو مجھے بھانکتا ہے دور کو سون
 نہ مود و در گاہِ آتشی
 دوبارہ بہر وہی اسے دشمن ہوش
 شہیدِ ناز کیونکر دل چڑھائے
 جو کیسے جان بلب ہے عاشقِ زار
 نہیں ہیں آبلے دلبرِ نمایان
 جو بچ پوچھو تو عاشق ہی نہیں
 اگر موقوف ہے یہ التجا پر
 ہمارا خون میں پیار کنگو ہاتھ
 گئے شوخی کے دن آئی جوانی
 کیا دنیا سے یوں ترکِ تعلق
 ہماری جانیں ہوں قربانِ اوپر
 دیا اک بوسہ سوا حسانِ کھکر
 تب غم میں جنھیں ملتی ہے لذت
 اوڑھ لائی ہے تیری بوسے پاس
 مرے سر پر ہے سایہِ مصطفیٰ کا

قمرِ شرمندہ جس کے نقشِ بیا سے
 منا لایا اوسے میں التجا سے
 مرے دہنے دیسے جھکود لا سے
 اوسیکو چاہتا ہوں نہیں خدا سے
 خداوت کر کے فاضلِ خدا سے
 لیا دل تو نے جس یاں کی ادا سے
 غم درِ رخِ دالم کے کربلا سے
 تو کہتے ہیں مرے میری بھلا سے
 جگر کے فارغے کے بین تیا سے
 چڑھنے جی اگر جو رجھا سے
 میں باز آیا تری مہر و وفا سے
 اکین خوشترنگ ہے رنگِ خدا سے
 ذرا اب کام لو شرم و عیا سے
 کھل آیا میں سر ہو فنا سے
 خدا جس نے کیے ہمیں خدا سے
 میں باز آیا تمھاری اس عطا سے
 وہ کچھ مطلب نہیں رکھتے دوا سے
 نئی امید یہ بادِ صبا سے
 مجھے کیا کام ہے ظلِ ہما سے

نہ بیٹھا بورے پر مین ریاست ریا کاری عمامے سے عباسے خدا کو مانگتا ہوں مین خدا سے	نہ لکے مین نے سامانِ رعونت بجھ اندر ہے فارغ سر و دوش فرشتے ہنستے ہین میری دعا پر
---	--

گلستانِ فنا کا مین ہوں شمشاد نبھے کیا کام ہے نشو و نما سے	
--	--

<p>دل پر نشو و ذکر کے دہی دلبری ہوئی دشمن سے تیری آنکھ پر بیڑہب لڑھی ہوئی میر سے رقیب سے جو ذرا سر کشی ہوئی آنکھوں کے سامنے ہر وہ صورت کھڑی ہوئی پڑ مرده اور بھی مرے دل کی کلی ہوئی برسون مین ختم آپکی جب دو گھڑی ہوئی صحت اگر ہو برسوں مین سمجھے ابھی ہوئی ملتی نہیں ہے ہاتھ سے دولت کی ہوئی تیمار سے تو اور بھی حالتِ رومی ہوئی تھی جنسِ صبر گوشہ دل میں ہی ہوئی ہے میرے دل مین آتشِ الفت دلی ہوئی جو غیر کر رہے ہین وہ میری کی ہوئی انصاف اسی کا نام ہے ایک ہی ہوئی تربت ہے عطرِ خلدِ برین سے بسی ہوئی</p>	<p>تھی حسن مین جو اسکی تجلی چھپی ہوئی ای جان دیکھ بات نہ بگڑے بنی ہوئی سمجھو کسی کے دل مین رسائی ابھی ہوئی دل جسکی جستجو مین ہے دن رات، مقرر اسکی نسیم ناز جو ہے رخِ نظر بیڑی اک روز کے لیے تو کوئی قرن چاہیے تیرے مریضِ عشق کو ہے یاسِ اسقدر بیجا ہے جھکوا اپنے دل گم شدہ کی فکر غش آگیا مریضِ محبت کو دید سے لوٹا نگاہِ ناز نے اسکو بھی آنِ حیف رکھنا قدم بجائے ہوئے ای خیالِ یار تدیر اوسکے ہاتھ مین لانیکی اور ہے دل لیکے لے رہے ہو مجھی سے سرانِ دل اخلاقِ نیک کا یہ نتیجہ ملا مجھے</p>
---	--

منہدی ہوا اسکے ہاتھوں میں کیسی جی ہوئی
 آئی صبا جو تیری مہک سے بسی ہوئی
 ہر ہر جفا میں ایک وفا ہے چھپی ہوئی
 میری شفیع جرم مری بیکسی ہوئی
 آئی جو دختِ رز تو ذرا دلگی ہوئی
 ناصح یہ دوستی نہ ہوئی دشمنی ہوئی
 کب التہاب شعلہ غم میں کمی ہوئی
 شاید کہ مجھے چھپ کے کہیں مسکشی ہوئی

میرا مونہ پانی ہو کس طرح رشک سے
 دل کھل گیا مگر ہے جگر چاک شک سے
 تیرے ستم میں کیوں نہ ملیں مجھ کو لذتیں
 رحم آگیا اور نہیں مری صورت ہی دیکھتے
 رند و نکی بزم آج تھی افسردہ بے طرح
 مجھے خلافِ شانِ وفا چاہتا ہر تو
 کبیا ہر سرد سے ہوئی تسکین دل نصیب
 کرتے ہو باتیں نکلی ہوئی آنکھیں سنچ رہیں



شمشاو آگے تو وہ گل مسکرا دیا
 غنچے میں ہم نشینوں کے اسپر ہی ہوئی



دنیا میں طرہ دار کوئی تیسے سوا ہے
 شوخی ہے کہیں اور کہیں عین حیا ہے
 مجھے جو کوئی پوچھے تو میں کہہ دوں اہے
 میں کیا کہوں کس لطف کا اس وقت مزا ہے
 حیرت سے وہ اون سب کی طرف دیکھ رہا ہے
 اسی جان ترے حسن میں کیا نشو و نما ہے
 اب تک مری آنکھوں میں نشانِ کفِ پا ہے
 جو تیری جفاؤں کو یہ سمجھے کہ وفا ہے
 جو ہاتھ ہوں گستاخ یہی دیکھی سزا ہے

شمشاو کی آنکھوں میں کہو کون کہا ہر
 حیرت ہر ابھی تک مجھے اسے جان تو کیا ہر
 اغیار جسے کہتے ہیں یہ تیری جفا ہے
 رند و نین جو اک واعظِ بیغز پھنسا ہے
 ارمان جو نکلے شبِ خلوت سے دل سے
 جھپکی جو ادھر آکھ اودھر اور ہی تھا تو
 کس شان سے تم میری نگاہوں میں پھر ہو
 کچھ اوسکو ستاؤ کی بھی سوچھی تجھی تدبیر
 ترساؤ دکھا کر اور نہیں ادھر سے ہوے جو بن

اے رنگِ حنا جھک کر سے خون سے نسبت
 اس وقت جو بیتاب تم آئے ہو مرے پاس
 رہ رہ کے چھلکتے ہو یہ کس سے شبِ خلوت
 اسے غنچہ دہن اوٹھتی ہے جو سوچِ تبسم
 اس وقت کی مین کہ نہیں سکتا ہوں بہت
 کس شان سے کہتا ہے وہ اللہ ری لیری
 او مین کہی غیر دن کے قدم چم نہیں سکتے
 لایا ہوں تھیں کچھ کے آغوشِ عدوسے
 کیوں بات بناتا ہے تو اسے قاعدِ لبر
 جاتی ہی نہیں بسکری سے دل سے کبھی یاد
 عاشق کا خیال دین بکاپائے تو کیوں مکر
 ہوسٹے تاکا جو سر سے دل کا نشانہ
 ٹکس نہیں دیر سے وہ کی مدد نتیجہ
 او کی شبِ غم کس نہیں سکتی کسی صورت
 یہ قفل کی غامی ہے اگر فرق نہ سمجھے

شوخی کے سوا اس میں چھی بوی وفا ہے
 ایجان یہ ادنی اثر آہِ رسا ہے
 کیا گوشہ دل میں کوئی ارمان چھپا ہے
 پرترہ دلون کے لیے وہ بادِ صبا ہے
 جب ہنس کے کیا رانے تو مجھ سے خفا ہے
 مین کیوں دنِ خوشترین تراخون ہی کیا ہے
 جس دل میں تولے بانی بیدار ہا ہے
 اب بھی نہ کہو گے کہ تری آہِ رسا ہے
 اوس شوخ کی تقریر زمانے سے جدا ہے
 افسوس یہ ہے جھک کر ہی بھول گیا ہے
 اوس شوخ کا سر بادِ نخوت سے بڑا ہے
 جسکی نگاہ ناز بھی اکسیر قضا ہے
 جس کام کا آغاز حقیقت میں کیا ہے
 جو زلف گر گہر کے سودے میں پھنسا ہے
 جو بت ہو وہ بت ہو جو خدا ہو وہ خدا ہے



نما ہے سر بزم وہ ہر غنچہ دہن سے
 شمشاد اسی بات میں انگشت نما ہے



وہ سانس ہزار ہوں بھر بھی حجاب ہے
 شیشے میں شیشہ شہر کے ہو تو گلاب ہے

او کا فرخِ حسن ہی او کی نقاب ہے
 زند و نکی بوتلون میں جو ٹھرا شراب ہے

قاصد کو بات بات میں کیوں اضطراب ہے
 میرا لقب حضور نہ عالیجناب ہے
 ڈرتا ہوں نقد دل کہ میں ضائع نہ کر دین وہ
 کیا چاند اون کے گالوں سے ہو گا صبیح تر
 سنتا ہوں ان کے مانے سے فرقت کی داستان
 پہونچی ہے عرش سے بھی بہت دور میری آہ
 تسکین سیل اشک سے بھی کچھ نہ ہو سکی
 کیوں دیتے ہو قریب کو تم حسن کی زکوٰۃ
 دست و نگاہ دونوں کیوں بے دہکڑ میں
 ابر بہار مجھ کو نہ چھیرے فراق میں
 ایسی چمک ہے چہرے میں جتنی نہیں نظر
 کیا خط کے ساتھ اسے دیا دل بھی ہاتھ سے
 کرتی ہے جو رنج و اوٹنگوں کی کشمکش
 مجنون قیس ہی کو نہیں کہتے ہیں بشر
 وہ کہہ رہا ہے ہوں رگ گردن سے میں قریب
 دلکی اونٹنگوں کو وہ ذرا روکتے نہیں
 وہ شکل تنے پائی ہے دنیا میں دلفریب
 خوابِ عدم سے چونکتے ہی پھر میں سو گیا
 بتوری چڑی جہتی ہے تو آنکھیں میں لال

دیدے ملا جو اوسکو وہاں سے جواب ہے
 لیکن مرا جو شعر ہے وہ ملا جواب ہے
 بچپن ابھی ہے اون میں اگرچہ شباب ہے
 شرمندہ جھکے تلوون سے خود آفتاب ہے
 آخر وصال سے بھی کوئی کامیاب ہے
 پھر بھی کہیں بلند کسی کی جناب ہے
 میرے جگر کے شعلوں میں آفتاب ہے
 خیرات بے عمل میں نہیں کچھ ثواب ہے
 آج کل ڈھلک گیا ہے وہ سرسبز آب ہے
 رونے میں کم نہیں مری چشم پر آب ہے
 جتنے وہ نہ حجاب ہوں اون کا حجاب ہے
 قاصد کی بات بات میں کیوں اضطراب ہے
 میرا شباب ہی مرے حق میں غائب ہے
 عاشق کے واسطے ہی پہلا خطاب ہے
 جسکی تلاش میں مری مٹی خراب ہے
 بدنام اون کے ہاتھ سے اون کا شباب ہے
 میرا قریب دہر میں ہر شیخ و شاب ہے
 دنیا میں دیکھ کر کہ بڑا انقلاب ہے
 آخر مجھے بتائیے کس پر عتاب ہے

میں کس شمار میں ہوں مر کیا حساب ہے
اس دور میں وہ شیخِ منشیخت مآب ہے
جو مرضی آپ کی وہی راہی صواب ہے

محشر میں پوچھے جائیں گے دنیا کے نامور
جسکو فریب آئے ہیں شیطان سے سوا
میرے معاملات میں مجھے نہ پوچھیے



تو جی ہے کارِ خون میں طہدار ایک ہی
شمشادِ عاشقان میں اگر انتخاب ہے



ہم وہ نہیں جو خاطرِ مہمان نہیں کرتے
تسکینِ دل و دیدہ حیران نہیں کرتے
ہم پیشِ کبھی اعلیٰ بزنشان نہیں کرتے
آزاد کبھی منہ سوزِ مدائن نہیں کرتے
سب بھول کے قدِ دروِ زندان نہیں کرتے
وہ راز کی باتیں کبھی نہ مان نہیں کرتے
ہم اب ہوس جاہِ سلیمان نہیں کرتے
بمبیتِ دلماسے پریشان نہیں کرتے
سینے کو پُچھ غم سے وہ غزلان نہیں کرتے
دلِ تشِ غم میں کبھی بریان نہیں کرتے
وہ تو کبھی سیرِ چستان نہیں کرتے
وہ فکرِ گرانِ باری احسان نہیں کرتے
جو رخِ طرفِ کوچہ جانان نہیں کرتے
بے تیرے کبھی سیرِ گلستان نہیں کرتے

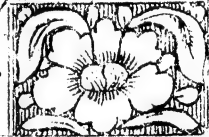
کس طرح جلِ جانبِ بیگان نہیں کرتے
یہ دست سے دعوت کو غلامانِ نہیں کرتے
انجمنِ سگ کی یہ طالعہ سے نہیں کرتے
کس طرح دُعا کیلئے سب سے نہیں کرتے
کس طرح کھانا کھانے نہیں کرتے
انجمنِ سگ کی یہ طالعہ سے نہیں کرتے
حاصل ہے ہمیں ملاقات کی حرمت
مالم کو بھاؤں سے وہ کرتے ہیں بریشان
رکتے ہیں خاکِ لال کو جو برفِ آبِ رضا سے
رہتا ہوتا تری یاد میں جو شادِ شہ روز
ہم کیوں جگر و دل کو کرین داغوں گلشن
ہمت نہیں دیتی ہے جنہیں کچھ بھی سہارا
ہو جاتی ہیں کس طرح درست اون کی نمازین
دھلاتے ہیں دل میں تھے داغوں کا تماشا

ہم دل میں خیالی مرتا بان نہیں کرتے
 دل سوختہ آتشِ حیران نہیں کرتے
 اب ہاتھ بھی رخِ جانبِ بان نہیں کرتے
 جھکڑے کبھی یوں گبر و مسلمان نہیں کرتے
 ہم چاک کبھی جیبِ دگر بان نہیں کرتے
 مجنون کی طرح سیرِ بیابان نہیں کرتے
 کیون پیرِ دی سیرِ شانِ بان نہیں کرتے
 رخ سے وہ الگ کیسویہ چان نہیں کرتے
 تم ہکو کسی روز غرِ نچوان نہیں کرتے
 نچوت سے نظر بانِ یوان نہیں کرتے

گالوں کی محبت میں لگاتے نہیں دھبّا
 جو وصل سے ٹھنڈا نہیں کرتے ہیں کلیجّا
 وحشت نے کچھ ایسا مرے پاؤں کو تھکایا
 ہو جاتے اگر اصلِ حقیقت سے خبردار
 وحشت میں جو ہاتھوں سے ہمارے نہ اوجھتے
 ہم یار کے کوچے ہی ہیں رہتے ہیں شبِ دُور
 مانا کہ پریرِ دُسی انسان ہو پھر بھی
 سمجھے ہیں کہ ہے سانچے آنے کا محافظ
 گلِ نغمہ بلبل سے رہا کرتے ہیں مست
 نادان جو کر لیتے ہیں دُشمن بھی موزون



کس ناز سے اک شمع نے یہ ہنس کے کہا تھا
 شمشاد ہو حشرِ گلِ خندانِ بان نہیں کرتے



دہی دے جو مرے دل کو مزائے
 سو اپنے ہر اک خمی سے غنائے
 مجھے توفیقِ ترکِ ماسوا دے
 حسینوں کے دلِ نین تو فوائے
 مرا مقصد مجھے بے التوائے
 انہیں دل بھی محبتِ کشتائے
 مجھے وہ سا غرِ وحدتِ پلائے

مصیبت یا کہ راحت جو خدائے
 میں تجھے کیا کہوں تو مجھ کو کیا دے
 یہ جو چاہے وہ میرا خدادے
 جفا کا نام دینا ہے مٹا دے
 ظلمِ پیرِ خلدِ زاہد کو مبارک
 حسینوں کو جو دی یا کینہِ صورت
 نہ لو بٹِ دُنی کی جسمینِ تلجبت

اگر ہے دید اوس بیکتا کی منظور
 تنہا ہے یہ میری بیدلی میں
 دیار عشق میں کرتے ہی منزل
 غضب دہاتا ہے آپس کا مخالف
 اگر صورت دکھانے میں ہو کچھ عار
 غنائے جاے خورشید قیامت
 نہیں وہ دوست بھی دشمن سے کچھ کم
 شبِ صسل اور خلوت ہے خدارا
 اوسے کیا قدر میرے نقدِ دل کی
 ریخِ زیبا کی رکھتا ہوں محبت
 کرونگا تن من او سپہین بچھاؤ
 مری وہ داستانِ درد و غم ہے
 میں اپنا نقدِ دل نذرانہ دیدن
 شفا ہے بوسہٴ عتاب لبِ مین
 مجھے غش دیکھ کر بولا وہ کسن
 تجھے کتا ہوں نہیں جب بابت جان
 اگر انسان کو قدرت ہو کچھ بھی

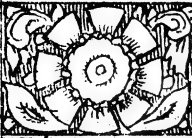
حجابِ آرزو دل سے اٹھا مے
 خدا دل دے مگر بے مدعا مے
 طے دارِ فنا کے لاکھوں جا مے
 جو اچھی شکل دے دایاں سا مے
 مجھے آواز ہی اپنی سنا مے
 اگر تو چاند سی صورت دکھا مے
 جو میری ہان میں ہان ملتا مے
 حجابِ شرم کا پردہ اٹھا مے
 جو اپنے حسن کی دولت لٹا مے
 دل اپنا زلف کو میری بلا مے
 مرے روٹھے ہوئے کو جو سنا مے
 دل دشمن کو سینے میں ہلا مے
 اگر بوسہ مجھے وہ خود نما مے
 یہی اسے چارہ گر مجھ کو دے مے
 اسے قرآن کی کوئی ہوا مے
 نہ ایسی بات کر جو دل دکھا مے
 کرے وہ جس سے اک عالم دعا مے

کہا شمشاد سے اک گل نے ہنسکر
 غضب کے شر لکے ساوے ساوے

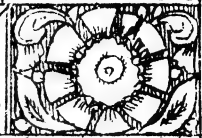
مست رکنتی ہے مجھے مستی نگاہ یار کی
 شرط بیداری جو بڑھی آپ کے دیدار کی
 ہے زمانے سے زلال تیرے عاشق کا لباس
 اسکی تکلیفوں میں بھی ملتی ہیں لاکھوں لذتیں
 نوحہ خوان پیر مغان ہر بندہ میں تم کنان
 خوگر تسلیم ہوں اُن منہ سے نکلے کیا مجال
 شیخ نے بارِ ریائی سر سے پھینکا اسطرح
 کیا ہے سیلاب فنا کے بعد کچھ مگھلتا نہیں
 جیسے تو نے تیغِ ابرو سے کیا مجھ کو شہید
 کر دیے سوراخِ دل میں بھر دی ہے آغوش میں
 چار اکھین ہوتے ہی بس میں جب لٹکے
 بے کلمے ہر مرد کی لکھی تھی جب تقدیر میں
 وہ ہر خلد عاشقان جان نثار ای زراہد
 گل کو کیا نسبت ہو میری غیرت گلزار سے
 حسن کی دولت حسینوں کو متاعِ کبر ہے
 پسند ہے بے سود امی ناصح مرہض عشق کو
 تیر مژگان کے کرین گے وار کپڑے ترکِ چشم
 سر و حیرت میں کھڑا ہوں دیکھ رہا سوچتا
 یاس میں امید بندھتی ہے سوالِ وصل پر

مجھ کو کچھ حاجت نہیں ابا غر سرشار کی
 طرزِ زنگس نے اوڑالی دیدہ بیدار کی
 زیب تن آپ ان ہوا آنسو و بکج تار کی
 درِ وافت میں نہیں حاجت کسی غوار کی
 نقشِ اوٹھی میکدے آج کس میخوار کی
 لاکھ تدبیریں نکالو تم مرے آزار کی
 رہن بادہ میکدہ میں چلتے ہی ستار کی
 کشتی عمر روان کیوں تڑپی اویں کی
 تجھے بڑ بھر ہو گئی شہرت تری تلوار کی
 دانا سے ستم میں یہ قدر ہے زنا ر کی
 اب ہمارے آپ کے تکرار ہے بیکار کی
 کاش میرا دل کلی ہوتا تھا رسے ہار کی
 جس گلی میں روزِ جانین جاتی ہیں چار کی
 صرف بوسے بوفائی میں ادا ہے یار کی
 چارہ سازی کر نہیں سکتے کسی چار کی
 یہ غلط تدبیر سوچی ہے مرے تیمار کی
 کیوں کمانین کچھ گنیں ہیں بروخدا کی
 کون سی چھین ادا ہے قامتِ دلدار کی
 ہر ادا انکار کی تصویر ہے اقرار کی

بے شکستہ رنجیت قائم و ازل سے متعشق
یہ بنا ڈالی ہوئی ہے کون سے سمار کی



کیون کروں شمشاد میں اپنا سیکورا زوار
دال کب گلتی ہے اوس گل کے بیان اغیار کی



ہے قیامت ایک خونخو فتنہ رفتار کی
وہ کلی مرجھا گئی جو ناک تھی گلزار کی
عشق سچا ہے تو کچھ حاجت نہیں نظامار کی
روح تم میں آگئی امی جان کس عیار کی
عشق کی سرکار میں پریش نہیں دوار کی
اور سنے زلفین بلائیں آپ کے خسار کی
او کو عادت پڑ گئی ہر بات میں اصرار کی
یاد کیون آئی انھیں مجھ جان سے نیرار کی
ہے یہ اکادنی شکایت چرخ کج رفتار کی
انکی جانچوں میں ضرورت تھی اسی میار کی
یہ بنا تو پہلے ہی سے آپنے سمار کی
کون سینے میں کرے پرستش دل بایار کی
راہ ہے مسر سے ہو کر خانہ بخار کی
فکر قیس و کوکبت کو وادی و کسار کی
کبہ دل میں جگہ ملی بت پندار کی
رہ گئی دل میں تمنا یا رکے دیدار کی

حشر کیون ہر پانہ کردے چال میرے یار کی
سینہ پڑ داغ میں افسردہ میرا دل ہوا
شکستہ ہوتا ہے راز عشق خود معشوق پر
بھولی بھولی شکل رکھ کر دیتے ہو کتنے فریب
صرف نقد دل وہاں کافی ہر عزت کیلئے
سانپ میرے سینے پر لوٹے و فوراً شکستے
میںے ناحق ہوئی مندر پر ہاتھ اٹھا یا وصل سے
ہچکیوں نے اور بھی سینے میں دم اکھا دیا
تسے چالیں سیکھ کے پا مال کرتا ہے مجھے
دوستوں پر کیون کرتا اپنی حاجت آشکار
اب کہاں ہے خانہ دل جسم میں نہ کہاں آپ
تھا جگر پر کچھ بھروسا و سکونم نے کھا لیا
صحبت زار بھی ہو جاتی ہے رند کو نصیب
میں ہوں محو کوی جانان مجھے کیا نسبت نہیں
واہ کیا جرات دکھائی میرے نور عجز نے
رستے ہی دنیا کی ساری حشر میں نصرت نہیں

میرے دل پر نقش ہے صورت درو دیو ابر کی
خوب ہی تھے خبر لی واعظ مکار کی
اس سے بڑھ کر اب کوئی صورت نہیں ثانی کی
ان بلا کے تیر و نین حاجت نہ تھی سوا کی

اوس کے گھر سے خلد کو نسبت کچھ ای رضوان نہیں
آؤ رند و مین تمھارے ہاتھ اب سے جو مولون
جسم و جان و عقل و ایمان نذر الفت ہو گئے
کیا ہو کیوں جسے مرگان شوق ہوئے تھی کب چشم



اوس گل نوزیر کا شمشاد بہت خراب
جسکی آنکھوں میں ہے سستی نگس بیماری کی



کیون نخل سیر میں غنچہ کی چٹک ہوتی ہے
نکھتے ہی مجھے کیون دور و یک ہوتی ہے
سیر سے ناوین بھی غلی کی لڑک ہوتی ہے
غم کے آنے کی جو محسوس ہک ہوتی ہے
دم گلگشت اوس تو پون کی شک ہوتی ہے
دل میں در جان نزاکت کو لک ہوتی ہے
ادھتے جو بن میں جھ سرخی کی جھلک تھی ہے
ڈانک کی طرح تیر جاہ و یک ہوتی ہے
ان حسینوں میں قیامت کی جھپک تھی ہے
تیری سچ وچ میں عجب ک پلاک ہوتی ہے
تیرے پازیب میں آفت کی جھلک تھی ہے
کس اداسے ترے تھنوں میں بھرک ہوتی ہے
کہ تری چال میں اک خاص چپک ہوتی ہے

سر میں اوس جان نزاکت کو دمک تھی ہے
یہی نفرت تو مجھے باعث شک ہوتی ہے
آنسو د ہی میں نہیں ہوتی ہر ساؤ کی چھڑی
درد دل دھکے خراب و ن طرف کرتا ہے
اس نزاکت کا برا ہو کہ چپک پنھون کی
باز آیا میں ترے ایسے اثر سے اس آہ
میں جھٹتا ہوں یہی ہے شوق ہر شباب
شکل کیسی ہو مگر خون میں ہنگام شباب
وصل میں بھی نہیں ہوتے کسی صورت میں پاک
دل عشاق میں گر جاتی ہے وضع دلکش
فتنہ حشر او مٹا دیتی ہے تیری رفتار
پھونکتی ہے دل عاشق کو گرا کر بجلی
لاکھ دو لاکھ میں میں تاڑوں تیری رفتار

اویسی انسان میں بس روح ملک ہوتی ہے
 چو گنی لطف میں بایں کی ملک ہوتی ہے
 تیرے دیوانہ کو حسینات کی جھک ہوتی ہے
 کب مری آہ نہیں سر نفلک ہوتی ہے
 سوزش دل میں جہان زلیک ہوتی ہے
 سامنے جب دل پر بیان کی گزک ہوتی ہے
 دل ہے ایک بلہ ذرا وسیم تپک ہوتی ہے
 تیرے دیوانے کی وحشت جی بک ہوتی ہے

جو تھین دیکھ کے ایمان بچا لیتا ہے
 تو جو لیتا ہے کبھی تان میں امی شوخ اوتچ
 وہی کر نیکی لیے ہوتے ہیں دانا مجبور
 غم سے کسوقت نہیں خاک پر آسو گرتے
 کس طرح جلنے سے بچتے خرد و ہوش و حواس
 بادہ غم سے ہوا کرتے ہیں عاشق سرشار
 سوز غم نے تریو عاشق کی یہ حالت کر دی
 نقش ہو جاتی ہے وہ لوح دل دانا پر



سیر گلزار میں شمشاد سے اک گل نے کہا
 شور بابل سے مرے سر میں دھماک ہوتی ہے



نظرون کا نشانہ ہیں ہوتا ہوا خطابی
 چلتی ہے عجب ناز سے شیر قضا بھی
 تم آپ زرا لے ہو زالی ہے اد بھی
 میں ننگ لائی ہوں مگر شان خدا بھی
 اس موت کی تلخی نے دیا مجھ کو مزاح بھی
 اے بانی جو رستم اک و زوفا بھی
 کیا فائدہ کچھ روز جو دنیا میں جیا بھی
 مجھسا کوئی مخلوق مانے میں ہوا بھی
 وہ بات تو بھاتی ہی نہیں مجھ کو ذرا بھی

کیا جہنم خنکوں نے لہا تھے سنا بھی
 میں جان سے بغیر اوروہ آتی نہیں مجھ تک
 جب آگ لڑاتے ہو طالیقے ہو دل کو
 اہل نظر جھکے حقارت سے نہ دیکھو
 آیا جو دم نزع وہ سرمایہ لذت
 مانا کہ نہ موزین گے دلدادہ تسلیم
 انسان کو درپیش ہے چبہ عدم کی
 عشاق میں حق مشغوفوں میں عاشق
 حسین نہیں ہوتا ہوا تر حسن کا مذکور

محبوب ہے کیا میری طرح میری دعا بھی
 کچھ خرمین ہستی سے مرے آج بچا بھی
 انعام جو دیتے ہیں تو کرتے ہیں سزا بھی
 شفاف شب ماہ ہے ٹھنڈی ہے ہوا بھی
 شوخی سے متانت بھی ہوئی مات حیا بھی
 پامال ہوا کرتی ہے ہر روز حنا بھی
 ہوسیر میں ہمراہ کوئی ماہ لقا بھی
 باند ہے ہے مرے ہاتھ کو وہ زلف دوتا بھی
 دل لیکے عوض میں مجھے کچھ تنے دیا بھی
 اک عمر تک اسکا مجھے خلیان رہا بھی
 اسے بت یہ سمجھ لے کہ میں رکھتا ہوں خدا بھی

میں سر بگربان ہوں وہ آتی نہیں لتک
 اسے برق تجلی ترے قربان بتا دے
 اک بوسہ وہ دیکر مجھے کر دیتے ہیں بیتاب
 ٹھنڈی کروں آنکھیں کہ مرے لونوں پست کر
 کیونکر نہ شب وصل وہ کمل کھیلتے مجھے
 اوس پنچہ رنگین سے مراد ہی نہیں سخن
 تنہا نہیں ملتا ہے کبھی لطیف شب ماہ
 لب ہی نہیں مزگان سے سیسے چین چین
 اک بوسہ اگر دو گے تو احسان ہی کیا ہے
 حل میں کیا خوب ہی الفت کا سہا
 بیجا ستم و جور کوئی اور سے گا



کیا نام کیا ہے چمن دہر میں تم نے
 شمشاد تو ہو رکھتے ہو کچھ نشو و نما بھی



دل مرا پھیر دو خدا کے لیے
 منتخب میں ہوا جفا کے لیے
 ہاتھ اوٹھتے نہیں دعا کے لیے
 میں مُصرِ عرضِ مدعا کے لیے
 گواہوں نے نظریا کے لیے
 والپ زخم مر جسا کے لیے

تم جو آمادہ ہو جفا کے لیے
 اب بھی ہے غیر مدعی و فا
 یاس نے آس اس طرح توڑی
 اونکو ضد ہے کہ ہم سین کے نہیں
 کل گیا رازِ دہری سب پر
 ہو گئے اوچھے اوچھے ہاتھو پیر



اپنی شوخی سے ڈرتے رہیے آپ
خون عاشق میں رنگیے اپنے ہاتھ
یون جلایا رقیب کو سینے
پیشِ داد اور ادھائیگا قاتل
چارہ گر ڈھونڈنا ہے نادانی
جمعِ اصدا داسکو کہتے ہیں

سہہ حریف آپ کی حیا کے لیے
کیسے کیوں غیر سے خفا کے لیے
اونٹے بو سے دکھا دکھا کے لیے
لاکھ حیلے مری قضا کے لیے
مرضِ عشقِ لادو ا کے لیے
ہے بقا عالمِ خفا کے لیے

سخت بدنام ہو گئے شمشاد
اک گلِ اندامِ دلِ ربا کے لیے

ہزاروں ہیں ناز و ادا کرنے والے
جو کوئین سے ہاتھ اوٹھائے ہوئے ہیں
جفا کہہ رہی ہے میں قربانِ تم پر
عداوت کا تمام موقوفِ اوں پر
اور تر جابینگی دل میں اونکی ننگا ہیں
تھیں وصل کا لطف کھونے سے مطلب
شکایت کریں گے تو تم سے کریں گے
کسی پاؤں کی ٹھوکر میں کھا رہے ہیں
شبِ وصل ہیں آپ کے نازِ بیجا
تھارے سے اندازِ غیر و نہیں کب ہیں
مریضِ محبت ہوں اچھا نہوں گا

ہمیں اب نہیں دلِ فدا کرنے والے
تھیں پرہیز دلِ بتلا کرنے والے
سلامت رہو تم وفا کرنے والے
محبت کی ہم انتہا کرنے والے
یہ ناوک نہیں ہیں خطا کرنے والے
تم ایسے کمان کے حیا کرنے والے
نہیں غیر سے ہم رگلا کرنے والے
وہی سجدہِ نقشِ پا کرنے والے
مرے لطف کو بے مزا کرنے والے
دلِ زار کے بتلا کرنے والے
مسیحا اگر ہوں دوا کرنے والے

نہیں آپ وعدہ وفا کرنے والے

سبکدوش ہوتے ہیں ہم جان دیکر



کبھی ہم بھی شمشاد تھے اس چمن میں
کسی گل کی مدح و ثنا کرنے والے



دل نے تکلیف محبت میں کوئی پائی ہے
ناز کرتی ہوئی کیون میری قضا آئی ہے
ایک خلقت جسے کہتے ہیں کہ سودا کی ہے
جو ہری حسن کا ایک سکا ناما سنا ہے
دست بستہ ترے ہاتھوں کی خنا آئی ہے
کسے بے جرم زمانے میں مزا پائی ہے
عین محفل میں بھی حاصل مجھے تنہائی ہے
کہتے ہیں تیری نظر ایک ہی ہجائی ہے
اپنے عیون کو ذرا دیکھ جو مینائی ہے
عشق سے اسنے جو تعلیم ادب پائی ہے
مگر اک ل یہ عجیب شی مرے ہاتھ آئی ہے
کب وہ منت کشل سباب خود آرائی ہے
اس طرف ایک مرے دل کی شکیبائی ہے
عین کثرت میں عیان جو ہر پکتائی ہے
تیری چو کھٹ ہے مری ناصیہ فرسائی ہے
بے تعلق رہے دنیا سے یہ دانا نائی ہے

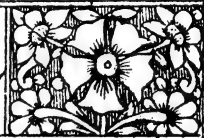
مرے پہلو ہی سے جانسوز صدا آئی ہے
کون گوشے میں چھپی تیری مسجائی ہے
آپکی زلف گر بگیر کا شیدا ہے
جگر می داغ سے دل لالہ صحرائی ہے
ہمسری کی جو مرے غن سے شوخی کے سبب
عشق اگر جرم نہیں عاشق محزون کے سوا
تیری صورت نے مٹایا وہ خیال اغیار
اونکے اعضا کے جو کرتا ہوں تفصیل و ضا
حسن ہی حسن نظر آنے لگے گا ہر سو
دل کسی حال میں تجھے نہیں کرتا ہر خلاف
قابل شکر ہے فیاض ازل کی ہر چیز
جسکی میسا خنگی میں ہو بلا کا جو بن
اوس طرف لاکھ ادائیں ہیں ہر اک تاب شکن
ذرا سے ذرا سے نمودار ہے تیری وحدت
منجھ کو معلوم نہیں اور طریق طاعت
شہرت و عزو تسلط نہیں آثار خرد

آنکھیں لڑتی ہیں عجب معرکہ آرائی ہے
جیسے اک شوخ جفاکار کا شیدا بنی ہے
تیری جو کھٹ ہی نہیں وقفِ حسین سائی ہے
عشق کا زور ہے الفت کی توانائی ہے
باعثِ عزت جاوید یہ رسوائی ہے
جیسے وہ شکلِ دلاویز نظر آئی ہے

دل ملے ہیں تو سرِ بزمِ ہمارے اونکی
کس متانت سے ہے دلِ مشق و فاینِ مصروف
راہِ مین نقشِ قدم تک بھی ہیں سجدہ نام
اپنی ہی سانسوں سے پامال ہیں لیکن دلِ مین
خام ہے عشق اگر کچھ ہو خیالِ ناموس
میرے آرام کی باقی کوئی صورت نہ رہی





دو ہی فقر و فاقہ وہ ای کل تجھے لایا کرتا
کم نہیں سحر سے شمشاد کی گویائی ہے



ساتھ ہی ساتھ مری ہو گئی رسوائی بھی
پھر بھی مشہورِ جہان ہو تری رعنائی بھی
کیسے مہیاک ہیں اسے جان تمنائی بھی
حسنِ مین خود جو تماشا ہے تماشا بنائی بھی
کام آئیگی کسی روز شکیبائی بھی
یہ جما ہی نہیں کہتی ہے انگڑائی بھی
فرد ہے عشقِ مین اب آجکا شیدا بنائی بھی
تنگ ہے میرے مسیحا کی مسیحائی بھی
زلت کے پاس سے کہہ دیتے ہیں درائی بھی
بیدوں سے وہ لکھا لیتے ہیں بھربائی بھی
راہ کی بات جو دل نے کبھی سمجھائی بھی

بعدِ مدت کے جو حاصل ہوئی تنہائی بھی
مین نے مانا کہ مسلم ہے تری یکتائی
تجھے شریلے سے کرتے ہیں تجھی کو وہ طلب
تیرے دیدار سے افسوس ہے وہ بھی محروم
آہ سے دل نہ دکھائے نل نادانِ ادن کا
رات جاگے ہو جگا یا ہے نصیبِ دشمن
آپ کو دیکھے سب ہو گئے اسکے قائل
جی کے پھر کشتہٴ اعجازِ مین ہو جاتا ہوں
عاشقِ رخ ہوں وہ بلبل ہی کہا کرتے ہیں
نقدِ دل لیکہ وہ دیتے نہیں اوپر ہے لطیف
سادگی دیکھیے اس شوخ سے کمدی بینے

<p>عشق ہی کے نہیں کچھ اسنے چھڑائے چھکے کس بنا پر مری وحشت میں نظر آئے کی نہیں کرتے ہیں کبھی بندہ نوازی کی نظر تو جو آوارہ رہی دسے نکل کر اے آہ کھل گیا حضرت یعقوب کے افسانے سے</p>	<p>مات ہے حسنِ خدائی سے خود آرائی بھی آپنے میری طبیعت کبھی بھلائی بھی دیکھتے ہیں وہ مری ناصیہ فرسائی بھی چھاؤں تاثیر کی تو نے کمین کچھ پائی بھی تاجِ حسن ہے عشاق کی بینائی بھی</p>
--	--

<p>آخر اوس سر و گل اندام کو لائی ڈھب پر کام آجاتی ہے شمشاد کی گویائی بھی</p>	 
---	---

<p>حیا کے پردے میں تیری ادا فوج بلا لائی کلیجہ کینچن کر ب تک مری آہ رسالائی نہیں ممکن کہ میرے چارہ گردا ہم بھی ہو پنے سمجھ کر جھکود یوانہ وہ بھونچانے چلے آئے نہ لطف آیا ترے کپڑوں کی بھینی بھینی خوشبو کا قیامت کا سفر تو تینے سوتے سوتے کا تا ہے ہزار دن سوتے فتنے ہر طرف سر نیٹے اوٹھے گئے جب وٹھ کر وہ میں بھی کنچ بیٹھا وہ آپنے نیاز عاشقان معشوق را در نازی آرد مرے مرنے کا کچھ اونکو بھی غم ہے تب کہتے ہیں مناتے ہیں وہ جھکوروٹھ کر میں کیوں نہیں منتا طبیعت کی یہ گستاخی ہو یا اخلاص تم جانو</p>	<p>شبِ وصل آئی لیکن ساتھ بیخامِ قضا لائی مگر ای بیخبر تجھ کو نہ لے آئی تو کیا لائی جہان جا کر طبیعت روگِ لغت کا لگا لائی مری تقریر بے معنی اونہیں گم رنگ لگا لائی صبا بہ بھول سے جا کر شمیم جانِ نغمہ لائی لحد کی بھلی منزل تک قضا سے تیز پالائی قیامت میرے سر پر وہ اداسے دلربا لائی تعجب ہے کہ میری بے رخی اونکو منا لائی مصیبت ساری مجھ پر میری ہی فطرتِ وفا لائی بلا سے تازہ مجھ پر آج تاثیر دعا لائی طبیعت نازِ محبوبی مگر اونسے اوڑ لائی نہتا حسنِ عمل کچھ تحفہ جرم و خطا لائی</p>
---	---

اوس کا ایک پر تو تائش روز جزا لائی
مگر تو کیوں نہ بوی یار سے باد صبا لائی
بھلا ہو شرم کا جو مجھ میں تسلیم و رضا لائی
ہمارے خون کا محض تری گلگون قبلا لائی
قیامت ہجر درد لادو کی کچھ دوا لائی
بتوں کی بیوفائی جانبِ یادِ خدا لائی
نہ رنگِ غمِ شوق تیرے ہاتھوں کی حنا لائی
مصیبت پر مصیبت آپ کی طرح بلا لائی
مجھے مستی ہی سپر عالم بالا دکھا لائی
مگر بیری ادھنیں بھی نکشان سویلا لائی

شبِ فرقت جو میرے دل میں سوزِ دردِ نہاں
گلونینِ یہ تھی قدرت کا اوسکار نگ وڑا لائے
شکایت ہائے بجا کا کیا تھا حرص نے خوگر
نہ کرتے کیوں بچھا و نقدِ جان ہم خیر مقدم
دلا یا یاد اوسنے یار کے دیدار کا وعدہ
مری قسمت کی خوبی رہزنون نے رہبری کر دی
بہت توڑی گئی پیسی گئی باندھی گئی پھر بھی
نہا و کھڑے پاؤں میدانِ وفا میں میری پہنچ
ہدایت ہو شیاری کی تو کیوں کرتا ہوا ی ناصح
گلم ہر گل کو تھا شمشاد کی گستاخ دستی کا



بظاہر کنزِ مخفی تھا ترا از درونِ می گل
مگر شمشاد کی فکر سا اوسکا وڑا لائی



وہ ہیں ندون کی پیشوا ہونیوالے
وہ ہیں آپ کے بتلا ہونیوالے
تمہارے شہیدِ وفا ہونیوالے
ہلاکِ غمِ ماسوا ہونیوالے
کمان ہیں ہمارے فدا ہونیوالے
یہ موتی تو تھے بے بہا ہونیوالے
کمان ہیں وہ محو جفا ہونیوالے

جو تو یہ سے تھے پار سا ہونیوالے
بلاستے میں منتخب جو ہوئے ہیں
دیت میں بھی تھے جفا چاہتے ہیں
حیاتِ ابد کی نہ پائیں گے لذت
وہ کہیں ہوئے قیامِ عیان ہیں کہتے
گرے افشاکِ عشقِ مجازی میں تاق
مری جان کی بیوفائی بھی دیکھیں



نہیں چاہتا میں عوض جانِ دل کا وفا میں پھوڑا کوئی سینے پہلو نہیں حور و غلمان کی رکتے تمنا	یہ قرعے نہیں ہیں ادا ہو نیوالے ستم سب میں مجھ پر بجا ہو نیوالے ترے جان و دل سے فدا ہو نیوالے
--	--

کبھی ہم بھی شمشاد تھے مثلِ بلب چمن میں گلون پر فدا ہو نیوالے	
---	--

وہ بھی ہے تنہا جو مرے دل میں نہیں ہے وہ بات نہ کہنا جو ترے دل میں نہیں ہے میرے دل مجروح سے پوچھے کوئی لذت اک رشتہ الفت ہے فقط اوسکے گلچین کیون قیس کو نظارہ لیلیٰ میں نور شک دریاؤں سے سنتے مرے اشکو کی روانی فوارے کا کیا خاک تمہیں لطف دکھائے تم دل میں ہو یا میری آنکھوں میں ساؤ بے آب کے کب جمع عشاق ہے ممکن تسکین یہ کہکر مجھے دیتی ہیں بلائیں جنت میں تو بچر اور مرے ہونگے ستم کے بھر دے تو اسے گو ہر تسلیم و رضا سے نقشِ ستم و جو نظر آتے ہیں لاکھوں سینے اوسے دیکھا ہے ابھی قیس کے دل میں	وہ بھی ہے ستم جو دل قاتل میں نہیں ہے جو حق میں ہے لذت کبھی باطل میں نہیں ہے یہ کون کہیگا کہ نمک تل میں نہیں ہے دیوانہ تراطوق و سلاسل میں نہیں ہے جز تارِ نظر پر دہ محل میں نہیں ہے افسوسِ طلاق لبِ ساحل میں نہیں ہے اک بوندِ لہو کی رگِ بسمل میں نہیں ہے وہ ماہ نہیں جو کسی منزل میں نہیں ہے پر دانے کمانِ شمع جو محفل میں نہیں ہے انسان نہیں جو کسی مشکل میں نہیں ہے جب رحم کسی حورِ شمائل میں نہیں ہے جز نامِ خدا دامنِ سائل میں نہیں ہے تو نیر و فائری حامل میں نہیں ہے کیا غم ہے جو لیلیٰ کسی محل میں نہیں ہے
--	--

جو آپ ہین سمجھو وہ مرے دل میں نہیں ہے
 کچھ فرق ہی گویا حق و باطل میں نہیں ہے
 جادو کوئی ایسا چہ با بل میں نہیں ہے
 جس بات کی قوت ہی مریدل میں نہیں ہے
 وہ آب ذرا خنجر قاتل میں نہیں ہے
 جس وعدے کا کچھ پاس دل میں نہیں ہے
 کچھ تنکو تیزاب حق باطل میں نہیں ہے

بدظن مری جانب سے نہ ہو جائیے لٹہ
 اللہ سے ڈرتا ہوں بتوں سے ہوں ہراسان
 جس سے ہو رسائی کبھی اس چاہ وقت تک
 اوسکی میں خوشامد میں کروں کسیلے تعریف
 کر دے جو مجھے جوش میں سیراب شہادت
 اسے جان کبھی بھول کے بھی مجھے نہ کرنا
 کرتے ہو مجھے اور رقیبوں کو برابر



کیون خوش نہو شمشاد کے نالوں سے وہ کلرد
 لذت یہ کبھی شورِ عناد دل میں نہیں ہے



اے صبا تو بھی مرے حق میں میسر نہوئی
 دل کے پھوڑے کو کبھی حاجت نشتر نہوئی
 بوند آنسو کی اگر غیرت گوہر نہوئی
 روزِ محشر بھی مجھے صبح میسر نہوئی
 میں نے وہ بات سنی جو مجھے باور نہوئی
 حسن کی حد تری صورت میں مقرر نہوئی
 وہ عنایت کی نظر کون کبھی مجھ پر نہوئی
 طائرِ جان کو دودم تیغ بھی شہر نہوئی
 جان اسوا سٹے جھکو کبھی دو بھر نہوئی
 روح میرے تنِ خاکی میں مکر نہوئی

یہ تو تقدیر کی خوبی تھی کہ رہبر نہوئی
 عمر بھر آنکھوں کو ناسور بنائے رکھا
 وہ یہ کہدین گئے کہ عشقِ دردندان معلوم
 تیر گئی شبِ اندوہ نے اندھیر کیا
 سخنِ اقرب تو ہوا دنی سی عنایت اونی
 روز افزون تری الفت نہ ہے کیا منے
 جس سے اک خلق کا دل تنے بھرا رکھا ہے
 دارِ ابرو کے سے پھر بھی سکتا ہی رہا
 جان تکو بھی کسی روز کما تھا میں نے
 سینے خورشید صفت کی وہ صفائی حاصل

بھریہ زنجیر ہوئی زلف مغبر ہوئی
جب نصیب و سکوتری پاؤں کی ٹھوکر ہوئی
تشنگی دور سہر سائل کو شر ہوئی
دل کو تسکین شب وصل بھی دم بھر ہوئی
آنکھ اوس شوخ کی اسپر بھی کبھی تر ہوئی
گردش چرخ مرے پاؤں کا چکر ہوئی
بھر بھی وہ ترجی نظر کاٹ مین خنجر ہوئی
تیری تصویر کبھی تیرے برابر ہوئی
کون سی تیری ادائیگی جو وہ دلبر ہوئی
میری پوشاک کسی روز معطر ہوئی

کہتے ہوا سمن کرونگا دل وحشی کو اسیر
سنگ در سے بھی سوا سر کو مین سجدہ تر
بوسہ لب سے کسی طرح مراجی نہ بھرا
ہجر مین تھا جو تڑپنے کا ہمیشہ خوگر
میری آہوں کے دھوین سے تھے فرشتے نالان
دیکھتا مین بھی ذرا ایک روش کی رفتار
کر دیا آنکھ لڑاتے ہی مجھے دو گڑے
تو نے وہ رنگ حریفوں کو اڑائے اسی شوخ
کیا کمون کسے بنایا مجھے بیدل دم دید
وصل مین بھی وہ گل تر نہ گلے سے لپٹا



جامہ تن کو بھی کیون چاک دم ترغ کیا
جان شمشاد اگر بوی گل تر ہوئی



دید اسپر بھی میسر ہوئی
دعوے پر کرنے سے اکثر ہوئی
پھر بھی الفت مجھے دو بھر ہوئی
اس سے فرصت مجھے مرکز ہوئی
نگہ ناخ بھی نشتر ہوئی
بات ایسی تھی کہ باور ہوئی
کوئی شاخ اور غرور ہوئی

مجھے غفلت مجھے دم بھر ہوئی
ہم جسے کیل سمجھتے تھے وہ بات
کر دیا اسے نکتا مجھ کو
شعل اعضا شکنی تن کا ہے
دل کے پھوڑے کی تپک مین افسوس
اونکے پیغام سے کیا خوش ہوتا
نخل الفت مین بجز درد و الم



ہو شب وصل کہ ہو روز وصال
 رام ہو تا بھی تو کو نکروہ غزال
 بارِ خاطر ہیں زمانے کو ہمیں
 نام زد میں تری الفت میں ہوا
 کیا ملے وصل کی راحت اوسکو
 وصف کیسو میں پریشانی سے
 کیون نہ تدبیر بھلتی پھرتی

انکی تاریخ مقرر نہوئی
 مجھکو صحبت ہی میسر نہوئی
 کلِ خدائی اسے دو بھر نہوئی
 غیر سے جب یہ مہم سر نہوئی
 جسکو تکلیف میسر نہوئی
 غلطی بال برا بر نہوئی
 میری تقدیر ہی رہا بر نہوئی

تم کل تر ہو تو شمشاد ہون میں
 جوڑ گیا اب بھی برا بر نہوئی

جسکو تقدیر کی خبر نہوئی
 کب دکھا دہر میں کسیکا دل
 سینے سے دل کے پار جاتی ہے
 کب نہ تارے نو ددن کو ہو سے
 غم کو نین کا اوٹھایا بار
 داغِ دل سے جو ہٹ گیا خورشید
 کب مراد دل نہیں ہوا پا مال
 تحک کے تاثیر ہو گئی تاج
 دل نے پوشیدہ اونسے کر لی راہ
 وہ اوٹھے اور جل گیا دشمن

اونکو راحت بھی عمر بھر نہوئی
 کب مری آنکھ غم سے تر نہوئی
 یہ تو بر چھی ہوئی نظر نہوئی
 کب مری آہ پُر شر نہوئی
 پھر بھی دوہری مری کم نہوئی
 روزِ محشر کی دو پھر نہوئی
 کب تری چال فتنہ گر نہوئی
 جب مری آہ بے جگر نہوئی
 مجھکو الفت کی کچھ خبر نہوئی
 شکر ہے آہ بے اثر نہوئی

<p>چال وہ کیا جو فتنہ گر نہوئی آئے تم غیر کو خبر نہوئی مجھ کو تکلیف بال بھر نہوئی شمع تربت بھی نوہ گر نہوئی</p>	<p>دل کو پامال کر کے کہتے ہیں سیری آنکھیں جو فرش یقین سہراہ چہرے گئے دل میں تیرے موئے خرو صفت آنسو بہا دیے دوچار</p>
<p>اندھیاں نابون سے اوٹھیں شمشاد اوس گل تر کو کچھ خبر نہوئی</p>	<p>اوس گل تر کو کچھ خبر نہوئی</p>
<p>اوس میں جاناروز میرا کام ہے میری خدمت کا یہی انعام ہے میرے دل پر نقش جسکا نام ہے میرے غم کی وہ ڈرونی شام ہے کفر سے بدتر مرا اسلام ہے عشق کا آغاز ہی انجام ہے آشتی پر وہ بت خود کام ہے اوسکو تو دوزخ میں بھی آرام ہے وہ تمہارا عاشقِ ناکام ہے چارہ گر کیا سمجھے بن سہرام ہے اب مرا یہ آخری بیگم ہے منزل گوراسمین پہلا گام ہے دل تمہارا بندہ بیدام ہے</p>	<p>جس گلی میں حکمِ قتل عام ہے طعن ہے تشنیع ہے الزام ہے بہو لون میں کس طرح ای ناصح اوست صبح محشر اوس سے تھرا جا یگی ای بت پندار اگر تو دل میں ہے کیا بتاؤں میں تمہیں اسکا مال وصل کی امید کچھ کچھ بندھ گئی جسکو ہے کچھ قدر تیرے حکم کی نیکنامی جس نے دیکھی ہی نہیں مجھ کو ہے سودائے زلفِ غیرین نزع میں ہوں یکہ جا اے چارہ گر دو قدم دنیا سے ہے عقبے کا ملک میں ہوں لکا کا غلام زرخید</p>

<p>سیری محفل میں وہ درِ جام ہے کون وقفِ گردشِ ایام ہے خوب اس آغاز کا انجام ہے چادرِ مستاب فرشِ بام ہے انکساری قابلِ اکرام ہے</p>	<p>ناچتے ناصح بھی میں تنگی کا ناچ کس سین چکر میں دولہی مثال عشق کی اجڑی میں یہ کھل گیا کیا کون آرائشِ قصرِ محد مجھ پر اپنی خاکساری سے کھلا</p>
--	--

<p>کون گل شمشاد سے واقف نہیں عاشقوں میں وہ بہت بدنام ہے</p>

<p>آج کچھ نالوں سے ہنگامہ سوا ہوتا ہے دل کا آنا ہی مری جان بُرا ہوتا ہے جلوہ یار میں جو شخص فنا ہوتا ہے عشق کیسو کا ہر اک تیج بلا ہوتا ہے کیون نہ دل دینے کا لوگوں سے کلا ہوتا ہے اصل کو چھوڑ کے ہر ذرہ فنا ہوتا ہے یہی انسان جو ہے خاک کا پتلا مشہور کس طرح سمجھے کوئی اصلِ حقیقت اوسکی لاکھ تدبیر سے مٹی نہیں تحریرِ جبین آگیا جب مرے قابو میں دل نازِ شریشت کیا بتاؤں میں تجھے اوس کے ستم کی راہیں لے بٹلے کا ذرا سین نہیں ہوتا دخل</p>	<p>خانہ دل میں ذرا دیکھو تو کیا ہوتا ہے پھر تو جو کچھ سے عاشق وہ بجا ہوتا ہے اوسکا اندازِ محبت ہی جدا ہوتا ہے اس بلا سے کہیں انسان رہا ہوتا ہے کچھ محبت کا بھی حق تم سے ادا ہوتا ہے جو شرِ رگ سے اٹھتا ہے وہ کیا ہوتا ہے جوشِ رفعت میں کبھی عرش رسا ہوتا ہے جو ترے کام ہے وہ ہوش رہا ہوتا ہے ہو کے رہتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے اب ترے لطف و مدارات سے کیا ہوتا ہے جسکے ہر لطف میں اندازِ جفا ہوتا ہے دل کے آجانے کا اندازِ جدا ہوتا ہے</p>
--	--

جب ترا شیفہ مصر و ف دہا ہوتا ہے
 جب کوئی آپکی نظروں سے گرا ہوتا ہے
 اب اجل لاکھ ستم ڈھائے تو کیا ہوتا ہے
 ختم اک فیصلہ مین روزِ جزا ہوتا ہے
 طائرِ دل بھی کہین رشتہ بپا ہوتا ہے
 زہرِ قاتل بھی مرے حق مین شفا ہوتا ہے
 ای مرے دل کی کشش دیکھ کیا ہوتا ہے
 عشق کیسوی بھی حقیقت مین بلا ہوتا ہے
 دردِ فرقت مین کہین بڑکے مزا ہوتا ہے
 آکے کمدیتی ہے چپکے سے یہ کیا ہوتا ہے
 اور کچھ بولون تو جہنملا کے خفا ہوتا ہے
 کام انسان کا جسوقت رکا ہوتا ہے

ہو کے حیرت زدہ تاثیر بھی تکتی ہے نہ
 لاکھ تدبیر سے اوسکو نہیں ملتی عزت
 نزع مین تو جو عیادت کیلئے آپہونچا
 میرے دعوے کو اگر داوِ محشر نے سنا
 دام کیسو مین نہ لائین اوسے جیت کا
 تیرے ہاتھوں سے سن اے غیرت ابنِ مریم
 کنگھی چوٹی کی شبِ عدہ اونھین کیوں سو جھی
 ایک سے ایک سوا ہوتے ہین تقدیر مین تیج
 وصل کے لطف مین لذت ہے مگر سچ ہے یہی
 اس حیا کا ہو بُرا مجھے جو وہ تلتے ہین
 چپا کر بیٹھوں تو مغرور بنا تا ہر وہ شوخ
 نام اللہ کا رہتا ہے لبون پر جاری



مست کر دیتی ہے شمشاد کو ای گلِ ہر نان



جب کبھی باغ مین تو نغمہ سرا ہوتا ہے

اوسکے گھر جا کے ذرا دیکھوں تو کیا ہوتا ہے
 زخم بھرنے نہیں پاتا کہ ہرا ہوتا ہے
 ظلم کا نام جہان مہر و وفا ہوتا ہے
 جسکا دل کیسوی بیجان مین بھنسا ہوتا ہے
 کبھی شوخی ہے کسی روز حیا ہوتا ہے

صلح ہوتی ہے کہ ہنگامہ سوا ہوتا ہے
 سبز گونگی محبت نے یہ یا ندہا ہے ظلم
 کسے کرتے ہین وہاں جو ردِ جفا کی تعبیر
 لطف دیجاتی ہے زورِ لیدہ بیانی اوسکی
 مین تو لاکھوں مین کون صلیبِ پیل و کاناز

بیخودی کا یہ کرشمہ ہے انا الحق کیسا
 وہیں زخم سے کہتے ہیں ترے کشتہ ناز
 دل سے دل ملنے میں کچھ بھی نہیں باقی رہتا
 تار لیتی ہے اسے بھی تری جادو نظری
 وصل میں کتنی ہر شوخی سے متانت اونکی
 اوسکے اوتھتے ہی نہیں عالم تجرید میں پاؤں
 اوسکو نادان سمجھ لیتے ہیں ہے جل متین
 آپ ہی کیے کہ عاشق کرے کس طرح تینر
 کچھ ٹھکانا ہے اسل اندھیر کا اسے مذہب عشق
 سوچ اسے قاتل ناظم کے دست نرین
 دل کو سینے میں حسینوں کے ہلاتا ہے یہی
 کبھی کہتے ہیں وہ دیوانہ کسیدن مجنون
 کور مجھ رند سے واعظ کی دبی ہے ایسی
 جس جگہ ہوتی ہے اقبال کی آمد بیہیم
 غیر ممکن ہے مرے سامنے آجائے قریب

کیمیں انسان بھی محو سی خدا ہوتا ہے
 جان ادالیتی ہے بدنام قضا ہوتا ہے
 لب سے لب جب کیمیں خلوت میں ملتا ہے
 گوشہ دل میں جو ارمان چھپا ہوتا ہے
 تونہ مانگی تو لے خون حیا ہوتا ہے
 جو کوئی بار تعلق سے دبا ہوتا ہے
 ایک دور ارگ جان کا جو لگا ہوتا ہے
 ہر ستم آیکا ہر ملک ادا ہوتا ہے
 جو ستم وہ کریں وہ او نکور واد ہوتا ہے
 خون بسل سے نخل رنگ ہوتا ہے
 نالہ عاشق کا دل وہ ر سا ہوتا ہے
 ایک القاب ہیں روز عطا ہوتا ہے
 میرے آتے ہی وہ منبر سے ہوا ہوتا ہے
 سایہ بوم و بان ظل ہوتا ہے
 میری اک گھر کی میں پیشاب خطا ہوتا ہے



یوں نہ چھا جائے خزان بچین ہستی پر
 اک گل اندام سے شمشاد جدا ہوتا ہے



یار کرتا ہی نہیں تازہ کرم اور کوئی
 ظلم ہوا اور کوئی تازہ ستم اور کوئی

اب نوگامرے بدخواہ کو غم اور کوئی
 کیجیے چھیڑ کے اسباب ہم اور کوئی

ابرودن ہی سے جو ہوتا ہے مرا کام تمام
 ربا باہم کے درسا مان میں آجائے کی
 آپ ملتے ہیں رقیبوں سے تو لیے اچھا
 ہمتو نقش کف پائیکے نہیں تلنے کے
 کھاتے ہوا پی صفا فی میں مرے سر کی قسم
 تنگ ہستی سے ہوئے عشق دہن کر بیٹھے
 ہم تو جان اپنی سمجھتے ہیں خدا شاہد ہے
 جان دی جسکے لیے او سکے تو آنسو نہ گرسے
 کل جو غوش تھے تو ہیں ہم تھے تمھارے لہن
 ہم تو کر لیتے ہیں دل ہی میں نہارت تیری
 اونکی شرمیلی اداؤں کی حمایت میں تن میں
 میرے دشمن سے یہ کیوں زہر او گلاتے ہو
 میں ہوں غم دوست مگر بھر بھی ہی کتا ہوں
 کیا کون دلی مصیبت شنوائی ہے محال
 آپ مجھ عاشق صادق کو نہ سمجھیں ایسا
 پہلے آپس میں برابر رہیں رعنائی کے
 ہم تو ہل سکتے نہیں نقش کف پاکی طرح

آپ کیون ڈھونڈتے ہیں تیج و دم اور کوئی
 نہ سہی لطف و کرم جو رستم اور کوئی
 ڈھونڈہ لینگے کمین معشوق بھی ہم اور کوئی
 تیرے کوچے سے اونٹا کینگے قدم اور کوئی
 بس بس ب چپے ہو یا کھاؤ قسم اور کوئی
 اس سے بہتر ہی نہی راہ عدم اور کوئی
 کہتے ہونگے تمھیں اسے یا رستم اور کوئی
 کیون کرے اب مرے مر جائیگا غم اور کوئی
 آج بگڑے ہو تو بس ہو گئے ہم اور کوئی
 جاتے ہونگے طرف در در حرم اور کوئی
 مجھ پر اب کر نہیں سکتے وہ ستم اور کوئی
 کیا مرے قتل کے قابل نہیں سم اور کوئی
 جز غم یا نہ دہل میں الم اور کوئی
 میں تو گونگا نہیں لیکن ہے اہم اور کوئی
 جس طرح آپکو دیتے رہے دم اور کوئی
 رحم بھی اور کوئی ہو جو ستم اور کوئی
 دوڑ کر آپ کے اب لینگے قدم اور کوئی



اوٹھنے والا نہیں اس گل کی گلی سے شمشاد
 جائیگا جانب گلزار ارم اور کوئی



جو آئے ہو کچھ بیٹھو یہ جانے کی ابھی کیسی
 مصیبت عشق کی مجھ پر کیا یک آپڑی کیسی
 کس کو دل کے دینے میں ہمیں اپنے بس کیسی
 دکھاتے ہیں وہ پردہ میں جاپا پناٹھو اپنا
 بوجھ پوچھو تو یہ سارے کرشمے میں من تو کے
 مگر کھلا جلا تھا تختہ میرے دل کے داغوں کا
 ہماری جب کوئی ہستی نہ اونکے سامنے ٹھری
 ترادست ستم بڑھ کر کیا یک کیون رک جاتا
 نیاز و ناز کی آپس میں ساری جلوہ سازی
 طبیعت کے تلوں نے یہ سب نقشہ جمائے ہیں
 وہ مجھ تک لے لے کر لگے کیون کوئے دشمن
 ہمارے ہاتھوں کی گستاخیان مانا کہ بیجا ہیں
 بگاڑ شوق کو جلتے جو برق حسن سے دیکھا
 اگر تم میرے دل لینے سے صفا نکارتے ہو
 مذاق آپس میں ہو لیکن ہے حفظِ مراتب بھی
 سن ای شیریں ادا فرما دو کا میں لے تو قائل ہوں
 وہی تو ہے کہ تجھ پر طرح ٹھکرو بھروسہ تھا
 اگر تجھ کو نہیں افسوس میرے قتلِ ناحق پر
 سووم آہ میں کیونکر ہونیں تاثیر کا قائل

عدد کا پاس کیسا اور ایسی بے بسی کیسی
 مرے دعویٰ آزادی کی دولت لٹ گئی کیسی
 ہمارے دشمنوں سے آب نے کی دوستی کیسی
 اندھیری رات کیسی اور چٹکی چاندنی کیسی
 ہماری دوستی کیا اور اونکی دشمنی کیسی
 لگا دی دونوں نکھون ذیہ اتسو کی چڑی کیسی
 ہمارے ساتھ اونکی جنگ کیسی شتی کیسی
 سفارش پر تلی بیٹھی تھی میری بسکی کیسی
 ہماری دلہی کیسی یہ اونکی دلبری کیسی
 جہان ہے شان یک رنگی وہاں نکلی ہی کیسی
 مرے دل کی کشش نے وقت پر کڑی کی کیسی
 تمہارے جو بنوں کی آخر اتنی سرکشی کیسی
 تمہاری نف کا لون پر کیا یک آپڑی کیسی
 تمہاری ہر اداین ہے یہ شان لہری کیسی
 کیسی حسین ہو تو ہیں ایسی دلگی کیسی
 ہوئی جب ندگی تلخ اونے کر لی خود کشی کیسی
 بتا اے میرے دل آخر یہ تیری خود سری کیسی
 یہ بیٹھے بیٹھے آہ سرداے ظالم بھری کیسی
 منالِ عمر میں ہے شاغِ غم اتناک ہری کیسی

طبیعت لذت دنیا سے ہے میری غمی کیسی
سیاہی میں بھی رکھی ہو خدا نے روشنی کیسی
عداوت پر جو ہو محمول سن ہب کی ہنسی کیسی
نگاہ ناز نے یہ چھپڑ میرے دل سے کی کیسی
کیسی مست آنکھوں نے سکھا دی میلشی کیسی
سہرا پاشع کا فوری بھی آخر جل گئی کیسی
بکھر جاتی ہے پیری میں یہ موتی کی لڑی کیسی
وگر نہ چہنچ گردان کی یہ ہسے کجروی کیسی
بلائے ناگمانی شہر پر یہ آپڑی کیسی

قناعت میں ہی وہ ادنیٰ مزا اے حرص کے بندو
مری تحریر نور افزای چشم دل یہ کہتی ہے
گرد دل و ر آنکھوں میں جگہ دلکش لطیفوں سے
اگر تم مجھے دٹھے تھے تو کیوں مڑ کر ادھر دیکھا
اوتر تباہی نہیں ہے بادۂ دیدار کا نشہ
نتھا آسان پروانے کو محفل میں جلا دینا
جو اتنی منظم رکھتی ہے سلک و در دند ان کو
تری آنکھوں کی گردش کام دیجاتی ہر آنجن کا
جسے دیکھو ہوا جاتا ہے وہ طاعون کا لقمہ



اوٹھائیکے زکین شمشاد ان پیچیدہ مولیوں سے
یہ ہن کج باز ان کے ساتھ اتنی رستی کیسی



پوچھنا ہے یہ دل و ساز سے
دل ہوا گھائل نگاہ ناز سے
یہ بے پچانا و خین آواز سے
خوف جو تھا وہ انھیں غماز سے
آب کی چشم فسوں پرواز سے
ایکون بٹھاتے ہو مجھے اعزاز سے
کشکش میں دل ہر روز ساز سے
چشم و لب کے سحر سے اعجاز سے

لیکے تجھ کو وہ کس انداز سے
تسے دیکھا مجھ کو کس انداز سے
میرے کانوں کو ہر آنکھوں پر شرف
آنسو دن نے تم کے رکھ لی آبرو
مات ہو جاتا ہے سحر سامری
سچ کو اس میں بھی کچھ سوچی ہر حال
عشق میں بھی ہائے یکرنگی نہیں
ہو گئی وابستہ مرگ و زندگی

صبح سے تعظیم سے اعزاز سے
 جیسے طائرِ بیخہ شہباز سے
 تنگ آکر عقل کی پرواز سے
 ہے صف آرائی نیازِ دناز سے
 باتیں کرتے ہیں کس پرواز سے
 ہم ہوئے واقف کیسے راز سے
 اتنا نکلی اسی آغاز سے
 آپ کی چشمِ فسون پرواز سے
 کوئی کیا واقف ہوا دل کے راز سے
 غمزدہ شوخ بیتِ طناز سے
 کیون نخل ہوں آپ کا ہزار سے
 لی مدد دینے دل جانناز سے

نفس کو یارِ دل نے سرکش کر دیا
 خون چکان ہر جنبشِ مژگان سے دل
 کا ٹٹا ہون میں پر نعم و ذکا
 سر بکفت میں اور وہ خنجر بکفت
 نقش کر دیتے ہیں دل پر مدعا
 کیون نہ ہنچشمون کو ہنجر رشک ہو
 دل کے لیتے ہی مجھے رسوا کیا
 آگیا گردش میں گردِ دہریہ طرح
 جب فرشتے تک نہیں پاتے ہیں غل
 چرخ کے تیر حواشی ہیں نخل
 کیون کمون کسے کمارِ زمان
 عشق میں جب کوئی پیش آئی نہم

کہہ گیا شمشاد سے وہ رنگ گل

گوشِ دل میں کچھ زبانِ راز سے

میں تنگ آ گیا ہوں ترے سوزِ دناز سے
 دل ہٹ گیا کبھی جو ہمارا مجاز سے
 زاہد کو جو ملا ہے ریائی نماز سے
 شکنیں نکال لیتے ہیں لاکھون جواز سے
 پھر بھی ہوں پاک صاف ترے مکرو آزار سے

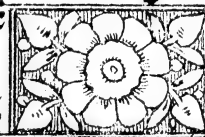
اے دل جو کام کر وہ ذرا اتنا ز سے
 طے ہونگی ایک دم میں حقیقت کی منزلین
 کافر کا کفر بھی مکر کا اد سے قبول
 مطلب کی پاتے ہی علمائے ہوس پرست
 اسے شیخِ نبین ہن رندِ سراپیمہ روزگار سے

عزت ملی ہے ناز کو ساری نیا ز سے
 زائر پلٹ کے آتے ہیں کیونکر حجاز سے
 مانوس وہ ہمارے دل پا کبار سے
 رونق ہے حسن و عشق کی ناز و نیا ز سے
 واقف ہیں ہر طرح وہ مرے دل کے راز سے
 آنکھیں لڑائیں میں نے عجب بے نیاز سے
 واقف ہوں خوب اسکے نیتب فراز سے
 دیتا صدا بروگ ہے عشرت کے ساز سے
 تو نے فریب سیکھے ہیں کس جہلا ساز سے

ممنون عشق کیونکر ہے حسن دہرین
 میں کو سے یار سے نہیں جاتا کسی طرف
 ہم شیفہ ہیں اونکے اچھوتے جمال پر
 باز آؤ تم جفا سے وفا سے نہ میں پھرون
 کیا میری تاب میں جو کروں کچھ بھی التماس
 بسمل ہوں بفرار ہوں وہ دیکھتا نہیں
 روز ازل سے ہوں الفت میں کامزن
 تو اُم نہ سمجھوں شادی و غم کو میں کس طرح
 اسے شہر نہر تجھے ہے ابلیس تک نخل



شمشاد ایک گل نہ پسجی کی طرح
 پتھر گیل گئے سخن و لگداز سے



آہو ہر ذرے میں ہوتی ہے زیارت اونکی
 اور دوزخ جسے کہتے ہیں وہ فرقت اونکی
 ناکہست خلد برین کیونکر ہو سیرت اونکی
 ہے صلا اسکا قیامت میں شفاعت اونکی
 الوداع خرد و ہوش تھی رخصت اونکی
 جھپٹی ہے میری مخافت سے نزاکت اونکی
 میری تکلیف بھی ہو جاتی ہے راحت اونکی
 جھکو تا عمر نہ بھولیگی شہر ۱۱ ت اونکی

آنکھوں میں بھرتی ہے ہر وقت صورت اونکی
 نام فردوس ہے جسکا وہ ہے صحبت اونکی
 جب گل تازہ فردوس ہے صورت اونکی
 روئین روئین سے میں کرتا ہوں چٹ اونکی
 وہ کمان اور کدھر اور گئے کب نہ کھلا
 حُسن پر عشق کو ہر حال میں غلبہ ہی ہا
 میرے دل ہی کے نہیں لب ہیں تنہا لاک
 تو بہر کرتے ہی قسم دیکے پلایا اک جام

گوشہ دل میں سنا کرتے ہیں عزت اونکی
وہ نہ اب بھی ہوں ہمارے طبیعت اونکی
دل میں آنکھوں میں جگہ لگ گئی صورت اونکی
جب سفارش کو کھڑی ہوگی مروت اونکی
چاہیے ہکو بھی کراہیں عیادت اونکی
روکش عشرت جمید ہے صحبت اونکی
ہر ہیوے نے دکھائی مجھے صورت اونکی
ذرے ذرے کو ہے گیرے ہوئے حسرت اونکی
عاشق چشم اوڑا لیتے ہیں وحشت اونکی
دوزخ اونکا ہے بہشت اونکی قیامت اونکی

کعبہ و دیر میں اک خلق کو ہے جنکی تلاش
ایک اونکے لیے کی ہننے دو عالم سے گریز
غیر ممکن ہے کہ اب غیر کو بلجے جگہ
لا لاکھ و ٹٹھے ہوئے ہیں مجھے وہ بنائینگے
ہے مرض اونکو جو عاشق کی فراموشی کا
جنکی محفل میں تو اسے جان جہان ساقی ہو
فیلسوفی محبت میں جو کی فکر دقیق
یاس کیوں صورت عتقا انو موہوم بسید
تیری آنکھوں پر اگر مرتے ہیں آہوی حرم
وا غلوں کی نہ کو جب وہ چڑھے نہ پیر



بلیو تکوین شمشاد سے دیتا تشبیہ
گل میں اک ذرہ بھی ہوتی جو شبابت اونکی



مجھ کو وہ ہاتھ سے کھو دین تو غفلت اونکی
عاشق آزار ہے فطرت میں طبیعت اونکی
وہ اگر لاتے ہیں تشریف عنایت اونکی
بات ہے کل کی اسی ل میں تھی خلوت اونکی
کھ گئی کان میں کچھ چپکے سے نخوت اونکی
ہر بذلت میں نکل آتی ہے عزت اونکی
عقل بقراط سے بہتر ہے سفاہت اونکی

میرے ہی عشق سے دنیا میں ہے شہرت اونکی
بیوفا وہ ہیں تو کیا اس میں شکایت اونکی
مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوتی ہے خدمت اونکی
ہے ہجوم آج غم و رنج و الم کا جس میں
ہم فقیر و نکی طرت اب وہ مخاطب کیا ہوں
جو سرافراز ترے عشق میں ہو جاتے ہیں
کار دنیا میں جو کچھ درک نہیں کتے ہیں

کب مرے قتل سے ممکن ہے برات اونکی
 کچھ سمجھتے ہی نہیں بن حقیقت اونکی
 ملک الموت نے لیلیٰ ہے اجازت اونکی
 جشن جمشید سے بھی بڑھکے عزت اونکی
 پھر بھی طالب رہیں محروم تو قسمت اونکی
 قتل کے بعد کوئی دیکھے ندامت اونکی
 لاکھ پیرایوں میں آجاتی ہر شامت اونکی
 عقل حیران ہے اللہ ری جرأت اونکی
 ہر رگ وریشہ دل میں ہے محبت اونکی
 حال کھلنے نہیں دیتی ہے متانت اونکی
 سچ جو پوچھو تو یہ عزت ہی ہے فلت اونکی
 آئینہ دیکھتے ہی بڑھکے حیرت اونکی
 کھلکئی ایک ہی صحبت میں حقیقت اونکی

داور حشر ہے حاکم مری تقدیر گواہ
 جنکے فیضانِ محبت نے بنایا معشوق
 جان اسوا سٹے دیتا ہوں میں آسانی سے
 بیٹھکر گوشے میں جو پیتے ہیں جامِ وحدت
 وہ تو کہتے ہیں رگِ جان ہو نہیں بڑھکے قریب
 کیسے ارمانون سے پہلے تو مجھے ذبح کیا
 ایک الزام لگاتے ہیں جو اوپر عاشق
 سامنے داورِ حشر کے وہ کرتے ہیں ستم
 غیر ممکن ہے جگہ پائے خیالِ اغیار
 شیفہ میں ہی نہیں وہ بھی ہیں میرے شیدا
 جنگی ہوتی ہے زمانے میں ریائی تغلیم
 پہلے حیران تھے وہ دیکھکے میری حالت
 جنکو ہم جیہ و دستار سے سمجھے انسان



جان شمشاد کی لی ناز واداسے جسے
 اوس گلِ تر کی گلی میں بنے تربت اونکی



آپ ہی میں اوسکو پانا چاہیے
 لوٹنا یا تلمسلا نا چاہیے
 دلوں کو کھو کر اونکو پانا چاہیے
 چٹکیوں پر پھر اوڑانا چاہیے

اپنی ہستی کو مٹانا چاہیے
 سیر قاتل کو دکھانا چاہیے
 جان کو شش میں لڑانا چاہیے
 ناصحوں کے پاس جانا چاہیے



اوس پریر کو بلانا چاہیے
 غنچے چٹکے آئی اسے دند و بہار
 اب ذرا سا آکے اسے دل آپ میں
 جسکو نظرون پر چڑھایا آپ نے
 دل میں غصہ اور ہر آنکھوں میں غیظ
 سر چڑھا جاتا ہے دشمن آجکل
 و نون عالم کے پھیٹون سے غرض
 لاکھ پوچھیں گور میں منکر نکیر
 لاکھ ادکے جو بنوں میں ہو او بھار
 بوٹ عصیان سے طہارت کیلئے
 سنتے ہیں دروازے تک وہ آگئے
 حد سے زائد بڑھ گئی افسردگی
 مل گئی ہے اوسکے کوپے میں جگہ
 جس سے بگڑے رنگ بزمِ عیش کی
 ہمیں دم کاشت میری موت پر
 تم اوٹھاتے ہو اوسکو پاس سے
 کر دیا جب خونِ دل میں نے جل
 آتشِ غم دل میں ہے بھڑکی ہوئی
 غیر اگر روٹھیں تری پاپوش سے

یا اوس کے پاس جانا چاہیے
 خوب گلچم سے اوڑھنا چاہیے
 ہنسنے والوں کو رلانا چاہیے
 اوسکو آنکھوں میں سمانا چاہیے
 اب کہیں میرا ٹھکانا چاہیے
 اوسکو نظرون سے گرانا چاہیے
 مجھ کو غم اپنا ہی کھانا چاہیے
 نام اوس کا کب بتانا چاہیے
 شوق کو دل میں دبانا چاہیے
 اشکِ خجالت میں نہانا چاہیے
 اب ہمیں آنکھیں بچھانا چاہیے
 اب کسی سے دل لگانا چاہیے
 چھاؤنی اب ہکو چھانا چاہیے
 کب تمہیں یوں نہ بنانا چاہیے
 نہ کفن سے اب چھپانا چاہیے
 جسکو خاطر سے بھٹانا چاہیے
 اب تمہیں کیوں نہ چرانا چاہیے
 آنسوؤں سے اب بچھانا چاہیے
 تجھ کو میرا دل لبھانا چاہیے

آج وہ خوش خوش نظر آتے ہیں کچھ قصہ غم اب سنانا چاہیے

لکڑیوں کی بزم میں شمشاد آج
رنگ کچھ اپنا جانا چاہیے

اپنی نظیر آپ ہی لے دلربا ہوئی
آخر کو میری آہ کچھ ایسی رسا ہوئی
سر سر میری طرح نہ کسی روز پس سکا
ہنگام نزع وہ جو عیادت کو آگے
بالکل سیاہ نامہ اعمال ہو گیا
حق بے نیاز آپ مخالف اثرِ خلعت
تو چونکتا بھلا مرے دل کی شکست پر
دیتے خیالِ عیش کو ہم کس طرح جبکہ
وہ اپنی شوخیوں کو لگے آپ کو سنے
کمزور کر دیے گئے ہم سر سے پاؤں تک
مجبور محض ہم تھے کہ مختارِ جزو و کل
دی جان کیا علاج کے جھگڑے چھٹ گیا
قیودِ غم فراق کی پاتا ہوں اب نہرا
صورت دکھاتے ہی مجھے بخود بنادیا
صیرت ہے ہم وہی وہی سان عیش سب
گلشن میں تیرے پاؤں جب ہو گئی بچار

تیری جفا ہوئی کہ ہماری وفا ہوئی
تاثر شاہدِ انہ کی زلفِ دو تا ہوئی
ہر رنگِ خونِ دل نہ کنیٰ نہ حسا ہوئی
میرے قدم کو چوم کے نصرتِ قضا ہوئی
تحریرِ شوق کی نہ مگر انتہا ہوئی
کیونکر قبول آج ہماری دعا ہوئی
دہر ترے خیال کی بانگِ درا ہوئی
حسرت ہمارے دل سے نہ دم بھر جلا ہوئی
نہرندہ روزِ وصل جب اونکی حیا ہوئی
نقدِ شباب کھونے پر اتنی سہرا ہوئی
اسکی تو بحث ہی نہیں روزِ جزا ہوئی
گو یا ترے مریض کو پوری شفا ہوئی
بے سمجھے اونکو دل جو دیا یہ خطا ہوئی
پھر مجھے پوچھتے ہیں تیری عقل کیا ہوئی
جسکو شباب کہتے ہیں وہ چیز کیا ہوئی
نہرندہ کیسی نکمتِ باد صبا ہوئی

شمشاد گلگون سے جو ہو تم کنارہ کش
کسی طرف سے چھیڑ ہوئی ابتدا ہوئی

مزا وصل کا دیو کی فرقت کیسی
ہو امین جو بہم غرض صرف یہ تھی
جب اپنی حقیقت ہی میں تھے دھونڈھا
نہ پھر جاے کس طرح مجھے زمانہ
نہیں حاجتیں سب کی دنیا میں کسان
اوڑے رنگ عشق تو ہوزرد آندھی
تھا لفظ طاعت سے کوئی بھی وقعت
مرا خاص سرمایہ نقد محبت
دم صور کیا ہے مرا آہ و نالہ
سمجھتے ہیں وہ کشتہ ناز اپنا
نکل آئی تسکین کی آپ صورت
کس میدان پر کوئی بیمارِ غم ہو
وہ دروازے پر آکے کتے ہیں ہنسکر
او سے سمجھو گوگردِ احمر سے افضل
محبت کے میدان میں سامنا ہے
یہ ہیں گل کھلا کے ہوئے آرسی کے
کھلا نقدِ دل کھو کے ہم پر عقدہ

اور تر آئی دل میں جو صورت کیسی
کرے بھولی صورت شفاعت کیسی
ملی عین کثرت میں وحدت کیسی
عدادت کی جڑ ہے محبت کیسی
امارت ہماری ہے عسرت کیسی
اگر او سکودیکے نزاکت کیسی
میں کرتا ہوں جیسے اطاعت کیسی
اگر حسن دلکش ہے دولت کیسی
قیامت کے نقشے شرارت کیسی
جہان دیکھ پاتے ہیں بت کیسی
بڑھی حد سے زائد جو وحشت کیسی
نہیں کرتے خوش و عیادت کیسی
ہم آئیں جو پائیں اجازت کیسی
جو صورت سے چھپی ہو سیرت کیسی
مری یاد ہے اور غفلت کیسی
ہوئی مجھ پر آئینہ حیرت کیسی
غرض کی تھی صاحب سلامت کیسی

نہیں حشر میں خون کا جھکودعوے ہیں خاک میں بلکہ حاصل ہوا کیا نہ دعوے کرے کیوں اپنی کا وہ بت	فقط آزمانا ہے جرأت کیسی مکدر اگر ہے طبیعت کیسی بڑھی حد سے زائد ادا ت کیسی
---	---

نہ شمشاد کو بجائے گلہائے جنت کبھی ایسی آنکھوں میں نزہت کیسی	
--	--

بلند ایسی مری آو رسا ہے نہیں شایان الطافِ خدا ہے وہ آئے ہیں اوٹھانے لعش میری گر وہر کام میں اد سپر بھر دسا نہ اسے دل شور تو بے انتہا کر دل ز اہد میں گھر ہے ایک بت کا وہ کہتے ہیں کہ تم ایک ہیں جب نہیں اسے خفتگانِ خاک یہ حشر نہیں معلوم ہوتی خیر دل کی کسین میں اپنے قابو میں نہ آؤں گیا جسدِ شبابِ عشرت افزا کڑوڑوں ہوں اگر مبود تو کیا وہ آ کر بتے کلفت سوتے ہیں ساتھ مجھے یاد آتے ہیں ایامِ فرقت	کہ تاثیر آج اد سلی خاکِ پا ہے جسے کچھ بھی خیال ماسوا ہے غم و شادی میں جھگڑا پر لگیا ہے جو اپنی وضع داری کو نبا ہے ابھی اد سکے ستم کی ابتدا ہے لبوں پر ہر گھڑی یادِ خدا ہے سوالِ وصلِ بے ہمے خطا ہے خرامِ یار سے فتنہ اٹھا ہے مرے پہلو میں کچھ شور و بکا ہے دل سرکش کو یہ کھٹکا لگا ہے نظامِ عیشِ دنیا سب ہوا ہے حقیقت میں خدا ہی اک خدا ہے نصیبِ ان روزوں میں راجا لگا ہے سر بہتر جو کوئی لوٹتا ہے
--	---

حسینوں سے کیا کرتا ہے شوخی	مراد دل کس غضب کا جلد ہے
سرِ محشر شفاعت کھول دے بال	مرا اعمال نامہ کھل گیا ہے

ہزاروں بیچ میں ہے تنہا سنبھل	عجبت شمشاد سے وہ گل خفا ہے
------------------------------	----------------------------

<p>اوغین بدنظر مجھے رسوا کیا ہے یہ کام اچھا ہے وہ شیوہ برا ہے نہیں چلتی وہاں ہر ایک کی چال کیا زیر و زبر عالم کو اسے نہیں کوئین میں گنجائش اوسکی غورِ حسن طاعت ز ابدون کو جلالیگی مجھے کیا ناریہ دوزخ ہوا جاتا ہے کیون ہرگز عاشق بنادے روزِ عشرت کو شبِ غم دیا تھا کسکے کہنے سے مجھے دل دکھا کر جھلکیاں چھپ جاتے ہیں وہ جسے ہمراہ دیکھا اور پوچھا جہان عالم میں ہے آتش فشان کوہ نہیں جب نقدِ جانِ دل کی کچھ قدر شبِ خلوت پڑے ہیں سائے پردہ</p>	<p>دلِ نادان کا اب کیا مدعا ہے محبت میں کمان یہ سو جھٹتا ہے وہ اوسکا ہے اوسے جو دل سے چاہے نہ سمجھا آج تک میں عشق کیا ہے مرے اندوہ کی کچھ انتہا ہے مجھے تیرے کرم کا آسرا ہے مرادل سوزِ الفت میں جلا ہے مگر وہ آپ اپنا بتلا ہے مرادل رات دن یہ سوچتا ہے یہ کہنا آپ کا بیشک بجا ہے مگر اسے آہ تو کچھ نارسا ہے کہا یہ تو تمہارا آشنا ہے وہاں مدفون کوئی دلِ جلا ہے کوئی کس حوصلے پر تکیا ہے اوغین شک ہے کہ کوئی دیکھتا ہے</p>
--	--

تمام اشیاء میں مخلوقات اوسکی مگر انسان ہی ظن خدا ہے

کہا اک گل نے حسرت سے دم نزع
مرے شمشاد کو کیا ہو گیا ہے

حیا خاص اونکی ادا ہو گئی
مری آہ ایسی رسا ہو گئی
محبت جو صورت نما ہو گئی
وہی کام آئی قیامت کے دن
وہ ابسات پر دو نہیں بچیں ہیں
نہ دین نہ نجاؤں سو دشمن کی سوگ
ہوا ایک سجدہ فقط راہبر
شباب اوسکو کیا ساتھ لیتا گیا
ملا گور میں حکم جس دوام
ترے غم نے بے موت مارا مجھے
نہ آئے جو تم جانب میکدہ
مرے سوزِ دل سے جوں اک لپک
کرو نکامین کیا نقدِ عیشِ طرب
نہ دوہرائے تلخ باتوں کا ذکر
جگر سے لبوں تک پڑے آبلے
خدا کے لیے اب کرو تم جفا

بس اب شرم کی انتہا ہو گئی
کسی بت کی زلفِ دووتا ہو گئی
مری عقل کامل ہوا ہو گئی
جو طاعت کبھی بے ریا ہو گئی
مری آہ ایسی رسا ہو گئی
کف پاؤں آشنا ہو گئی
جبین اپنی جب نقش پا ہو گئی
مرے دل میں شوخی تھی کیا ہو گئی
تیرے بتلا کی سزا ہو گئی
ستم ہے معطل قضا ہو گئی
گھٹا چھاکے کالی بلا ہو گئی
جہنم کی سوزش سوا ہو گئی
شباب ایسی شے جب جدا ہو گئی
طبیعت مری بے مزا ہو گئی
مری آہ کیا شعلہ پا ہو گئی
وفا تمنے کی وہ جفا ہو گئی

تری روح کسپر را ہو گئی	مری لاش سے پوچھتا ہے وہ شوخ
قبول آج کسکی دعا ہو گئی	وہ بن ٹھن رہے ہیں سیر نام ہی
جو ہونا تھی نشو و نما ہو گئی	چھل سال عمر عزیزت گذشت
سطل دعا و دعا و اہو گئی	مریض تب غم کی تدبیر میں

ہنسایا گلون کو جو شمشاد نے	ہر اک سانس رشک صبا ہو گئی
----------------------------	---------------------------

ہم کو بے موت آج ماریں گے	نہ نیکے شکل کو سنواریں گے
جان ہارین گے جی نہ ہارین گے	نہ کریں گے تب درون کا علاج
جد حسنین کو پکا رین گے	ہم شہیدان عشقِ شمر میں
دین پر لات پہلے ماریں گے	واغظون کو اگر سٹے دنیا
آپکا بھوت ہم اوتارین گے	کتے ہیں سکے داستانِ عشق
نقد جان پہلے جا کے ہارین گے	نزدالفت میں ہم چلین گے چال
بادۂ عافیت اوتارین گے	اپنے انگور زخمِ دل سے ہم
آنسوؤں سے وہ اوسکو دھارین گے	زخمِ دل دیکھ لینگے قاتل اگر
بحث میں آپ سے نہ ہارین گے	یون جو کیسے قبول کر لین ہم
وہ نہ ہکو کبھی پکا رین گے	لاکھ چکر کریں ہم اوس در کے
چھینٹے ہم آنسوؤں کے ماریں گے	آتشِ غم جو دل میں بھڑکے گی
آپ پرست اوصیٰ و تارین گے	تلاسے توڑیں گے آسمان سے ہم
غیر جب آپکو اد بھارین گے	منہدم ہوگی سدِ عہد و فا

بال نوچین کے قتل کر کے مجھے
دین گے وہ ساتھ چولی دامن کا
اونکی زلفون کا جب خیال کیا
جس پر ہی نے کیا ہے دیوانہ
بجر غم میں لگا کے ہم غوطہ
در جاناں کو اپنی پلکوں سے
ہم سے اوس بت ہو جب لگے گی لگن

سینے پر دونوں ہاتھ مارین گے
ہم لباس خودی اوتارین گے
سیکڑوں سانپ لہن آریں گے
اوسکو شیشے میں ہم اوتارین گے
کشتی دل کو پھر اوبھاریں گے
صبح و شام آکے ہم بھاریں گے
دیوتا پتر اوجھاریں گے

عشق میں ایک گل کے ہم شمشاد
جان ہارین گے جی نہ ہارین گے

عاشق رخ جو کبھی سوے گلستان نکلا
جو لگے تیری گلی میں وہ پری خوان نکلا
تیرے کشتوں کی لحد نور سے معمور رہی
لب رنگین نے اگر خون رلایا مجھ کو
چشم و مژگان کے فدائی سر میدان وفا
تھے جو زربفت میں بے خلعت علم و دانش
اوسکے عشاق میں مہب کی کوئی قید تھی
جلنے والے تو نظر آئے ہمیں حد سے سوا
نور کے پتلے حسنین میں جنہیں سنتے تھے
سوزش دل لحد تیرہ میں یوں کام آئی

چونے پاؤں چمن سے گل خندان نکلا
کیا ترے نقش قدم نقش سلیمان نکلا
کثرت داغ سے تن سرور چرخان نکلا
آنکھوں سے سخت جگر اعلیٰ نشان نکلا
صید آہو تھے مگر شیر زیستان نکلا
اہل نیش کی نگاہوں میں وہ عریان نکلا
سخت نامد ہوئے جو گبر و مسلمان نکلا
آتش عشق میں دُجا رہی سوزان نکلا
جا کے دیکھا تو دہی غول بیابان نکلا
دل کے سب داغ سیہ مر درخشان نکلا

اشکِ حسرت سے اوپر دُرِ غلطان نکلے
 کام تیرا جو کبھی ای دلِ نادان نکلے
 مین اگر آہ کروں سنبلی پتچان نکلے
 اس طرح دل سے مری حسرت پیمان نکلے
 مکتبِ عشق میں وہ طفلِ لبستان نکلے
 غم سے معمور بہت کم دلِ ویران نکلے
 جس طرح عاشقِ گیسوی پریشان نکلے
 اس میں فرزانہ و نادان سبھی کیسان نکلے
 جس جگہ دیکھی یہ حضرتِ انسان نکلے
 سب کے سب کینِ فداے دُرِ دندان نکلے

دانے دانے کو جو محتاجِ طرزی جو ہر
 حُسنِ تدبیرِ نبینِ خوبیِ تقدیر سمجھ
 عشقِ گیسو میں کوئی مچھو گا جھسا
 صاف ظاہر ہے کہ مین آپ میں آتا نہیں
 تھا جنھیں غرہ ہر اک فن میں ہمدانی کا
 کینہ و حرصِ صد کی نہ کمی کچھ نکلی
 سچ پر سچ نظر آئے ادھن کو چٹہ غم
 امتحانِ غمِ الفت میں رہے سینا کام
 طور پر عرشِ برین پر فلکِ چارم پر
 قتل نہں ہنسکے جو کرتے ہیں وہ اک عالم کو



دھوم سے حضرت شمشاد کی میت اوٹھی



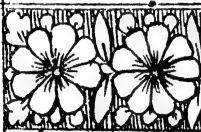
نفس کے ساتھ ہزاروں گلِ خندان نکلے

مضمون میرے دل کا مگر آپ پاگئے
 گویا امیدِ مردہ عاشقِ جلا گئے
 بے آس ہم ہوئے تو یکایک وہ آگئے
 نیرنگیانِ زمانے کی ہلکو دکھائے گئے
 گھر پر رقیب کے بھی ہمیں وہ بلا گئے
 اپنے کیے کی آپ سزا غیر پاگئے
 نادم ہوئے سینے میں بالکل نہا گئے

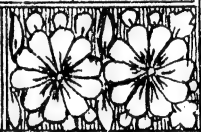
غیر دل کو اک طرف سے جوی جان اوٹھا گئے
 وہ شمع میری قبر پر آ کر جلا گئے
 جب تک امید تھی نہ کیا اس طرف کو رخ
 غیروں کو کامیاب مرادوں سے کر دیا
 اس سادگی کو دیکھیے بچپن ہے اسکا نام
 دیکھا نتیجہ میرے سکوت اور صبر کا
 سینے جواونکے چور کے اونکو دیے نشان

ابنِ مصیبتین تو اونہیں سب سنا گئے
 پھر بھی شبِ وصال وہ قابو میں آ گئے
 جو کچھ تھے اس میں رمزدہ ہمو بتا گئے
 ہم بھی کچھ ایسے رنگِ یمان پر جما گئے
 دھوکے میں ہمو جامِ ہلاہل بلا گئے
 کسکو کہیں کہ دل کو ہمارے دکھا گئے
 جب سے ہمیں وہ ایک جگہ پر بٹھا گئے
 سنا ہوں آج غیر بھی فقرے چما گئے
 میری نگاہ میں وہ کچھ ایسے سما گئے

اب دیکھیے وہ کرتے ہیں کیا تلافیان
 ہر چند شوخیوں نے او بھارا خلافت پر
 محفل میں ہمو منہ نہ لگایا تو کیا ہوا
 ہوگی ہماری یاد زمانے میں حشر تک
 جنکی شرابِ نابِ محبت سے ہم تھے مست
 ہم سب کے جانِ نثار ہمارے سبکشنا
 ہمو نہیں خبر کہ کہاں ہم ہیں گھر کہاں
 بدظن مری طرف سے کئی روز سے وہ تھا
 کوئی حسین پر مری پڑتی نہیں نظر



خوش طالعی مری کہے کہے ایک کلبِ دن
 تھا جکا ذکرِ خیر وہ شمشاد آ گئے



جلوے وہ لاکھ رنگ میں مجھ کو دکھا گئے
 ہم پہلے اونکی راہ میں آنکھیں نہ بچا گئے
 جب آئے میرے پاس وہ باتیں بنا گئے
 زانو عجیب ناز سے میرا دبا گئے
 بھڑون میں غیر کے جو کسی روز آ گئے
 پھر بھی نظر وہ ہے بہت کچھ بچا گئے
 جنکی ہمیں تلاش تھی وہ آپ آ گئے
 میری ذرا سی چال میں ٹوکرہ دکھا گئے

جو طور پر کلیم سے باتیں بنا گئے
 ممکن نہیں نشانِ قدم سے طے سراغ
 وعدہ کبھی نہ ٹھیک کیا مجھے وصل کا
 پہلو سے میرے اوٹھے جو خوفِ رقیب سے
 ہو گا مرے کلام کا جب تمکو اعتبار
 مانا کہ شوخیوں سے کیا ہے حیا کا خون
 کیوں ہم دعائیں مانگیں کریں کیوں شایان
 جنکو سمنِ ناز پر اپنے گھمنڈ تھا

جو وعظ میں قیام قیامت دکھا گئے
 دامنِ دینِ پاک میں بہتا لگا گئے
 تیغِ نگاہِ ناز سے یزے اڑا گئے
 مجھ سے ہزار بار وہ آنکھیں لڑا گئے
 اغیار لاکھ بیٹھے کچھری پکا گئے
 وہ بھاؤ میرے دل کا کچھ ایسا گرا گئے
 غمِ آخرت کے ہلکے سوا پاگھلا گئے
 حرفِ غلط کی طرح بہن کو مٹا گئے
 وہ اک سر سے دستوں کو آزما گئے
 اغیار ایسی کچھ اونیٹیں پیڑھا گئے

خوش قامت انکو فتنہ دجال کہتے ہیں
 ہم خونِ رو کے عشقِ تباہِ مجاز میں
 دیکھا ہمارے دل کو اونیٹوں نے جو خوبند
 غیر و نکو اب بھی شکِ مری انکی صلح میں
 ممکن نہیں کہ پہنچیں مرے اونکے راز تک
 اک بوسے پر بھی اب نہیں لیتا اسے کوئی
 زار و نزار ہم ستم دہر سے نہیں
 مشقِ ستم میں اونیٹو جو حاصل ہوا کمال
 غیروں کے لان میری محبت کی جانچ میں
 میرا کوئی قصور اونیٹوں میں جو لٹا نہیں

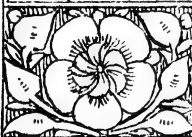
جلے میں گلِ خون کے ابھی تک ہوا وہ
 شمشادِ رنگِ بزمِ کچھ ایسا جا گئے

محبت کا مزا کیا جانے کیا ہے
 کوئی اسکے سوا کیا جانے کیا ہے
 تمہارا بتلا کیا جانے کیا ہے
 کسی کا مدعا کیا جانے کیا ہے
 وہ میرا مدعا کیا جانے کیا ہے
 وہ وصلِ دلرہا کیا جانے کیا ہے
 تڑپنا لوٹنا کیا جانے کیا ہے

وہ کم سن ہے وفا کیا جانے کیا ہے
 قیامت تیری قیامت تیری رفتار
 غمِ دنیا و مافیہا کو اسے جان
 بہت کم سن ابھی اٹھ ہو وہ بت
 نہیں جسے لگا یاد دل کسی سے
 کئی فرقت میں ساری عمر کی
 نرو کے جو نگاہِ ناز کے وار

سریا د خدا کیا جانے کیا ہے
 وہ آہ نار سا کیا جانے کیا ہے
 فقیر و نکی خدا کیا جانے کیا ہے
 وہ انداز حیا کیا جانے کیا ہے
 لب زاهد عا کیا جانے کیا ہے
 وہ تسلیم بجا کیا جانے کیا ہے
 کوئی اسکا خدا کیا جانے کیا ہے
 زمانے میں ہر کیا جانے کیا ہے
 مرا شور و بجا کیا جانے کیا ہے
 وہ اندازِ ادا کیا جانے کیا ہے
 ستم کی انتہا کیا جانے کیا ہے
 مگر وہ ہو فاکیا جانے کیا ہے
 تمہارا دل جلا کیا جانے کیا ہے

سراپا جو خودی میں غرق ہو آپ
 رہے محبوب کی جسر عنایت
 نہ خلوت میں جو شاہوکی سے عرض
 عناصر جسکے ہوں شوخی شرارت
 قناعت ہو تو پھر حاجت و مطلب
 خوشامدین کٹی ہو جسکی سب عمر
 نہیں جب راستی جز نام باقی
 جو آپ اچھا خیالات اوسکے اچھے
 ہنسی میں کٹ گئی ہو جسکی سب عمر
 ترے غم سے نہیں دیکھے ہیں جسے
 نہیں واقف جو غم کی ابتدا سے
 دُر کا نِ صفا ہے گو مراد ل
 جو غم سے ڈراتے ہو اوسے کیا



ہزاروں جس گل تر کے ثنا خوان
 کلا شمشاد کا کیا جانے کیا ہے



بجھکویہ عاشق جانا ز اگر یاد رہے
 دیکھ کر رنگ اوسے مانی دہزا رہے
 فکر زنجیر میں جکڑے ہوئے خدا رہے
 تشنہ بخون نہ کمی نشتر فصا رہے

ایک سے ایک نیا ظلم میں ایجا رہے
 ایسی تصویر تصور نے اوتار می تیری
 میں تو وحشت میں خدا جانے کمان جاہو بچا
 عمر بھر تھا جو مرے جوش جنون میں سیلاب

کیا ہوا ہم ہی اگر موردِ بیدار ہے
جن لبوں پر کبھی نالہ کبھی فریاد ہے
آپ میرے لیے ہر حال میں جلاور ہے
وصل میں بھی جو مکر رہے ناشاد رہے
کیون کیسے لیے آخر کوئی برباد رہے
گو پھنسانیکے لیے گھات میں صیاد رہے
تیرے کوپے میں اگر ایک نفس شاد رہے
یہ مسرت ہے کہ جلا کو ہم یاد رہے
قیس پہلو میں رہے سانسے فریاد رہے
آپ کے ظلم دمِ نزع مجھے یاد رہے

بے مصائب کے تقرب نہیں ہوتا حاصل
ادبِ راجان ہنسی آئے تو آئے کیونکر
قمر سے قتل کیا ناز سے لی جان کبھی
ایسے دل کو کوئی کیا شاد و شگفتہ رکھے
جب وفاؤں کا صلہ کچھ بھی نہیں غیر جفا
میں کیسے طرح نہ بھندے میں کیسے آیا
برسون کی دشت نور دی کو بھلایا دل سے
جان جانے کا ہمیں کچھ بھی نہیں سمجھ عالم
کہتے ہیں میرے جفاکش کی کھینچو تصویر
جانمکنی کی نہوئی کچھ بھی مصیبت محسوس



تو سمن بر ہے گل اندام صنوبر قامت



تیرے پہلو میں رہے کوئی تو شمشاد رہے

تو حسن میں بھی نامِ خدا اور ہی کچھ ہے
اوسمین جو بلا ہے وہ بلا اور ہی کچھ ہے
اسے بخیر و بھمخو خدا اور ہی کچھ ہے
لا ریب حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے
اوجھن مری کتنی ہے ہوا اور ہی کچھ ہے
شائد ہو ہی مینے سنا اور ہی کچھ ہے
بیمارِ محبت کی شفا اور ہی کچھ ہے

اندازِ حسنون میں ترا اور ہی کچھ ہے
اسے جان تری زلفِ دو تا اور ہی کچھ ہے
بتخانے میں کعبے میں کلیسا میں نہیں وہ
تکلیف میں راحت ہے تو تلخی میں ہے لذت
تم کہتے ہو بکھرے ہیں مرے بال بھٹاسے
کہتے ہو مرے دل میں جگہ ہے تو تمھاری
صحت سے سروکار نہ آرام سے کچھ کام

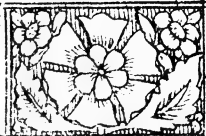
اک گل مرے ہمراہ جو ہے سیرِ حرمین
 دل میں دیا جان بھی دی دین بھی کھویا
 اسے اشک یہ ہے خاکِ دریا کا جامہ
 جو ہاتھ اٹھے اونسے نیکو منہ کو چھپاؤں
 جس سے وہ بنا چاہتے ہیں شرم کے پتلے
 دنیا میں بجز حسرت و اندوہ نہیں کچھ
 جس سودے کو ہم آئے تھے بازارِ جان میں
 کیونکر ہو صفائی کہ وہ کچھ اور ہیں کتنے
 اسے حسن کی یوی میں تجھے دیکھ چکا ہوں
 کوئی بھی مناجات طلب سے نہیں خالی
 ہر روز کا جھگڑا ہے تو ہر وقت کی تکرار
 ہوتی ہے شب و صبح ہر اک چیزِ خالف
 بوجہ ان کے عوض لکاسلنا نہیں نصاف
 ہر کام کے انجام میں کیونکر نہوں ناکام
 مطلب نہیں ہوتا ستم و جور سے حاصل
 عشرت میں مرا قتل کرے گا یہی ثابت
 میں نے جو لیا بوسہ یہ مانا کہ خطا کی
 ہو سجدہ گہ خلق تو حیرت کی جگہ کیا
 کیونکر دمِ سبزی سے میں تشبیہ اوستے دن

اس وقت تو اسے بادِ صبا اور ہی کچھ ہے
 پھر بھی وہ یہ کہتے ہیں وفا اور ہی کچھ ہے
 ہوں چاک نرالے کہ تباہ اور ہی کچھ ہے
 ظاہر ہے اثر اور دعا اور ہی کچھ ہے
 یہ ساری بناوٹ ہے حیا اور ہی کچھ ہے
 راحت کی جگہ اسکے سوا اور ہی کچھ ہے
 وہ تو نہ لیا اور لیا اور ہی کچھ ہے
 میرے دل پر ہم نے کہا اور ہی کچھ ہے
 وہ مہرِ ضیا ماہِ لقا اور ہی کچھ ہے
 بان تیرے فقیر و نکلی صدا اور ہی کچھ ہے
 ظاہر ہے ترے دل میں بسا اور ہی کچھ ہے
 ہے وقت تو کچھ اور بجا اور ہی کچھ ہے
 جرم اور ہی کچھ ہے تو سزا اور ہی کچھ ہے
 خواہش مری کچھ اور قضا اور ہی کچھ ہے
 دل لینے کی اسے جان ادا اور ہی کچھ ہے
 ان ہاتھو میں یہ رنگِ خدا اور ہی کچھ ہے
 تھے جو جواب اسکا دیا اور ہی کچھ ہے
 تیرا تو یہ نقشِ کف پا اور ہی کچھ ہے
 اسے گل ترے دامن کی ہوا اور ہی کچھ ہے

دولت سے نہ تسکینِ عشرت ہی سے راحت
ہم زندہ نکلے تلقین سے مطلب ہی تھین کیا
میرے مرضِ غم کی دوا اور ہی کچھ ہے
اسے واعظِ تسلیم و رضا اور ہی کچھ ہے



تم شمشاد کی الفت کی ترقی بھی ہوئی مات
اسے سرو تری نشو و نما اور ہی کچھ ہے



اونین شوخی بھی شرارت بھی جیسا بھی آئی
کبھی اسبابِ ضرر ہوئے ہیں راحت کو سبب
یہی حیرت جو بظاہر ہے بچا پ اکبر
میری جرات نے جو گستاخ کیا بوسوں پر
خاصِ خلوت کا شبِ دل نہ کچھ لطافت ملا
کیا عجب عکسِ رخِ یارِ نایاب ہو جائے
اگر کے رسوا میری الفت نے چھوڑا یا نکھسے
خاکِ پامرد کا چشمہ کا سر نہ جو بنی
تینے ابرو کے اشارے سے اگر قتل کیا
کچھ نراست نہ ہوئی دل شکنی سے اور نکو
اونکے گدرائے بدن کا ہے عجب کچھ عالم
عجز نے چوے قدمِ نفس جو پا مال ہوا
ترہینِ آبِ ندامت سے جبینِ قاتل
یہ تو عنوانِ محبت ہی کے دیتا ہے
خانہ دل میں جو تھی یاس بجائے امید

سراپھی ساتھ جہاں کے ادا بھی آئی
جب جفا سے بڑھتی لڑائی فانی آئی
اگر کہ دردِ این مری شکر دکھا پر آئی
اونکی نظروں سے مجھے صاف دکھائی آئی
اونکے دل میں تھی سرگرمِ احتیاج بھی آئی
دل کے آئینہ میں جب صاف چلا بھی آئی
دل میں نقشہ تری صورت کا چلا بھی آئی
دستِ بوسی کی تمنا میں فنا بھی آئی
نگہِ ناز و ہین بڑھ کے چلا بھی آئی
گو شکستِ دل محزون سے صد بھی آئی
جو بن اوہرے تو وہین نشو و نما بھی آئی
ٹوٹی جب آن تو تسلیم و رضا بھی آئی
خونِ مظلوم میں تلوار نہا بھی آئی
دل جو اس شوخ پر آیا تو قضا بھی آئی
نگہِ ناز و اسے جا کے ہٹا بھی آئی

کنکری او ششخ کو سرچڑھ کے دکھا بھی آئی
ہر مرض کیلئے قدرت سے دوا بھی آئی
ساتھ ہی ساتھ مجھے یاد خدا بھی آئی
رحم خوابیدہ کو فریاد جگا بھی آئی
فتنوں کو زکس فتنان ہی دھٹا بھی آئی
اونکے پھر کے ہوئے غصے کو دبا بھی آئی
عشق کیسو میں مرے سر پہ بلا بھی آئی
میرے روٹے ہوئے کو مجھے سنا بھی آئی
وہی بخت مرے دل کو ہٹا بھی آئی

عشق کیسو میں جو تھے چاک جگر میں لا کھون
کیون نہیں دردمیت کا زمانے میں علاج
آئی سو حیلوں سے جب صلہ صتم کی نوبت
دوبارہ صورت مظلوم نہیں ہے اتناک
آج ہے آپ مرے دل کو بٹھا کر مجھ کو ب
را کھو راستی ہی نہیں میری اطاعت نہ کیا
بیچ پر بیچ جو قسمت میں نظر آتے ہیں
میری یہ یہ قسمت نے کیا یہ اعجاز
بس طبیعت نے کیا تھا مجھے اوپر مائل



عشق شہنشاہ کا یہ فیض ہر امی غیر تکل
غل شہرت میں جو کچھ نشو و نما بھی آئی



آئی ہے لہر کشتی بے بادیاں چلے
دامان بخود دی میں خودی سے نہان چلے
ہم آگے آگے ہم رہ پیر سخاں چلے
وہ مجھے پوچھتے ہیں کہ تو تم کہاں چلے
جیسے تھر تھر کے کوئی ناتواں چلے
جس طرح کوئی پھینک کے بارگراں چلے
سجد سے اوٹھکے جانب کو بتان چلے
وہ ملک نہ پونچے جہاں ہم وہاں چلے

اے ساقی آج دور سے لالہ ساں چلے
بے سبب کہنے راز دل کو سورا زداں چلے
جب رند غول باندہ کے سوے دوکان چلے
حیران میں ہوں غیر کے گہراونکو دیکھ کر
یوں سانس اتو چلتی ہے تیرے مریض کی
روح اس طرح سبک مرے تن سے روان ہوئی
زاہد کو دیکھنا ہو جو دنیا ہی میں بہشت
پہلو سے تم اوٹھے ہو تو اتنا رہ خیال

دامن پکڑ کے لوٹ گیا راہ میں اثر
اس عافیت کے گوشے میں کیا کم تھی آبرو
وہ دل میں ہ کے دل کو بھی بے ہاتھ کر گئے
پہلے لگا یا ہے مرے دہم نے سراغ
ہے حسرتوں کی بھیڑ جنازے کے چار سو
ترتبین ساتھ ہے دل پر خلق و انکسار
قاتل جو قتلگاہ کی طرف ہٹو لے چلا
ہر دل کو آرزو تھی نشانہ میں ہی بنون
مقتل میں میرے ساتھ قیامت کی دہم ہے
بیل سے باغبان نے پھر کی ہے چھپر چھاڑ
محفل میں تیری نیم نگہ اس طرف ہوئی
پایا جو انبی الفت و طاعت سے منحوت

ناملے جب اور بڑے کے سوا مکان چلے
آخر کمان یہ آنکھوں سے شکست ان چلے
بل جل کے ساتھ ساتھ مکین و مکان چلے
میں جانتا ہوں آپ یہ چھپکر جہان چلے
ہمتو عدم کو لیکے بڑا کاروان چلے
کافور کے عوض لیے یہ عطر دان چلے
اندوہ و غم ہم پئے آہ و فغان چلے
محفل میں تیرے تیر نظر جب عیان چلے
میں کیا چلا کہ لیجیے کوئی مکان چلے
اوسکی ملک کو لشکر باد خزان چلے
افسوس قتلگاہ سے ہم نیچان چلے
کیا کیا نہ مجھے چالین زمین در مان چلے



نرگس نے آنکھیں پھولوں میں بچا دیے
شمشاد سیر کو جو سو گلستان چلے



تدبیر ہین بالکل تقدیر نظر آئی
بیتاب سیر گردون تاثیر نظر آئی
حلقوں سے لے حلقے زنجیر نظر آئی
ناقوس کے نالوں میں تکبیر نظر آئی
پتلی کی جگہ تیری تصویر نظر آئی

جب علم الہی کی تنویر نظر آئی
جب آہ مرے دل کی شبگیر نظر آئی
آنکھوں سے لڑیں آنکھیں کس طرح نہ دل لچھے
جب چشم جہان میں مین مدت کا لگا سر مر
آئینہ میں آنکھوں کا کیون بوسہ زمین لیتا

تم ڈہاتے ہو دل کو شکوہ میں گردن کو نکر
 ملو تھیں متانت سے کچھ ایسی تری باتیں
 کشمہ جو ہوئیں دل میں حرص و طمع دنیا
 ٹھوکر سے قیامت کے فتنے ہی اوٹھائیٹھ
 تقدیر کے رستے پر ہم کھینچے لے آئے
 دل چین لیا میرا وحدت کے کرشمے نے
 ابرو میں جو بل دیکر غصے میں ادھر دیکھا
 محصور ہو کیا قدرت کو نین کو جب لکھا
 آنکھیں جو دریا جھپکین محروم ابد تھے
 آنکھوں میں کھنچا نقشہ الفت کے مصائب کا
 صنعت کی نگاہوں نے ابتک وہ نہیں دیکھی
 کیوں عرش کی زنجیریں آہوں سے ہلاتا میں
 اسے صید فگن تو نے کیوں تیر کا رخ پھیرا
 قاصد کی رقابت پر اب شبہ نہیں مجھ کو
 پیغام و سلام اوس نے کچھ بھی نہ کیا مجھے
 اسے گل تری محفل میں کس موم کی ہنسمین
 روزِ غمِ فرقت کی تکلینوں کو میں سمجھا
 بت کیوں نہ وسیلہ ہوں اللہ سے ملنے کا
 اوں ابرو و نی جنبش جسکی ہے سمجھ مشکل

مجھ کو تو خرابی ہی تعمیر نظر آئی
 تقریر مرے دل پر تحریر نظر آئی
 مٹی بھی اگر چھو دی اکیسے نظر آئی
 جب حشر میں کچھ اوٹکو تاخیر نظر آئی
 مقصود سے جب بھٹکی تدبیر نظر آئی
 اپنی جو تجھے تیری تصویر نظر آئی
 اوسکی نگہ قاتل اک تیر نظر آئی
 دو حرفوں کی یہ اتنی تفسیر نظر آئی
 غفلت کی یہ ادنیٰ سی تعزیر نظر آئی
 مجھ کو جو کوئی صورت دلیکھ نظر آئی
 جو شکل مرے دل میں جاگیر نظر آئی
 میری ہی دعا مجھ کو تاخیر نظر آئی
 بیتاب رگ جانِ نجیبہ نظر آئی
 تحریر سے کچھ بڑھ کر تفسیر نظر آئی
 تصویر سوائے دلیکھ نظر آئی
 متعارف عدا دل بھی گلگیر نظر آئی
 خوابِ شبِ عشرت کی تعبیر نظر آئی
 بیتانوں سے مسجد کی تعمیر نظر آئی
 صدرے کی ٹٹنی بالکمریر نظر آئی

اک غنچہ دہن شیشہ ہاتھوں سے نہیں چھوتا
شمشاد کی کیون اس میں تصویر نظر آئی

آزردہ ہین کیون آپ مری آہ و بکا سے
مقصود مرا کچھ ہی رہے اپنی وفا سے
کیا خوش دل افسردہ ہوا بنا زوداد سے
نکھن ہے کہ باز آئین وہ اب جو رجفا سے
کرتے ہین نظر میری طرف تیکھی ادا سے
شوخی سے شرارت سے کبھی ناز و ادا سے
کچھ عشق سے بیماری ہی رہا حسن کا پلہ
اولیٰ ہی نظر آنے لگی ہلکو جو تاثیر
کتے ہین ترے جرم نہیں عفو کے لائق
اعضا میں بڑا ضعف تو سمجھو کڑھا تن
طالب کو سراغ اسکے سوال نہیں سکتا
چھائے مرے سینے میں او بھرتے نہیں ہر دم
جسے دل افسردہ میں بھڑکائے ہین شعلے
ہیئت کے تغیر سے بدلتا ہے کہیں عیب
رشتہ کو قربت سے کمان کوئی تعلق
الفت میں نصیحت سے کمی ہو نہیں ممکن

اسے جان جہان آپ تو لڑتے ہین ہوا سے
تم باز نہ آؤ کسی حالت میں جفا سے
بہر مردہ کلی مکمل نہیں سکتی ہے صبا سے
شرمائے ہین کچھ آج مری آہ و رسا سے
نکھن نہیں بچ جاؤں میں اس تیغ جفا سے
بت سبکو بھاتے ہین چھڑاتے ہین خدا سے
بڑھتی ہی گئی اوسکی جفا میری وفا سے
آخر کو ہمیں ہاتھ اوجھا شعلے دعا سے
لیکن مری جلتی نہیں کچھ اپنی حیا سے
گرتا ہے وہ گھر جسکے دلجاتے ہین اسے
تنگ لے ہین وہ شوخی نقش کف پا سے
عس دل مقتول کے بیٹے ہین بتا سے
اک تان مری جان و سہی سوز صدا سے
جہائیں رہے پیری میں جوانی کے مہا سے
فرزند تھے حسین بظاہر تھے نوا سے
یہ وہ ہے مرض حب میں ترقی ہو دوا سے

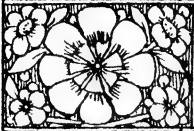
شمشاد سے ملنے میں اگر عار ہے مگو

پیدا ہوئے ہیں ہم تو محبت کے واسطے
 مخلوق سب ہوئے تری طاعت کے واسطے
 مجرم ہو نہیں مگر ہے مجھے رحم کی امید
 تقدیر ہے خلاف تو ہو جامری طرف
 قصہ و محل میں صرف نہو جائے سب کی سب
 اندر ہی نازی کی کہ وہ چھو نہیں ہیں شریک
 داغ جگر کا سوز میں ایسا ہے مرتبہ
 خوف گنہ سے خون نہو خشک اس قدر
 برپا نہ حشر کیجیے آنکھوں کے سحر سے
 آتے ہیں وہ جو ہر عیادت تو جلد آئیں
 فرقت میں ہو گئے ہیں وہ سبحان کے زوال
 دنیا کے دشت و کوہ سے میں تنگ آ گیا
 صورت کو دیکھتے نہیں وہ پہوٹی آنکھ سے
 دنیا سے کوچ کرنے میں مانع نہیں کوئی
 آباد رکھیے یا اسے ویران کیجیے
 تکرار بات بات پر اچھی نہیں حضور
 ہو کوئی ایک بات تو میں مالدون او سے
 دربان اوٹھا رہے ہیں نگاہ غصہ کیوں

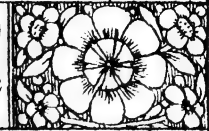
ناصح کا زعم ہے کہ نصیحت کے واسطے
 مخصوص کوئی لک ہے رقابت کے واسطے
 آنسو نکل پڑے ہیں شفاعت کے واسطے
 دیتا ہوں میں تجھے تری قدرت کے واسطے
 دو گز زمین چاہیے تربت کے واسطے
 گھر سے چلے تھے میری عیادت کے واسطے
 خورشید حشر آئے زیارت کے واسطے
 آنکھیں بھی تر سینا شکستہ امت کے واسطے
 کافی ہے فتنہ قہر کا قیامت کے واسطے
 دم آگیا ہے آنکھوں میں خست کے واسطے
 اسباب عیش تھے جو طبیعت کے واسطے
 کافی نہیں ہیں یہ مری وحشت کے واسطے
 آوارہ جو ہیں خوبی سیرت کے واسطے
 اب تک رکاوٹ تیری اجازت کے واسطے
 ہے دل کا گوشہ آپ کی خلوت کے واسطے
 کیا دل لیا ہے آپ نے حجت کے واسطے
 چلے ہیں لاکھ تیری شرارت کے واسطے
 بیٹھا ہوں میں تو جہنم عنایت کے واسطے

تبدیل جب محال ہے فطرت کے واسطے
تخلیق جنکی ہے غمِ فرقت کے واسطے
سنتا ہوں تلخ باتیں حلاوت کے واسطے
کچھ چاہیے کمالِ ارادت کے واسطے

بے سود ہے نصیحتِ ناصح مرے لیے
اونکو کمانِ نصیب ہے عیش وصالِ دوست
ماتا ہے آپ کے لبِ شیرین کا کچھ مزا
کیونکر نہ شیخِ شہر ہو مکار بے نظیر



اے گلبدن تجھے ہے عداوت کی دشمنی ہی
شمشاد کی سرشت ہے الفت کے واسطے



غم سے دشمن کے کلیجے کو مسلنے دیجیے
میری آنکھوں کے ذرا چشمے اوبلنے دیجیے
عالمِ اسباب میں کیوں دل بھلنے دیجیے
آہیں کہتی ہیں کسید کا دل دہلنے دیجیے
دل یہ کہتا ہے مجھے ہاتھوں اوجھلنے دیجیے
آپ کہتے ہیں مجھے کروٹ بدلنے دیجیے
آنکھیں مجھے کہتی ہیں اب نیل دھلنے دیجیے
حشر کے میدان میں اونکو ٹھلنے دیجیے
آہِ سوزان میرے سینے سے نکلنے دیجیے
چٹکیوں سے سینے میں دل اونکو ٹپنے دیجیے
شمعِ آسا قصرِ تن میں دل کو جلنے دیجیے
جو بلا ملتی ہے دل سے اونکو ٹلنے دیجیے
بادِ نوحِ کی لغزش سے سنبھلنے دیجیے

دورِ جامِ عیش میرے ساتھ چلنے دیجیے
دل میں ہے کلفتِ بھری اسکو نکلنے دیجیے
انقطاعِ جستجوِ طالب کو ہے وجہِ ہلاک
عشق کے پاسِ ادب کو ہے نزاکت کا خیال
سانس لینے کی اجازت ضعف سے ملتی نہیں
شوقِ لب سے لب جدا ہونا نہیں کرتا پسند
آنسوؤں کو رو رہا ہوں نہیں غمِ دلدار میں
دیکھیے گاپیشِ داور داد خواہوں کا ہجوم
آفتابِ حشر اوسکا اک شر رہن جائیگا
میری حسرت کو نکلی نیکی مل جائیگی راہ
کیجیے پُر نور کالون سے بھر دو کا آنکھ کا
شکرِ اللہ الفتِ گیسو سے ملتی ہے نجات
چور کر دیکھا ہمیں خود نشہِ عرفانِ عجز

دل جو ہوسینہ میں چلے مچلنے دیکھے
اب ذرا پائے نگہ اپنے پھسلنے دیکھے
بوالہوس چلتے ہیں قتل میں تو چلنے دیکھے

توڑیے سنگِ ستانت سے بت پندار کو
اوسکے گالوں کی صفائی کتنی ہے کس ناز سے
سب کی جان بازی بوقتِ امتحان کھل جائیگی



ایک دن وہ سرو قاست آپ منہ کی کھائیگا
چال شمشادِ روان سے اوسکو چلنے دیگی

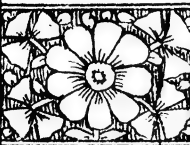


اپنی اصلاح پر اسوقت نہی آتی ہے
بنکے حاتم جو یہ دنیا سے دنی آتی ہے
جانبِ صلح طبعیت جو کبھی آتی ہے
بات لب پر مرے رہ رہ کے وہی آتی ہے
بیکسی ساتھ مصیبت کے چلی آتی ہے
دل میں انسان کے صوفت بدی آتی ہے
میری یاد ادا دلو جو بھوے سے کبھی آتی ہے
جبکہ انسان کی شامت کی گھڑی آتی ہے
ناز کرتی جو نسیمِ سحری آتی ہے
بوسے پیراہن جانان میں بسی آتی ہے
بومری سانسوں سے ہر وقت چلی آتی ہے
آرزو ہے کہ مرے دل میں چلی آتی ہے
جب تصور میں کبھی تیری گلی آتی ہے
اے مسیحا تجھے کیا چارہ گری آتی ہے

جب مجھے یاد جوانی کی کبھی آتی ہے
مجھ کو حاجت میں بھی رہ رہ کبھی نہی آتی ہے
جسم و جان کامرے کر دیتے ہیں جھکڑاٹے
جسمین کچھ آپ کے چرچوں کا نکلتا ہوں گاؤ
یار چھوٹا تو گیا عیش بھی اوسکے ہمراہ
خوبیان ہوتی ہیں پامال صداقت مغرور
ہچکیان ڈاک بٹھا کر مجھے دیتی ہیں خبر
کھینچ کر دل اوسے لاتا ہے ترے کوچے تک
یاد آتی ہے مجھے ایک گلِ ترکی روش
کیون شگفتہ نکرے غنچہ دل باوصیا
سوزِ الفت نے لگا دی ہے کلچے میں آگ
یہ تو ہوتا نہیں نکلے کوئی میرا ارمان
گلشنِ خلد کی ہوتی ہے حقیقت معلوم
نہ کیا تو نے مرے رنج و رونی کا علاج

آپ کو ایک ہی دادر سی آتی ہے
جنگی میزان میں سنتا ہوں کمی آتی ہے

مجھے کہتے ہیں کرو عفو عدو کی تقصیر
میں سمجھتا ہوں کہ ہونگے مرے حسن اعمال



کدرے شمشاد سے اک گل کی طرقت کوئی
اس تخلص سے بھی کچھ بوسے نو دی آتی ہے



ہم وہ ہیں کوئی چال او نہیں چلنے نہیں دیتے
اندازِ کرم دل کو سلنے نہیں دیتے
جو آنسو دن کو غم میں او بلنے نہیں دیتے
جو اپنے تصور سے بھلنے نہیں دیتے
اندوہِ حوادث تو سنبھلنے نہیں دیتے
ہم وصل میں کروٹ جو بہنے نہیں دیتے
نفسوں کو شب وصل او چھلنے نہیں دیتے
وانا کبھی لڑکوں کو چھلنے نہیں دیتے
سینے میں مرے دل کو سنبھلنے نہیں دیتے
جو آنکھوں کے چشموں کو او بلنے نہیں دیتے
جو ہجر کے دن کو کبھی ڈھلنے نہیں دیتے
ارمان او نہیں ل میں بھلنے نہیں دیتے
دشمن کو کبھی زہر او گلنے نہیں دیتے
ہم پاسے نگہ تک کو پھسلنے نہیں دیتے
پہلو سے او سے آپ ہی ٹپنے نہیں دیتے

آغوشِ تصور سے نکلنے نہیں دیتے
ہاتھوں کو خانوں کی سلنے نہیں دیتے
ہنگامِ طرب دل کو او چھلنے نہیں دیتے
تسکینِ دل زار وہ کیا خاک کرین گے
میرے دل حُجُوج کی کیا چارہ گری ہو
اس جرم میں وہ تجرمینِ رزباتہ ہیں بھی
نازک وہ ہیں باسِ نزاکت ہے یہاں تک
کیا تاب کہ آنسو سے فرقت میں بھی ڈھل جائیں
ابرو کے کبھی وارہیں مرزاگان کے کبھی توڑ
کیا دیکھیں گے وہ کو شرو تسنیم کے جلو سے
سورج کے سوا اور بھی اسبابِ بہم ہیں
کس طرح کرین سیر وہ داغوں کے چین کی
ہم تلخ کلامی نہیں کرتے جو کسی سے
ہے کبھی ممکن ہی نہیں عشق میں لغزش
کرتے ہیں اشارہ کہ اوٹے غیر تو پلٹوں

پھر بھی وہ ترے دل کو بھلنے نہیں دیتے
 بیمارِ محبت کو سنبھلنے نہیں دیتے
 ہم دال کسی غیر کی گلے نہیں دیتے
 اونکے دلِ نازک کو دہلنے نہیں دیتے
 اسے شمع تجھے ہم کبھی جلنے نہیں دیتے
 ان سانپ کے بچون کو دہ پلنے نہیں دیتے
 ہم تو دل دشمن کو بھی جلنے نہیں دیتے

نالون میں ذرا نام نہیں بے اثری کا
 کہتے ہیں مسیحا کہ تپ غم کے حرارے
 دہو کا ہمیں دیدینگے یہ ہے خام خیالی
 نالون میں بھی رہتا ہے ہمیں پائیزِ اکت
 او سکے رخِ روشن سے مقابل جو ہوتی
 حرصِ حسد و کبر وہا سے ہیں جو وقت
 واسوخت سے کس طرح جلائين ترے دل کو



احباب ہیں شمشاد کے شعروں سے شکستہ
 دشمن انھیں گو بھولنے پھلنے نہیں دیتے



کسی میں محو ہو کر یہ نہیں معلوم کیا ٹہرے
 مگر ادنیٰ نگاہوں میں نہ کچھ ٹہرے تو کیا ٹہرے
 تمہارا سا جو پیدا ہو تو مجھ سا دوسرا ٹہرے
 تمہارا وصف کر کے آپ ہی ہم خود نما ٹہرے
 جو دل سے تپ آنے میں بھی دم بے جا کیا ٹہرے
 جو ہم دنیا میں کچھ ٹہرے تو مثل نقش پا ٹہرے
 مرے دل کا ہر ایک رمان و کا مدعا ٹہرے
 تماشا دیکھنے ہم بھی در ادم بھر کو آ ٹہرے
 تنہا ہے کہ اس تقسیم میں تو ہی مرا ٹہرے
 ہماری جان پر نجاسے اور انکی ادا ٹہرے

نہ ہم عین بقا ٹہرے نہ ہم ذاتِ فنا ٹہرے
 کیسے ہم عدو ٹہرے کیسے آشنا ٹہرے
 تعددِ کب فنا دوست میں کتنا گنجائش
 من تو کے مٹانے سے ہو حاصل تو یہ حاصل
 رسائی ایسے نالون کی تمہارے کان تک کیا ہو
 سٹے روندے گئے پھر بھی سبھو نکی رہنمائی کی
 نہیں کچھ اور یہ سب عشقِ کامل کے کرشمے ہیں
 فضا دہر کے زیرِ نگ سنکر دل جو لہرایا
 ادھر کو نین کی عشرت اودھر تو ہے مگر تنہا
 یہی انصاف ہے ان بے نیازوں کوئی بچھو

ہمیں دنیا میں ہو کس طرح لطیف زندگی حاصل
مخاطب وہ ہیں لیکن قلب پر قابو نہیں جاصل
نکر محتاج مجھ کو چارہ سازانِ مجازی کا
جگہ دی مینے اونکو خاص خلوت خانہ دلائین
نہیں معلوم میری موت میں کیا بات لکھی ہے
چڑھائے آستینیں ہاتھ میں خجودہ آتے ہیں
جو ہم خواہش کریں کوئی تو گستاخی میں داخل ہو
اگر گہری نظر سے دیکھ لیں ہم تم مراتب کو
مٹا کر اپنی ہستی جب ہے ہم کج مرقد میں
اودھر سے متمون پر متمین سامانِ روحانی
ہماری یاد آئے آپ کو کیونکر جدائی میں
ہمارا خون جو اس وقت زینتِ ست قاتل ہے

ہمارے دل کا دشمن جب ہمارا دل بٹھڑے
کروں کچھ عرض اونسے دل جو پہلو میں راٹھڑے
اُسی درد سے ایسا کہ آپ اپنی دوا ٹھڑے
وہ یہ کہتے ہیں ایسے جیل میں میری بلا ٹھڑے
تماشا ہے یہ میری آرزو اونکی دعا ٹھڑے
پتلے ہیں سر بکفت ہم دیکھیے انجام کیا ٹھڑے
کرین وہ بے رنجی ہمسے تو یہ اونکی ادا ٹھڑے
نہ کوئی پر جفا نکلے نہ کوئی با وفا ٹھڑے
نہ دنیا ہمسے جھوٹی ہم نہ دنیا سے جدا ٹھڑے
مرے منہ سے جو سچی بات بھی نکلے کلام ٹھڑے
ہوئے جبرے راکھوں سے تو دل سے بھی جدا ٹھڑے
عجب کیا ہے کہ محشر میں بھی یہ تک جنا ٹھڑے



تعمین کس بات میں عمار آخر کی صحبت سے



جو گل اندام ہو شمشاد کے تم آشنا ٹھڑے

مگر ہر دل کے گھر کرنے میں ہم کیسا عالم تھے
جوانی میں وہ ادم تھے بڑھاپے میں ارقم تھے
مگر کوئی تمیز اسکی نہ تھی وہ لطف با ہم تھے
جو وقت عیش و عشرت سب انیس یار وہم تھے
امید و یاس کے کھٹکے جو میرے دل میں لوم تھے

نہ ہم فخرِ جد و فرج نہ ہم نازِ اب و عم تھے
ہمیشہ گیسو پر بیچ عاشق کے لیے سم تھے
یہ مانا مرتبے میں آپ سے ہم ہر طرح کم تھے
مصیبت میں عدد ٹھڑے دمِ افلاس بیکانے
غم و شادی کی لذت و صل کی شب مجھ کو یکساں تھے

مری طاعت با نیت مری تھی غنیمت تھی
 تری فرقت میں غمِ نافرمان تھی میرے مردم دیدہ
 یہ مانا میں گستاخ تھا بے شرم تھا لیکن
 فلک نے بھی کمر باندھی جوابِ بد دل ازادی
 نہ تھی نسبت تری محفل سے جسکو کون لیا تھا
 سنبھالا ہوش کیا ہنسنے سراپا ہو گئے لغزش
 کیا حلِ بخود دی نے یہ معایا یک مدت میں
 الٹی خیر اب پہچانتا بھی تو نہیں ہکو
 میں ختمِ انبیاء مذہبِ رسوائی الفت
 سر بزمِ عدد و توفیق مجھے نہ تھا لیکن
 کمان کا وصل کیسا بجز غم کیسا خوشی کیسی
 وہ غم سے روح فرسا اور اندازِ ستم افزا
 ہمیشہ بے می و ساغ مجھے تھا نشہ الفت
 یحییٰ میں کام دیتے ہیں جو شعلہء روشن کا
 بدل لینے کیا آنکھیں لیل و نوار ہم ٹہرے
 ہمارے وقت میں اخلاقِ انسانی ہی عقاب ہے

ترے الطاف بید تھے مگر کبھی بہت کم تھے
 مری آنکھوں کے حلقے حلقہء حزنِ ماتم تھے
 تمہارے لطفِ بیامیر سے حق میں ابھی تم تھے
 مگر میرے ستانے کیلئے تیرے ستم کم تھے
 جو حاضر تھے وہ بخود تھے جو غائب تھے وہ ہم تھے
 خردنا آشنا جب تک تھے کیا میفکر و بیغم تھے
 جو اپنے آپ بے یگانہ تھے وہ تیرے محرم تھے
 کوئی وہ بھی زمانہ تھا ترے دل میں ہیں ہم تھے
 اگرچہ قیس فرہادِ حزن مجھے مقدم تھے
 مرے دل پر تری بچی نگاہ کے وارِ سیم تھے
 نہ خلوت تھی نہ جلوت تھی جہاں تم تھے وہاں ہم تھے
 ہمارے دشمنِ جان تھے تمہارے یارِ ہم تھے
 مرے پیشِ نظر جب تک تھے برو پر غم تھے
 یہ ہیں وہ داغِ الفت جو حریفِ فعلِ مرہم تھے
 زمانہ جب موافق تھا معظّم تھے مگر م تھے
 وہ جن میں آدمیت تھی وہی انبیا کی م تھے



تمہیں ہم کل ہنرِ شمشاد تم سمجھائیے لیکن
 کھلا آخر میں دونوں پر نہ کچھ تم تھے نہ کچھ ہم تھے



سب کچھ ہے تیری نذر مگر دل کو چھوڑ کے

کتابوں اوس لکیر سے میں ہاتھ جوڑ کے

افسوس دے دے دانے کو محتاج ہیں وہ لوگ
 جو بخود ہی نشہ دولت میں تھے رفیق
 او کو کمان دماغ کرین سیر باغِ خلد
 او سنے گلے لگا کے مرا نقد دل لیا
 اتنے نہ ظلم کر کہ یہ کتنا پڑے تجھے
 میرا وہ دل جو لعل بدخشان سے کم تھا
 اخلاص کی شمیم میں نفرت کی بو رہی
 زانو یار پر ہے مرا بانیار سر
 کتا ہے بچپن کو دم نزعِ قہقہہ
 بچپن کر گئے مجھے پلکوں کو مار کر
 دل کے کھنڈ او گھیر کے چھڑ کو نمک ضرور
 ملتا رہا ہے غیروں ہی سے نقدِ مدعا
 ہے دھوم جن سے دہر میں طوفانِ آشک کی
 مجھ کو لڑا کے غیر سے تم او سکے ہو گئے
 کیونکر نہ بات بات میں ہو مجھ کو اضطراب
 پیری وہ پہلو ان ہے جس سے بے گئی
 ایسا غم نے چوس لیا میرے جسم کو
 مغرور کیون ڈپٹتے ہیں اتنا غریب کو
 شتم و تشاؤ ایک گل کے اگر تم ہو عندلیب

جتنے یہاں حساب تھے کچھ کڑوڑ کے
 وقتِ خمار چل دیے سب منہ کو موڑ کے
 تیری گلی میں بیٹھے ہیں جو پاؤں تیرے
 لوٹا ہے جھکویا رنے گردن مڑوڑ کے
 اسے جان نثار تو بھی چلا منہ کو موڑ کے
 کس سنگدل نے پھینک دیا توڑ بھوڑ کے
 باتیں تو کیں او غنوں نے مگر منہ سکوڑ کے
 قہر بادے مراد گیا سر کو بھوڑ کے
 قربان جان و دل مرے ایسے نہوڑ کے
 وہ جنسِ صبر لے گئے بالکل چھوڑ کے
 بونا بھی تلو جا ہے کچھ کھیت گوڑ کے
 مانگا کیے عزیزوں سے منہ پھوڑ بھوڑ کے
 دو بوند میرے آنسو میں وہ بھی پھوڑ کے
 آتے ہیں تکو فقرے بڑے توڑ جوڑ کے
 وہ صبر لے گئے مرے دل سے پھوڑ کے
 توڑ گئی بند بند او سیکے جہنموڑ کے
 جس طرح پھینک دے کوئی ہڈی چھوڑ کے
 کتے بھی کاٹتے نہیں ایسا بھنھوڑ کے
 بیل کا دل دکھاتے ہو کیون پھول توڑ کے

کیا غم جو ہم شراب سے مدہوش ہو گئے
 برقِ تجلیات ہے یا برقعِ حجاب
 کسکی لجائی آنکھوں نے سرمہ کھلا دیا
 فرقت میں کیوں قیہ کا بھی دھیان آگیا
 فیض بہارِ عشق سے سینہ بنا چین
 روز شمار آپ کو کچھ خوف بھی نہیں
 جامِ رضا میں بادہ تسلیم پیتے ہی
 ممکن نہیں کہ اب کوئی آئے نئی ترنگ
 رخ پر نگاہِ زانوِ دلدار زیرِ سر
 ساتی کی زلفِ عکسِ فگن جام پر جو تھی
 دل پک گیا جو آتشِ سوزِ فراق سے
 مینے جو التماسِ وفا ایک روز کی
 ہے ہر حسین کی مرے پہلو ہی پر نظر
 کیسا خضابِ مرگِ جوانی کے سوگ میں
 دالی تھی اوسنے ایک ہی سستی بھری نظر
 سوبل پڑے مگر میں وہ نازک ہیں اسقدر

بیخود ہوئے خودی سے سبکدوش ہو گئے
 تم رونما ہوئے ہو کہ روپوش ہو گئے
 کیوں ہم بیانِ شوق میں خاموش ہو گئے
 سوشک خیالِ یار کے ہمدوش ہو گئے
 سب دل کے داغِ لالہ پر جوش ہو گئے
 جب آپ بحسابِ ستم کوش ہو گئے
 بدخواہوں کے جوشِ تلخے نش ہو گئے
 جھڑکا گیا رقیبِ ہمین ہوش ہو گئے
 ہم اپنے ہوش میں ہیں کہ بیوش ہو گئے
 زندانِ بادہ خوارِ بلا نوش ہو گئے
 چھپائے بھی دیگِ سینہ کے سر پوش ہو گئے
 وہ اور بے حسابِ جفا کوش ہو گئے
 تم ایک دن جو زینتِ آغوش ہو گئے
 سارے سفید بالِ سیہ پوش ہو گئے
 مشہور دہر سیکڑوں می نوش ہو گئے
 دو پھول بھی جو زیبِ بنا گوش ہو گئے

شمشاد ایک غنچہ دہن کے فراق میں
 خوتا پاشکِ چشم سے گلپوش ہو گئے
 مرید ہلکو اگر شیخ جام کر لین گے
 تمام زندوں کو دم میں غلام کر لین گے

کیسی یاد میں ہم کوئی کام کر لیں گے
 جو خاص خلق کو ہم خلق عام کر لیں گے
 جو بخودی میں کوئی طرفہ کام کر لیں گے
 جن کی سیر کا یوں انتظام کر لیں گے
 غلام و نور میں یوں التیام کر لیں گے
 کہ ننگے حسن طاعت سے اونکے دل میں گھر
 نہ دو کرگی اگر کچھ ہماری محویت
 ہمیں جو اس میں لانے کی کچھ کرو تدبیر
 جو ہونگے خانہ بدوش آبکی محبت میں
 ہم اونکے ہاتھ میں دیئے نیاز کا کوڑا
 جو بخودی میں کہیں آپ ملکئے ہکو
 عوام کیا زہینے خواص بھی بے ڈر
 چلین گے حشر میں فریاد کرنے جی شوق
 فرشتوں سے بھی نہ چپکے گی میری آنکھ کبھی
 تمہارے بالوں کو کیا مشک خشک کو نسبت
 نہ پوچھی جائیگی لیل و نہار کی طاعت
 پھر ننگے جاوہ رندی سے سوی زہد و مرج
 نہ اونکے کوچے میں بیکار جائیگی فریاد
 حجاب لاکر ہین بعد بحساب رہے

خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے
 ضرور سبکے دلوں میں مقام کر لیں گے
 ہمیشہ کے لیے شغل مدام کر لیں گے
 خیال رنگ رخ لالہ فام کر لیں گے
 سلام و عنین وہ ہمیں رام رام کر لیں گے
 ہم اونکے کام میں اپنا بھی کام کر لیں گے
 تمہارے عشق میں اپنا بھی کام کر لیں گے
 تمہارے وصل کا ہم انتظام کر لیں گے
 ہزار دل میں ہم اپنا مقام کر لیں گے
 سمندر ناز کو وہ خوش لگام کر لیں گے
 ہم آپ اپنے میں آنا حرام کر لیں گے
 اگر وہ تیغ کبھی بے نیام کر لیں گے
 یہ جان لو کہ ہمیں کو امام کر لیں گے
 ذرا جو آپ مرا احترام کر لیں گے
 تیز آپ ہی سب خوش شام کر لیں گے
 کیسی یاد جو ہم صبح و شام کر لیں گے
 ہم اس سفر کو بھی دو چار گام کر لیں گے
 نظارہ وہ بھی کبھی زیر بام کر لیں گے
 مگر وہ ہے سلام و پیام کر لیں گے

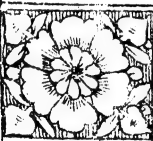
نہ سن تو نعمت جانسوز ان کے اسی صیاد
جو احتلاط میں ہے کسر شان محبوبی
ہمارے نالے نہ ٹھیکے عرش کے نیچے
ستم یہ ہننے کیا نقد دل گنو ا بیٹھے
اسیر تجھ کو اسیرانِ دام کر لین گے
تو دور ہی سے تھین ہم سلام کر لین گے
فلک جو روکین گے اوغین مسام کر لین گے
یہ سمجھے تھے کہ کہیں قرضِ دام کر لین گے

جو یار غنچہ دہن ہے تو ہم بھی ہین شمشاد
ہزار رنگ میں اس سے کلام کر لین گے

یہ سب ادنیٰ کر شے تھے مری بیتابی ل کے
نہ اوٹھے ہم قیامت تک ماندو تھے منزل کے
او نہیق فخر کا حاصل کہ لاکھ تن مرے دل کے
ہوئے ہم سرمہ چشم بصیرت خاک میں مل کے
ہزاروں شوخ قائل ایک میرے چیلے دل کے
تغصب کی نوک جھونک اڑدیں کیا مقابل کے
وہ سائل ہوں نہیں حسین طریقِ طور سائل کے
تماشا ہی ہوں صیدِ افکن ہزاروں تیرے بل کے
رگ جان میں کیا گھر آپ نے مجھ سے گل کے
بے آنسو کے دہائے سطح آب میں مل کے
کر شے ایسے لاکھوں ہین بے عشقی کامل کے
یہ آب رنگِ خال و خطا ہین بے نقشِ باطل کے
مخلوقِ بحرِ الفت کیا تنائی تھے ساحل کے
یہ یکایک رات گھر اگر جو وہ روئے بہت بلکے
یگایا عروں نے کس ناز سے ہلو گل کے
حسینوں میں ہوں بھی آپ کی شکل شمائل کے
ہماری قبر پر ہوتی ہے عبرتِ دورِ یون کے
حسینوں کو نو کیونکر متا میرے ملنے کی
وہ آئینہ او نہیں ہم دیکھتے ہین چھپکے نظروں سے
غنی کیونکر نہ سمجھیں اغنیائے حسن مجھ کو بھی
نہیں معلوم کتنے ہوں گے تیرے دیکھنے والے
ترستی رہائیں آنکھیں نہ کلی آرزو دل کی
مجھے فرقت میں اپنے وصل کی لذت ہوئی حاصل
ہمارا دم وہ بھرتے ہین تو ہمیں جا سے حیرت کیا
طرزِ دلِ حقیقت ہے تو پھر انکی حقیقت کیا
اوتار اتونے کیونکر تلوار کے گھاٹ انکو غمی ظالم

نکوہ و دوست سے مطلب نہ جا جتند محل کے
اب و سکا توڑتا ہوں کفر میں شبن سے تل کے
نظر کے سامنے مجھاپے ہیں بھول کھل کھل کے
ملوں حور و سن میں جنت میں کیونکر آپس مل کے
کیسلی محفل سے میں لگے ساغری گل کے
وہ کہتے ہیں سبق بھولا رٹو پھر اسکو مل کے
لب ہر زخم نے بوسے لیے شمشیر قاتل کے
تھامے سُخ لگانے نے بڑھائے حوصلہ دل کے
ہوئی تھی قیس کو دق تھیں سب کنارہ بن سل کے
نہ ہم رضا کے عاشق نہ شیدا ہیں تھے تل کے
اکسین جنے نہیں پاتے نکالے میری محفل کے

ہم اونکے دل کے مالک تھے ہمارے دل میں تھے
چھوڑا کر دستوں سے میرے دل کو ناجی رہا تھا
شگفتہ خاک باغ دہریں ہوں جیت حالت سے
یہ مانا بیٹے میں کچھ بھی نہیں ہیں آپ تو سب کچھ
پس مردن تنہا بوسوں کی اسطرح بر آئی
جب و نکا نام رٹکر جھوٹا ہوں جنت میں
نہ بڑ جائیں ہزار دن نل کیونکر صورت جو ہر
مری گستاخوں پر ناحق اب تیرا بدلتے ہو
لوہین عشق میں تھو کون تو آئیں جلے حیرت کیا
اداسے خاص ہے جسے ہمارے دل کو لوٹا ہے
مری تو بوسے کیا سر گشتہ ہیں جام و سوینا



غزل کہنے کی اسے شمشاد اب فرصت کمان مجھ کو
کسی گل کو سنا دیتا ہوں میں نغمے عناد کے



او سپر نگہ تیز کی شوخی نہیں جاتی
کہتے ہیں کہ بان بان نہیں جاتی نہیں جاتی
آجائے طبیعت تو ہٹالی نہیں جاتی
جب اپنی طبیعت ہی سنبھالی نہیں جاتی
دشمن کی زبان آپ سے روکی نہیں جاتی
سچوں کی کوئی بات بھی پرکھی نہیں جاتی

حالت دل مجروح کی دیکھی نہیں جاتی
کستا ہوں جو میں آپ کی شوخی نہیں جاتی
ہٹ جائے اگر دل تو لگایا نہیں جاتا
وہ کہتے ہیں کیا نازا وٹھا دے مرے تم
کیا خوب میں اپنے دل پر جوش کور و کون
میں عاشق صادق ہوں جو کمروں سے مانو

بے مانگے ترے در سے ملین اتنی مرادین
 اک شوخِ ستم کیش کے چند سے میں پھنسا ہر
 کس طرح نہو سبکو نصیب کی شکایت
 ہے سنگدلی دالِ شرافت کی کمی پر
 کیونکر میں کمونِ خوگرِ فرقت ہے طبیعت
 تنگ آکے مرے ہاتھ قلم کر دیے اوسنے
 کیا آنسوؤں کو پیکے میں الفت کو چھپاؤں
 اب جی میں ہے نفرت کی تناکرون اوسنے
 احباب کی صحبت ہو کہ اغیار کی محفل
 کیونکر کمونِ ضدی ہن کیسی نہیں سنتے
 کس طرح دل سوختہ میں سوز چھپاؤں
 مجبور ہے کیون دشمن بے عقل نہ چھپے
 اوس شوخ نے تہ دی جو مے خون کی ڈھن
 تحریر بھی آتی ہے تمھاری جو مے نام
 برداشت ستم اونکے نہیں ہوتے کس طرح
 تنے جو مے خون میں ہاتھوں کو زنگا ہے

تجلیت سے دعا اب کوئی نام کی نہیں جاتی
 او سپر بھی شرارت مرے دلی نہیں جاتی
 تقدیر کبھی پوچھکے لکھی نہیں جاتی
 بے میل کبھی سونے کی نرمی نہیں جاتی
 اس سے تو ذرا نام کو تلخی نہیں جاتی
 او سپر بھی مری نامہ نگاری نہیں جاتی
 ہونٹھوں کی کسی حال میں کی نہیں جاتی
 جب میری کئی بات کبھی کی نہیں جاتی
 وحشت مری ہیما ت کین بھی نہیں جاتی
 میری تو کوئی بات بھی خالی نہیں جاتی
 یہ آگ وہ ہے راگھ میں دلی نہیں جاتی
 حیوان سے تحریک ارادی نہیں جاتی
 اوڑتی ہے حنا ہاتھوں کی سرخی نہیں جاتی
 تقدیر کا لکھا کہ وہ سمجھی نہیں جاتی
 اور اوسے طبیعت مری بھر بھی نہیں جاتی
 اب جان لو تا حشر یہ سرخی نہیں جاتی



شمشاد اگر تم نہیں عاشق کسی گل پر
 کیا وہم کہ رخسار و نکی زردی نہیں جاتی



سفارش آپ ہی کر لیگی اب تو بیکی میری

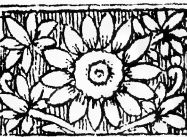
خدا کا شکر اوس ظالم نے صورت کھلی میری

بجائے میں جو دیوانہ ہوں اپنی حسن سیرت کا
 جو اونکے دل میں شوخی ہو تو وہ کیا منہ پھلایں گے
 تجھے اوس سے نہیں نسبت ہر اسے سر دہی کچھ بھی
 بجائے بعد عشرت پنج میں پہلے ہی سمجھا تھا
 مری تسلیم اونکے رحم سے یہ ہو گیا ثابت
 اونہیں یا اپنے دل کو ایک قیام میں کروں گا
 وہی ایک ایک کر کے چُن لیے گلشن سے گلہیں نے
 نہیں ملتے تھے جتنا کہ بن تمنا اونکی رکھتا تھا
 مری تسکین کر سکتی ہے کب کو میں کی عشرت
 دم بسل کسی تکلیف کا کھٹکا نہیں مجھ کو
 بجائے رنگ غیروں کو اگر ہو میری قسمت پر
 عیادت کو وہ آئے ہیں سیما بنکے بیٹھے ہیں
 تمہاری بکروی پر چپ ہو میں تو شکایت کیا
 مرے سر کو وہ زانو پر لیے بیٹھے ہیں حیرت میں
 مجھے رسوا کرو یا جان لیلو یا طرح دید و
 میں جس سے دل سے ملتا ہوں مجھے کات کرتا ہی
 جو سچ بوجھ حقیقت میں مجھے رسوا نہیں کرتے
 مری آنکھوں کی بارش ٹھنڈی سانسوں سے تعجب کیا
 اوٹھایا ہاتھ یک نختا دنے اپنے رحم فطری سے

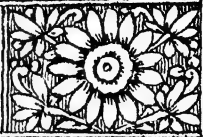
حسینوں پر بھی کر دیتی ہے جادو دلبری میری
 متینوں کو ہنسا کر چھوڑتی ہے دلی میری
 قسم کھاتی ہے جس کو خیز قد کی راہی میری
 رو لائے گی مجھے اک روز یہ بجائے میری
 کہ اونکا قہر جو کچھ تھا وہ تھی سب میری
 نہیں ممکن نہ آئے کام کچھ بھی آشتی میری
 گل و غنچہ میں دیکھی جن سے کچھ دبستی میری
 تلاش اونکو رہا کرتی ہے اب تو ہر گھڑی میری
 رضائے یار پر موقوف ہے ساری خوشی میری
 یہی غم ہے کہ تڑپا دیکی اونکو بیکلی میری
 تمہاری آرزو جو کچھ تنہا ہے وہی میری
 میں اونسے کہ نہیں سکتا کہ حالت مدوی میری
 تمہیں انصاف سے کہہ دو کبھی تنے نہی میری
 غضب ہے اونکو بھی بخود بنائے خوشی میری
 جو کچھ ہونا ہو ہو اب تو طبیعت آگئی میری
 زمانے کو بنا دیتی ہے دشمن دوستی میری
 اوھیں یہ فکر ہے الفت میں ہو پردہ دہی میری
 اگر ٹھنڈی سرک پر فوق لیجائے نکلی میری
 کیسے دل میں ایسی جگہ بیٹھی دشمنی میری

لپٹا حل سے ہرگز کم نہیں لٹنہ: بلی میری
ارسطو کے فنون پر فضل رکھتی ہوگی میری

میری آغوش میں بھی لب لباب مجھے نہیں ہوتا
یہ مانا بیٹے میں ہر فن میں ناقص ہوں مگر بچہ بھی



خدا نے ان کو صورت دی تو مجھ کو قیامت زیا
نہیں شمشاد و بجا گلرخون سے کشتی میری



درد ہو دل میں بس اتنا چاہیے
آپ میں اصلانہ آنا چاہیے
درد دل میں سر میں سودا چاہیے
اسکو میرا ہی کلیجہ چاہیے
دل مصفا چشم مینا چاہیے
قطرے میں روپوش دریا چاہیے
اے قیامت تجھ کو دیکھا چاہیے
انتظار روزِ فردا چاہیے
دل میں اس گئے کاٹھکا چاہیے
اے خدا مجھ کو دل اپنا چاہیے
چاہئے والا تھیں کیا چاہیے
مجھے دیوانے کو اب کیا چاہیے
مجھ کو کیوں آپے میں آنا چاہیے
جسکو کچھ جھگڑا بکھیرا چاہیے
تجھ کو بھی کچھ پاس اسکا چاہیے

عشق میں سامان کیا کیا چاہیے
رازِ الفت کا جو اخفا چاہیے
حاصل کو نین اتنا چاہیے
عاشقی کچھ د لگی یا کھیل ہے
جلوہ ہی جلوہ ہیں یہ سائے حجاب
قطرہ دریا میں رہا تو لطف کیا
تو ہے جلوہ کس خرام ناز کا
آپ اوٹھ جائیں گے وعدوں کے حجاب
عشقِ مرغان سے ہو کون چھلنی جگر
غیر کا جو ہو رہے کس کام کا
آپ اپنے جلوہ دن میں تم مست ہو
تیرے سودے میں بھی چانی اپنی خاک
میرے پہلو سے چلے جاتے ہو تم
آشتی دینا سے زیبا ہے دوست
لوگ کہتے ہیں ترا بندہ مجھے

او بھی الفت یا عداوت کچھ نہیں
 وصل کی شب کیون خوف صبح ہو
 ناصحون میں یا قیہون میں ہے
 شکوہ سونا ہے لمحہ میں ایک دن
 مجھ کو تڑپا نا جلانا غیر کو
 رند و نین ساقی بھی ہے ساغر کفن
 حسن صورت پر نہیں موت و عشق
 نشہ الفت میں لے دل بہش کھ

جو تعلق ہو وہ گہرا جا ہے
 عاقبت کا دل میں ہر کجا جا ہے
 ہر جگہ تیرا ہی چہرہ جا ہے
 اونکو کیا تکینہ کچھ نا جا ہے
 کچھ نہ کچھ تمکو تماشا جا ہے
 سیکرے پر ایک لہر اچا جا ہے
 دلبری کو طرح زیبا جا ہے
 بیخودی کہتی ہے بہکا جا ہے

مجھ کو اسے شمشاد اک کمر کی طرح
 بلبلوں کو شور و غوغا جا ہے

آئینے پر آنکھ ڈالی جائیگی
 اک نظر تیر جو ڈالی جائیگی
 وصل کی صورت نکالی جائیگی
 کیا ترور تمکو مشق قتل میں
 زور دیکر نرم کرتے ہو مزاج
 پنکے کی حسرت جو میری آنکھ سے
 دل کو چھپائیگی تیری نوک مرثہ
 سینے مانا پھیر یوں میں ونسے آنکھ
 اچھی صورت پر نہ اترائیں حسین

آپ کی یوں بیٹالی جائیگی
 آنکھ عالم سے اونٹالی جائیگی
 بات میری بھی نہ ٹالی جائیگی
 جان رفتہ پھر بھلا لی جائیگی
 کیا ادا سانچے میں ڈھالی جائیگی
 ناز کی گو وون میں پالی جائیگی
 چوٹ ابرو کی جو خالی جائیگی
 کیا طبیعت بھی ہٹالی جائیگی
 پہلے سیرت دیکھی بھالی جائیگی

کاٹ دو نگا بیٹھ کر راحت میں عمر
 دل اگر ہے خوگر رنج و تعب
 داغِ دل ہو جائیگے آشک سے
 جسکو چسکا عشقا زری کا پڑا
 تو ہے نظر و نین تو مجھے خلد میں
 دل میں کرو نگا تصور آپ کا
 وہ عیادت تو کریں مجھ زار کی
 ڈھونڈ بیگی پھر ٹھیلو وہ ترجی نظر
 جو شِ مستی میں جو ہونگے رند خوش
 اپنے ہی دبیر نہیں کچھ اعتماد
 اے مسحا میرے پہلو سے نہ اوٹ
 ہو گئی اونکی تو جسم کی نظر
 زور دیکر میں کمونگا حالِ دل
 میرے منصوبے بگاڑیگا وہ شوخ
 خونِ دل پی کر کرے گا صبر و شکر
 دینے دل پر زور تسلیم و رضا
 دبر جو کچھ ہے ترے آئینگی ہے

ہر مصیبت جب اوٹالی جائیگی
 طرزِ عشرت بھی سکھائی جائیگی
 آئینگی ہو لی دوائی جائیگی
 وہ طبیعت کیا سنبھالی جائیگی
 سو پرکب آنکھ ڈالی جائیگی
 حسرت اس حیلے سے ٹالی جائیگی
 طاقتِ رفتہ بھالی جائیگی
 غیر پر جب چوٹ خالی جائیگی
 شیخ کی پگڑی اوچھالی جائیگی
 اونکے دل کی بات پالی جائیگی
 میرے چہرے کی بجالی جائیگی
 اب ہمارے خستہ حالی جائیگی
 جب طبیعت کچھ سنبھالی جائیگی
 بات جب کوئی بنالی جائیگی
 تیری گالی جس سے کھالی جائیگی
 یوں ہمارے خستہ حالی جائیگی
 آرزو دل سے نکالی جائیگی

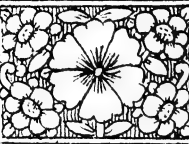
مرده اے شمشاد کتا ہے وہ گل
 یہ غزل بھی تیری گالی جسا ئیگی

شکر صد شکر اوس کا دل مجھے ملا ہی پیار سے
 اک گل شاداب کو الفت ہوئی مجھزار سے
 ہلے اوس کا یک بیک کنا ادا سے پیار سے
 پوچھتے ہیں ذبح کر کے ناز کی تلوار سے
 ہوتی ہے تعبیر اوسکی ابرو و خمدار سے
 لاکھ ہو تسکین مجھکو شربت دیدار سے
 خارِ حسرت دل میں لیکر اوٹھے بزم یار سے
 یار نے پھر پیش کر دی کشمکش امید کی
 لوگ ہنسے پوچھتے ہیں گرمی صحبت کا حال
 اونکی آنکھوں میں ہیں اندازِ ادا مستی ناز
 کوئی اسکو سجدہ سمجھے یا علاجِ دردِ سر
 بڑکے دل پر تناس ہے ہم آغوشی میں داغ
 وندہ دیدار کے ایفائیں اب کیا دیر ہے
 میرے دل کے واسطے ہوتی ہے برجی کی انی
 ہکو زندان سے جو حشرت سے صحرائے چلی
 ہکو جو باتیں نہ کہنا تعبیر کہیں دشمن تیوں
 باسے کیا اندھیر ہے کیسی یہ چہرے کی چمک
 راتِ فرطِ جوش میں مینے جو باہنیں ڈال دین
 نکلت گیسوے جانان سے نہ مگر کھائیگی

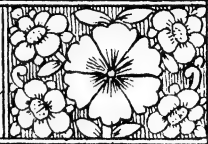
آنکھ بھی جسکی نہیں ملتی کبھی اغیار سے
 پھول کا جسطرح دامن بڑکے او مجھے خار سے
 آج مجھکو تم نظر آتے ہو کچھ بیزار سے
 کس نے اسکی جان لیلی ہے ادا سے پیار سے
 کرتے ہیں چورنگا شوق کو وہ جس تلوار سے
 جانبری ممکن نہیں ہے عشق کے آزار سے
 یہ وہ کانٹے ہیں جنہیں ہم لائے ہیں گلزار سے
 یاس کی راحت میں ہم تھے وصل کے انکار سے
 روکے مثلِ شمع ہم اوٹھے ہیں بزم یار سے
 نقدِ دل ہم ہار بیٹھے ہیں باغین دو چار سے
 ابتواؤ تھنے کا نہیں یہ آستانِ یار سے
 یا کرے ہیں پھول کچھ تیرے گلے کے ہار سے
 حشرِ بریا ہو چکا جب آبکی رفتار سے
 وہ نگہ جو غیر پر کر دیتے ہو تم پیار سے
 وقتِ رخصت ملے ہم روئے درو دیوار سے
 رازِ دل جسطرح کمدے کوئی اپنے یار سے
 سامنے تو سب کے پھر محروم سب دیدار سے
 اونکو او لجن ہو گئی اپنے گلے کے ہار سے
 بوسے مشک آتی ہے کیوں وٹھی ہوئی تاتار سے

ریشک کی چٹک سے باہر لائے ہم گلزار سے
جس طرح باتین کوئی کرنے لگے غنوار سے
یہ لقب مجھ کو ملے ہیں عشق کی سرکار سے
جھوٹا نکلا جو میں کل خانہ خمار سے

پڑتی تھی اونیز نگاہ شوخ نرگس بے طرح
اپنے سائے سے کیا کرتے ہیں بیرون ہم کلام
والہ و دیوانہ و مجنون و شیدائہ زہ گرد
عابدون نے دوڑ کر سجد سے چوے میرے پاؤں



خلد میں جسکی سیحانی کی قائل حورِ عین
عشق ہے شمشاد کو اوس نرگس بجای سے

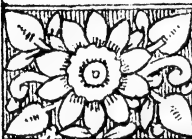


ہاے کیون ڈھلنے کو سر پر آفتاب آئی کو ہے
ہنسکے کد تیا کہ بان نقشِ بر آب آئی کو ہے
آبِ صافِ عمر پر گویا سراب آئی کو ہے
تجھ کو مجھ کو کیا اگر روز حساب آئی کو ہے
شور ہے محشر میں مرد لا جواب آئی کو ہے
خطِ کمر میں اور کتا ہے جواب آئی کو ہے
ہاتھ جوڑے رحم بھی وقتِ عتاب آئی کو ہے
عاشقِ مضطر سراپا اضطراب آئی کو ہے
سننے ہیں محشر میں وہ بھی عیاب آئی کو ہے
جائے اشکِ نگہوں سے معجِ شراب آئی کو ہے
خاک ہو کر چوئے تیری رکاب آئی کو ہے
اب پسینا گال پر مثلِ گلاب آئی کو ہے
میری جس طاعت میں امیدِ ثواب آئی کو ہے

بچنا جانے کو ہے دورِ شباب آئی کو ہے
جب میں یہ سنتا کہ اب مجھ پر شباب آئی کو ہے
بچنے پر اس طرح دورِ شباب آئی کو ہے
تیری رحمت اور میرے جرم دونوں بے شمار
دیکھ کر شرمِ برائے مری گونگی زبان
پاؤں کی صورت تھکے اسے نامہ تیری بنی بان
مجرمِ مونس ہو تمہاری ہی شفاعت کے لیے
نیر کی صحبت میں اپنے کتے ہے دل کی دھڑک
جسکا چہرہ تھا ازل سے تابذیرِ نقاب
لطیف ساقی زخمِ دل بھرنے لگا انگور سے
بو سہ پالکی ہو میں جس نے اپنی جان دی
میرے غش سے اونکی دکھ بن بڑھتی جاتی ہو سوا
تو دیر دل ہی پراو سکورو کہ دنیا سے خلوص

روؤن کیون جوش جوانی کو مین کیا تو تین
 آج کی شب ہے ظل انداز لطف وصل کیون
 پوچھتا ہوں مین جو قتل مین مری باری کب
 کہہ ہا ہے عیش بے اندازہ وقت شباب
 سوز الفت نے اوڑیا میرے اشکوں کا دھوان
 کان رکھتے ہو تو سن لو نعرہ قبر خدا
 حسرتوں کے ساتھ کوئے کا ذلیل و بے اراد

اُن مانہ اور بھی اس سے خراب آئیکو ہے
 اسے جامی رحم بھیج بھی وقت خواب آئیکو ہے
 کہتے ہیں ٹھرو کہ فردا انتخاب آئیکو ہے
 دو در عشرت مین بڑا ہی انقلاب آئیکو ہے
 جلکے دل آنکھوں مین اب مثل کباب آئیکو ہے
 پردہ پوشی ہو چکی ختم اب مذاق آئیکو ہے
 دل جو سینے سے گیا کب باریاب آئیکو ہے



زلفِ عنبر نام پر شمشاد نے کیا جان دی
 جاے کافور کفن کیون مشکِ ناب آئیکو دی



سادگی دیکھے کہ صورت کہ سنور نا دیکھے
 اک نظر تجھ کو جو اسے جان سرا پا دیکھے
 تو ملے غیر سے عاشق اسے بیٹھا دیکھے
 حیف ہے تو سر بازار تماشا دیکھے
 ہم تن گوش ہین گل سنکے جو وصفِ رخ یار
 دل وہ ہے جو کرے ہر جزو سے گل کی تحقیق
 غیر کی دید کا محتاج رہے کیون عاشق
 دیکھتے ہی اسے ہین پٹی نگہ سے بسمل
 اس نے صورت جو دکھا کر نہ کیا وصل سے شاد
 عمر بھر بننے سنور نے کا نہ لے نام کبھی

دیکھنے والے کو سیرت ہے کہ کیا کیا دیکھے
 پھر وہ عالم کے حسینوں کی طرف کیا دیکھے
 بھوٹیں وہ آنکھیں کہ جن سے یہ تماشا دیکھے
 ایک عالم ترے دلدادہ کو رسوا دیکھے
 بلبلوں کا کوئی گلزار مین غوغا دیکھے
 آنکھ وہ ہے جو ہر اک قطرے مین یاد دیکھے
 محو معشوق ہو اپنا ہی تماشا دیکھے
 دیکھنے والوں کا اب کوئی تماشا دیکھے
 دل جگر کا کوئی اب آنکھ سے جھکڑا دیکھے
 سادگی تیری اگر کوئی خود آرا دیکھے

صراطِ خواب میں آنکھیں کوئی اندھا دیکھے
 کون صورت ہے کہ وہ آپ کو تنہا دیکھے
 قاتل اس دُشمن میں کہ لہل کو بڑبڑا دیکھے
 اب بھی وہ خانہ برانداز نگہ اپنا دیکھے
 دل ناشاد کو اب کیا کوئی سمجھا دیکھے
 او نہیں یہ ضد کہ مجھے آکے اکیلا دیکھے
 میری صحبت میں ذرا شیخ کبھی آدیکھے
 اور تیر نظر ناز کیلجھا دیکھے
 ترے جو بن کی نمو ہار گلے کا دیکھے
 شبِ فرقت کو اگر زلفِ چلیبا دیکھے

اس طرح آتی ہے پیری میں جوانی کی ترنگ
 دل عاشق میں بھی ہیں ساتھ خیالِ اغیار
 دار وہ صاف کہ ہوں دم میں ہزاروں ٹنڈو
 گر رہے ہیں غم و اندوہ مرے دل کو تباہ
 یاس پر یاس ہے او سپر بھی اوستے تیری طلب
 مرے ارمان مرا ساتھ نہیں چھوڑتے ہاں
 نہ رنگے او سکومرا رنگ تو میں زند نہیں
 تم کو کیوں کبھی ارمان بھرے دل کی طرف
 میرے گل کھائے ہوئے ہاتھ تو محروم ہیں
 نام ہی اپنی سیاہی و درازی کا نہ لے



غیر ممکن ہے ہوا گلی محبت میں جوش
 تجھ کو شمشاد جو پیر وہ گل رعنا دیکھے



بختِ دوغ میں جو کچھ ہو تری فرقت کیا ہے
 صاف کثرت ہی میں کہلجائے کہ وحدت کیا ہے
 ہے قناعت مرے قابو میں تو عسرت کیا ہے
 مجھے جو پوچھ رہے ہیں تری حالت کیا ہے
 تنے گستاخ کیا ہے مری جرأت کیا ہے
 نہ کہلایا پر اندازِ طبیعت کیا ہے
 نقدِ ہمت ہے مرے پاس تو دولت کیا ہے

ہے حقیقت تمے دیدار کی جنت کیا ہے
 سمجھے انسان اگر اپنی حقیقت کیا ہے
 لے فلک تیری عداوت کی حقیقت کیا ہے
 انیسے پوچھے کوئی کتنے یہ بری گت کردی
 پا کے تنہا جو مرے وصلے بڑھ جاتے ہیں
 عشق کی مینے روش سب سے نرالی رکھی
 قابلیتِ مری عزت کے لیے ہے کافی

کو نسی دِل کے سنبھلنے کی نکالوں صورت
 عشق میں جان گنوا کر بھی نہیں یہ کہلتا
 مجھ سیاہ کار کو ہو قرب تو یہ کیا ہے بعید
 ہے ترے نام کے رٹنے کا وسیلہ اچھا
 ہو شیری ہے کہ اپنا نذر آئے خیال
 لوگ کہتے ہیں عبت کرتے ہو عزت برباد
 آئینہ دیکھے ترے گالوں میں اپنی صورت
 سینے سن لی تری اب میری بھی سن لے ناخ
 دل میں سوراخ جگر چھنکے ہے سارا چھانی
 یاس امید کے جھگمک میں سحر کا کہہ کا
 چشم باطن کا یہ آیا ہے نظر باز و سنسے
 فتنہ قامت دلدار کو ہے یہ دعوسے
 مجھ کو کونین کی راحت سے نہیں کچھ مطلب
 اپنی ہی شکل میں پاتا ہوں کس کا جلوہ
 اسے فلک اسکے ہیں اک کونے میں کونین کے غم
 اسکے ہر بچ میں ہے لذت راحت دل کی
 کج ادائیگی کی ادا کیوں ہوا میں کا مل

یہ تو کہلتا ہی نہیں باعثِ وحشت کیا ہے
 موت کیا شے ہے حقیقت میں محبت کیا ہے
 بہ بخشش تری رحمت ہے عبادت کیا ہے
 کیا کہوں اسکے سوا میں مری لکنت کیا ہے
 حب لفظی کے سوا یا رسے غفلت کیا ہے
 میں سمجھتا ہی نہیں عشق میں ذلت کیا ہے
 میں اگر دیکھوں تو اس میں تجھے حیرت کیا ہے
 ذلت عشق سلامت ہے تو عزت کیا ہے
 ناوک ناز سے سینے میں سلامت کیا ہے
 نام خلوت کا ہے دراصل یہ خلوت کیا ہے
 حسن سیرت ہی عجب چیز ہے صورت کیا ہے
 ہم قیامت میں دکھا دینے کی قیامت کیا ہے
 تم ہون خوش اسکے سوا خوبی قسمت کیا ہے
 یہی دیدار ہے بس در زیارت کیا ہے
 دل شوریدہ کے آگے ترے وسعت کیا ہے
 تلخ عشق میں کیا جانے حلاوت کیا ہے
 دلبر اس سے نہیں واقف کہ موت کیا ہے



شکل اوس گل نے بلا عذر دکھا دی شمشاد
 نقد دل دینے میں اب آپ کو حجت کیا ہے



وصل کی جب ل میں ٹھانی جائیگی
جائیگی آخر جو انی جائے گی
دلکورتا ہوں تو ہنس کر کہتے ہیں
میری تیری عیش سے ہو گی بسر
نخت دل آنسو بہا یا بجائیں گے
آئیں گے جب آپ کا سن تمیز
ہاتھ آئے گا درمقصود بھی
نخت دل آنکھوں میں آتے ہیں تو آئیں
ہم نہ آئیں گے کسی دن راہ پر
لب پر آئے گا بیان سوز دل
ٹھنڈی سانس پینے کیوں بڑھ چلیں
نقد دل جہنم گنوا آئے ہیں ہم
رونے سے مانا نکل جائے بطرس
ہوش اور جائیں گے وقت عرجال
لاکھ سمجھاؤں نہین میں اونچ نیچ
عاشق ابرو کی گردن کاٹ کے

آپ کی سب لن ترانی جائیگی
دل کی پھر کچھ بھی نہ مانی جائیگی
کب تمہارے نوحہ خوانی جائیگی
جب لون کی بدگمانی جائیگی
اب غمون کی میہمانی جائیگی
شہرت راز نہانی جائیگی
خاک جب گلیوں کی چھانی جائیگی
آنسو دن کی کب وانی جائیگی
ناصحوں کی جانفشانی جائیگی
میری ساری ترزبانی جائیگی
آہوں کی آتش فشانی جائیگی
خاک اوس کوچہ کی چھانی جائیگی
داغ دل کی کب نشانی جائیگی
ساتھ ہی سب خوش بانی جائیگی
ایک بھی میری نہ مانی جائیگی
روز کسپر تیغ تانی جائیگی

اٹھتے ہی شمشاد کے بولادہ گل
کیا بہار شرعاً انی جائے گی

راگن سب گلفشانی جائیگی

جب کسی کی بات چھانی جائیگی

بات ناصح کی جو چھانی جائیگی
 میری الفت تسے چھپنے کی نہیں
 جب کرین گے عاشقوں کا وہ گلہ
 عشق میں عشرت نہیں ممکن کبھی
 وصل سے انکار کرتے ہیں کرین
 ہاتھ پیری میں جو نچلے بھی رہیں
 وہ کم کستے ہیں میرے قتل پر
 ہوگی جب زور آزمائی عشق سے
 معصیت پر تل گئے اہل زمین
 کیجیے گایا دیر سے بند کو
 اونکے قانون تک نہ پہنچے گی کبھی
 ہونگی تکلیفیں ہزاروں آشکار
 صبح پیری خندہ زن ہونی کو ہے

ایک بھی اوسکی نہ مانی جائیگی
 قانون کا قانون یہ کہانی جائیگی
 میری الفت ساتھ سانی جائیگی
 غم میں ساری زندگانی جائیگی
 آپ اونی بے دہانی جائیگی
 کب زبانی چھیڑ خانی جائیگی
 راٹھان کب غیب دانی جائیگی
 سب ہماری ناتوانی جائیگی
 کیا بلائے آسمانی جائیگی
 آپکی جب یہ جوانی جائیگی
 تافلاک میری کہانی جائیگی
 منہ چھپا کر جب جوانی جائیگی
 عمر کی اب شب روانی جائیگی

قتل شمشاد حزمین کے ساتھ ہی
 خوش قد و نکلی سرگرائی جائیگی

یہ لیے پھر قیامت تک اوس محل سے نکلے گی
 گرہ جب پڑ گئی دل میں بڑی مشکل سے نکلے گی
 امید ناتوان کب یاس کی منزل سے نکلے گی
 ندامت کہوئے گہونگت سی حاصل سے نکلے گی

تھامے دل میں بیٹھے گی جو میرے دل سے نکلے گی
 جو نکلے گی تو میری روح بن کر دے نکلے گی
 نہیں کوئی تمنا میرے ٹوٹے دل سے نکلے گی
 نہ کلین گے وہ اپنے گھر سے بے تاثیر قانون پر

وہ اپنا منہ چھپائیں گے مگر میری تسلی کو
 نہ خالی جائے گا میرے نگاہ یاس کا خنجر
 دم بسمل بھی وہ یاس دب لٹو ظاہر یوں گا
 ہزاروں ہوش اڑا لیجائیگی وہ ایک شعلین
 تمنا دید قاتل کی جو لیجاتی ہے قاتل میں
 وہ آہو چشم خال لب جو آئینہ میں کیے گا
 ریاضت گوشہ گیری کی جو خارجہ غفلت ہی
 کرینگے اہل زندان حسرت آئین تون مام
 تمنا دید جانان کی جو دل میں غلوت آرا ہے
 دیا ہے جسے نقد عشق مجھ کو جس حسن و نگو
 سمجھ رکھنا ابھی گر جائے گا اونکی نگاہوں سے
 کنار بحر وحدت پر نیکوین آکے دم لیلین
 تسلیم خم رکھنے میں ہے امید کی صورت
 بسا تھا جامہ ہستی مرا جس میں پس مردن
 جنمیں دیکھا اونہیں متلج اپنے آپ سے پایا
 نہ سمجھا مدعی افسوس مجھ پر رشک بجا بین
 تجھے لازم ہے تسلیم و رضا وہ صفا کہتے ہیں
 رہے بے لوث جو شیراہو اس کی تائے عالم کا
 اطاعت کا عمل اپنے سیانے دل سے سکھونگا

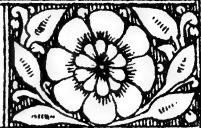
ضیائے حسن جب بکر پردہِ عالم سے نکلے گی
 اجل بھی ہو کے بسمل کو چہ قاتل سے نکلے گی
 صدائے آفرین بے ساختہ قاتل سے نکلے گی
 کیسی آہ جب تیری بھری محفل سے نکلے گی
 نگاہ یاس بنکر دیدہ بسمل سے نکلے گی
 یقیناً نکلتے مشکِ خن اوس تل سے نکلے گی
 پری بنکر ہی ہر تربت کامل سے نکلے گی
 مری روح حزن جب قید آب گل سے نکلے گی
 سرِ محشر بڑے مجمع میں اوس منزل سے نکلے گی
 مری حاجت جو نکلے گی اوسی باذل سے نکلے گی
 سولی شکل اگر کچھ صورت سائل سے نکلے گی
 ہماری عمر کی کشتی اسی ساحل سے نکلے گی
 کیسی آرزو کب بحثِ لاطائف سے نکلے گی
 وہی بوے محبت میرے آجے گل سے نکلے گی
 تمنائے دلی اب کیا کسی باذل سے نکلے گی
 ہمیشہ بے مرادی دعویٰ باطل سے نکلے گی
 نہ دلی آرزو تکرارِ لا حاصل سے نکلے گی
 دلی حاجت نہ اخلاص غرضِ شمل سے نکلے گی
 جو حاجت میری نکلے گی اسی عامل سے نکلے گی

ہوس بکرنہ میری آرزو اب اسے نکلی گی
نہیں نکلی گی رسم بد مگر جاہل سے نکلی گی

تسا آگئی بکرا رہے گی اپنی منزل میں
ترقی جہل کے ہمراہ ہوتی ہے برائی میں



غزل کنا ہے سہل تمنغ شمشاد یہ سمجھو
اداے شاعری اس طرح میں شکل سے نکلی گی



ہے غذا انکی جگر وہ بھی دو اسے پہلے
جان دیدیتے ہیں مفت اپنی قضا سے پہلے
قل کرتے ہیں جو وہ تیغ ادا سے پہلے
جامہ تن کو کیا چاک قبا سے پہلے
وہ خطا بخش ہیں مجرم کی خطا سے پہلے
دیکھو ایک نظر مجھ کو ادا سے پہلے
لائے ڈھب پر او سے تسلیم و رضا سے پہلے
چاہیے رہا کسی پردہ کشا سے پہلے
چر کے دیتے ہیں او سے تیغ ادا سے پہلے
نہ فنا ہو کبھی اسباب بقا سے پہلے
اتجا تیرے لیے کرتے خدا سے پہلے
جسے خرمندہ کیا ہے کف پا سے پہلے
تنگ کرتے ہیں وہی شرم و حیل سے پہلے
گلہ کرتا ہے اثر کا وہ دعا سے پہلے
کچھ تو آثار بقا چھوڑ فنا سے پہلے

خون لپیتے ہیں عشاق غذا سے پہلے
عشق میں پھنستے ہیں نشو و نما سے پہلے
کرتے ہیں آپ ہی اعجاز نظر سے زندہ
کیون نہوتا مری وحشت کا زمانہ قاتل
میں سیہ کار ہوں اس تیغ تو کیا پرواہ ہے
جان لیتے ہو اگر میری مجھے عذر نہیں
میرے ماند جو کرنا ہو کسی پر قبضہ
روئے مقصود کا نظارہ اگر ہے منظور
قتل کرنا جسے منظور او نہیں ہوتا ہے
رکے انسان اگر اپنی حقیقت کی خبر
سچ تو ہے اسے بت مغرور نہ سو جاہلو
اد سکے چہرے کے مقابل میرے تابان کیا ہو
شوخیان جنکی شب وصل میں لکھو مرغوب
ایکونکر او سب کی تمنا میں خدا سے کرتا
نہ سہی عشق حقیقی تو مجازی ہی سہی

شرم کی بات ہے ہم تم ہوں ہر شرفِ فوق
روئے مقصد کی رسائی کی ہے یہ چل متین
قتل کرے مجھے پھر ہاتھوں میں ملنا مندی
جب یہ معلوم وہ کرتے ہیں خلاف خواہش
کیون نہ اونکے ستم و جور بھی تین عین کرم
اے مسیحا ترے قربان مری جان عزیز
دولتِ حسن کی کیا مانگے کوئی تھے کوۃ
شربت دید سے تسکین جگر ہے لازم
کلشنِ دل میں کھلے کیا کوئی عشرت کی کلی

فیصلہ کر لو یہیں روزِ جزا سے پہلے
دلو او لہاؤ کنی نعتِ دو تا سے پہلے
استرا چھا ہے یہ شمعِ شمعِ خناس سے پہلے
ہم طلبگارِ جفا ہوں گے وفاس سے پہلے
کرتے ہیں وہ نظرِ لطیفِ جفا سے پہلے
ملکِ الموت کی آمد ہے شفا سے پہلے
لا کلمہِ احسان جتاتے ہو عطا سے پہلے
تیرے بیمارِ محبت کو دو اسے پہلے
آندھیاں آتی ہیں ہر روز صبا سے پہلے



خونِ روائی ہے شمشاد کو او کی فرقت
پودے مرجھا گئے جو نشو و نما سے پہلے

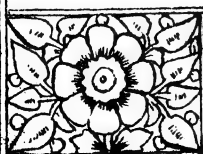


آج خورشیدِ فلک کیون صبح سے روپوش ہے
دو دہل کیا ساغورِ شید کا سرِ پوش ہے
یار سے غفلت رہ گئی جب تک اپنا ہوش ہے
اور جو افصح ہے اکلم سے سوا خاموش ہے
تو نہ اوٹا بتا کے مٹی کھوین م ہے ہوش ہے
ہوش کا پتلا سہی لیکن بڑا بیہوش ہے
مجھ کو بیہوشی میں بھی ایجاں اتنا ہوش ہے
یہ نہ پوچھا میرے حق میں نیش یا نوش ہے

اے بہارِ روئے جانان کیا وہ میا ہوش ہے
روزِ غم کیون روشنی سے تیرگی ہمدوش ہے
خوش نصیبی سے جو مجھے بخود ہی ہمدوش ہے
بہرِ بانی کج بیانی کا سرِ ہوش ہے
گو نہیں ہے جانِ تن میں سب ہیں بیدارِ سج
بخود ہی کی جسکے دل میں کچھ نہ کچھ لذت نہیں
تیرے زانو پر جو سر ہے تیور وں پر ہے گاہ
جو دیا قدرت نے میں نے بے تکلف لے لیا

یہ مری تقدیر کی خوبی ہے مین محمود ہوں
 ہاے ساقی نے یہ کھل کر میری باری لڑی
 آسمانوں کو لیے پھرتا ہے جو شکل حباب
 خون کا دریا جو آنکھوں سے بہے کچھ بھی نہیں
 شعلہ وحشت ہوں عریانی تن میرا لیا س
 ساغ و مینا سب و خم مین کیا کرتا تیسر
 مین ہی کل تک مستی پا کمال ناز تھا
 کم نہیں تریاق اکبر سے مجھے افضال یار
 وائے غفلت وینوالون کو نہیں اس کی خبر
 کس مجھے شے سے فے کوئی کف یا کی کشال
 ایک دن تو بے سے بھی بلجائیگی پوری مدد
 ضبط سے ہونے لگا میلے دل کیون پاش پاش
 درد ہجران کی شب وصل آگئی کیا دل کو یاد
 تقدیر تو ہے چکا ایمان کی اب فکر کیا
 میکہ سے پر جہوم کے بادل نہیں لے مین
 بعد مردن بھی جو ہے اوز کا تصور سا تھ سا تھ

میکہ سے مین ہر طرف اواز نو شا نوش ہے
 ایک ساغ اسکو کیا دون یہ تو دریا نوش ہے
 میری دریا بار آنکھوں کا یہ ادنیٰ جوش ہے
 بادہ تہ مجست کا یہ ادنے جوش ہے
 گرد کو سے ہیرادی و سکا بالاپوش ہے
 آج مست بادہ وحدت ترائی نوش ہے
 اور میرا ہی جنازہ آج دو شادوش ہے
 نیش دشمن بھی مرے حق مین بر نوش ہے
 بہر طفل شک حلقہ آنکھ کا آغوش ہے
 چاند سورج سے کہیں بڑھ کر تری پاوش ہے
 اسے نہ امت تو گنا ہونگی اگر ہمدوش ہے
 عشق چشم مست ہے یا بادہ پر جوش ہے
 شام ہی سے مثل شمع صبح کیون خاموش ہے
 اسے بت کا فتر اداں سخت ناحق کوش ہے
 دامن رحمت کسید کا ذیل عصیان پوش ہے
 راحت جاوید تولے گور کی آغوش ہے



جلد اسے شمشاد پڑھ دو تم بھی اپنے شعر تر
 ایک گل اندام سننے کو سراپا گوش ہے



قصیدہ در تہذیبِ جشنِ مسند نشینی نواب محی الدین حسین صاحب
 بہادر والی ریاست گھگڑا ضلع پورنیہ دام اقبالہ
 حسب فرمائش مولوی محمد قادر بخش صاحب سہرائی

بہل جاہ و عشرت سے ہوئی نہ لذتِ خواہی
 خرامِ ناز میں مسرت مثل کبک کساری
 کوئی عقدہ نہیں جو جسکے صل میں کوئی دشواری
 نہ واژوں بخت ہے کوئی نہ باقی ہے نگو ساری
 ہوئے ہیں خود دل سے معنی لفظ گنگا رسی
 نہیں کرتی ہے چشم عاشق بہل بھی خوباری
 کسی پر آجکل فرقت کی راتیں بھی نہیں بہاری
 ہوئی ہے خوابِ راحت دیدہ نگہ نرسِ پیاری
 نہیں معشوق بھی عشاق سے کرتے ہیں عیاری
 مسرت ہو کہ ہر چھوٹے بڑے کے دل میں ساری
 دغا بازی سے ہم پہلو گئی دنیا سے مکاری
 بنا ہے مرہم زنگار گویا چرخ زنگاری
 جو ظالم ہیں انہیں بھی ظلم میں سخت دشواری
 فلک بھی بھول بیٹھا ایک بیک طرزِ ستمکاری

کچھ ایسا جوش رہے آج فضلِ حمت باری
 جسے دیکھو وہ ہے مصروفِ عیش و عشرتِ شادی
 عملِ عالم میں آسانی کا ہے چاروں طرف ایسا
 نہیں آثا زکات کی ہین بختی کے عالم میں
 نہیں ہے ترکِ جرم و خطا کا دہرین کوئی
 سنے ہیں ایسے آثارِ الم یک بخت دنیا سے
 سبک ہو رہی ہیں ساری تکلیفیں بنانے سے
 جسکے دیکھو وہ مسرت بادہ آرام و تسکین ہو
 یہاں تک استی نے کج روی کو دی ہے عالم سے
 اگر ہر ذرہ ہے پران تو رخشان مہر و خندان
 ہوئی ہیں دونوں گم ایسی کہ یہ معلوم ہوتا ہے
 جبراحت کے عوض دیتا ہے جہتِ تفکار و نگو
 ستم کا نقش ایسا مٹ گیا ہستی کے صفحے سے
 زمانہ کج روی کی چال سے مطلق نہیں واقف

کہا دل نے ہے جشن او سکا ستم سے جسکو بیزاری
یہ ہے مسند نشینی او سکی جسکی ہے یہ تیزی
ابا جڈا رہا ہے اس سے دریا فیض کا جاری
نہ تھی داد و دہش سے نسل ہی سکی کبھی عاری
برستی تھی ہمیشہ اسکے گھر پر رحمت باری
بخیر نواب نام او نکا نہ لیتا کوئی درباری
جناب عالی اسکے مادی جد کی عبادی
سے تھے سیکھو دن انکو خطا خاص سرکاری
اکین سب نے کیا کنایاں ہیں جتنے درباری

مجھے حیرت تھی کیوں عالم کا ایسا ناک بدلاؤ
محی الدین حسین ان کا ہے نام پاک باشرت
ایسران امیر اسکو سنا ہے میں آدم تک
ہنرمندوں کا جگھٹ اسکے گھر میں تھا ہمیشہ سے
برابر اہل جوہر خوشہ چین تھے اسکے خرمن سے
عطا نام پیدر تھا جو سراپا جو خوشش تھے
جناب شہر بانو مان جناب عائشہ نانی
رہی ہے مرشد آباد اور اس سے منزوں آگے
مخاطب کر کے اسکو اب میں اک مطلع سنا تاچوں

مطلع دوم

نخل ہے ایرنیشان کیھکھ تیری کمر باری
سخی ابن سخی تو کف سے دریا فیض کا جاری
تری غفلت کے آگے ہے نخل کسر کی ہشای
جہاندار آپ کہتے ہیں تو ہے فخر جہاندار
سخاوت کی یہاں تک نے کر دی گرم بازاری
تراہر کار دنیا بھی لیے ہے شان دینداری
تجھی پر ختم جمشیدی و دار الی سپہداری
کیسے لب تک آتا ہی نہیں لب نغظ ناداری
ابد تک غیر ممکن ہے کوان نکلے کوئی کماری

تو وہ ایر کرم ہے تجھے دریا فیض کا جاری
ترا بڈل و کرم ہے معنی حاتم سے کہیں بڑ بکر
عدالت اور بیداری تیرے ذکر ہی کیا ہے
زمانے کے رئیسوں سے تجھے نسبت نہیں کوئی
چھپا ہے گورین افسردہ خاطر ہو کے حاتم بھی
ترا جو فصل ہے وہ ہے نمونہ حق پرستی کا
ترے عیش و حکومت کا تہور کا کمان ثانی
ترنجی بخشش سے عالم اسقدر آسودہ خاطر ہے
زمین شور سن لے شوہا اگر شیرین زبانی کا

ترے خوف اور دہشت سے غریبوں کے مکانوں میں
 اگر تیرے غضب کا واسطہ پورا اشارہ ہو
 غریبوں اور امیروں کو جو ہے ان کا حاصل
 جسے خورشید عالم سوز گردوں لوگ کہتے ہیں
 تری دہشت میں خواب جب گردن باقی ہے
 اگر آئے تری تیغ روان مشک کشتائی پر
 مصاحب تیرے ایسے خوبصورت حسن کے پتلے
 پھر اوپر جوش میں آکر مضائقہ جسے کہتے ہیں
 سپاہی فوج میں بھرتی کیے کس شان کے تو نے
 جناب میز راخان بہادر سر پرست ایسے
 یہ دونوں خوش ہیں اُم ترے سزا و ثروت
 معین الدین حسین ایسا ملا ہے قوت بازو
 معین حق یہ تیرے کام سب حق اس رضی حق
 ریاست تیری کھڑا گو بظاہر ہے پورے میں
 ترے دربار میں ممکن نہیں مجبور ہو کوئی
 تری مسند نشینی کا جو یہ دربار عالی ہے
 گلستان ارم کا صاف سب کو طاعت آتا ہے
 کیے جیشید نے جشن مسرت لاکھوں ہی لیکن
 یہ سب کے سب دعا گو یان میں بارے کے

جسے کہتے ہیں مساری وہ خود کرتی ہے مساری
 تو معماری کرے اگر عدو کی خانہ مساری
 تراہی پاسبان عدل کرتا ہے خبر داری
 ترے غیظ و غضب کی اوڑھنی ہے ایک جنگاری
 رگ جان سے خون کی چھتی ہے بچکاری
 گرائی نزع کی دشمن کے حق میں ہو بسکساری
 فداجیر دل و جان سے پرزادان فرخاری
 تری صورت کے ہم صف تری سیرت بھی پیاری
 ہر اک جرأت میں جا پانی تو مندی میں قندہاری
 گرین نواب بیگم کی طرح تیری نگہداری
 کرے شادان کو تیری عزت کمین کی گرائی
 ثنا گو جسکے ایرانی و تورانی و بلغاری
 جو ناحق پر ہے اسکے ہاتھ سے ہے اس میں فراری
 مگر آفاق سے باہر ہے اوسکی چار دیواری
 ہیشہ نشہ عشرت سہو نکی آنکھوں پر طاری
 سلامی میں ہیں رومی اور جہنی اور تاتاری
 ہوئی ہے تیرے قصر جشن میں کچھ ایسی گلکاری
 یہ محفل دس نے کب کبھی میان خواب بیداری
 فقیہ مفتی و قاضی و صوفی حافظ و قاری

مجھے بھولی نہیں اونکی ذرا بھی نفرت گفتماری
یہ فرماتے تھے تجھ پر ہے مرا حق نکلواری
مرے دل پر منقش ہے تر نقش وفاداری
سبک خیزی تری ہوگی مرے حق میں گر بناوی
سعادت مندی بیٹے باپ کی کرتے ہیں مختاری
روا ہے اون کے حق میں مردم آزار جی کھاری
تری تلوار کو جائز ترے دشمن کی خونخواری

ترے والد کا میں بھی جان نثار خاص و مخلص ہوں
وہ خوش پہنتے تھے مجھے مجھ کو بھی ادب پر ہر وسالتا
تری تنخواہ کی آدھی تری پنشن کرونگا میں
مگر اٹھا رہا ہوں سال آنے سے تو اپنی خدمت کا
مجھے امید ہے یہ وعدہ پورا تجھ سے ہونا ہے
عداوت سے یطین آنکھیں جو تجھ پر ہو جائیں
کسی بے جرم کی گردن زنی جب تک ہو نا جائے

ہو انخواہان دولت جاہ و عزت مناسب پر
بداندیشوں کی قسمت میں ہمیشہ ذلت خواری

متفرقات

رقعہ نوید کاح

حکم تزدوج کج فانی کجوا جبکا
تا نہو دورہ تو والد سست
مہر و تعدیل و شاہدین سے کی
حکم میں اوس کے سب ہیں ضم بزم
جنے من سنٹی سے کی تفہیم
ایک سے ایک فضل میں یکتا
نام سے جگے رونق اسلام

ایسے یکتا کی حمد ہے زیبا
چار تک کر دیے نکاح درست
کیا ہی حکمت ہے دیکھو شرط اوسکی
منع رہبانیت اوس کا حکم
لائق نعت وہ رسول کریم
آل و اصحاب جسکے بے ہمتا
سب کے سب قابلِ درود و سلام

بعد اسکے مرا ہے یہ مقصود
مولوی محمد محسن
عقد کی اونکے محفل سے یارو
اپنے خادم کو آکے یوسف پور
اور پچیسویں کو لیکے برات
ہو کے اس کارِ خیر میں شامل
لمتس ہے محمد صادق

ہے بھتیجا مرا جو صاحبِ جود
مرحہ حسن ظاہر و باطن
ہو گی چو بیسویں محرم کو
ماہِ حشر کھا کے کیجیے سرور
چلیے بازید پور سے حضرات
اس وفا کیش کا بڑا بیٹے دل
آپ کی مہر و لطف کے لائق

ایضاً

لمتس اب ہے بندہ ناچیز
دو بھتیجے ہیں میرے یا ہنے کو
لیکے چلیے برات بی بی پور
شبِ بستی و ششِ رجبِ نخست
قبل سے آئیے سکندر پور
تھوڑی تکلیف آپ فرمائیں
ہوں اجا کہ ہوں عزیز و قریب

سب کا خادم محمد عبد عزیز
نور عینین و احمد خوشخو
احمد اللہ کے گھر بعیش و سرور
ہو گئی ہے پئے نکاح درست
اپنے طالب کو کیجیے سرور
میرے گھر آپ کے قدم آئیں
سب سے امید شرکت تقریب

شعری برائے مسجد جناب حاجی قادر بخش مرحوم

مسجدِ مقبول یزدان ہے یہی
اسکے بانی شیخ قادر بخش حاج

قبلہ ار باپ ایمان ہے یہی
تھامراج اونکے کائنات امتزاج

چار لڑکے اونکے چارون تھے دھنی تھے بڑے اون چارون میں عبدالغنی بامروت باد فامسمان نواز اور مولے بخش حاجی تیسرے اب یہی ان صاحبون میں ہیں حیات ان کے ہاتھوں پاکلی کل انصرام کر کے ترک روزگار آئے یہاں خدمت اسکی کرتے ہیں ذوق کے ساتھ دنک جنکو دیکھ کر انسان ہیں ہیں حقیقت میں بڑے نیکو نادر تاکہ مسجد کی بڑے رونق سوا دو سنوں کا جس سے ملتا ہی تھا	چار لڑکے اونکے چارون تھے دھنی تھے وجیہ و ذی وقار و امتیاز دوسرے حاجی بخش اوغین تھے چوتھے حاجی رحمت اللہ نیکذات مرتے دم بانی کے تھی یہ ناتمام پہلے کسر پٹ میں تھے باعز و شان اور لی اسکی ولایت اپنے ہاتھ پہلے سے اب چوگئے سامان میں وقف انہوں نے کردی اسپر جائداد عمر میں انکی ترقی دے خدا قطعہ تاریخ میں کھدیا
---	--

رقعہ از جانب لوی ابو النخیر صاحب

اس جلسے میں آگے جمع ہوئے ٹھیک آٹھ بجے کرو غایت مخفل مری غیرت بچمن ہو دو گھنٹے لیٹن ہنسی خوشی میں مفتون ہو آپ کا ابو النخیر	اسے میرے عزیز دوستوں بیکجی کی ہے آج شب کو دعوت کھانے میں شریک انجمن ہو اس جلسے سے ہے میرے جی میں منون ہو آپ کا ابو النخیر
--	---

رقعہ برائے مخفل میلاد شریف منجانب حاجی رحمت اللہ صاحب

معبود ہے منعم حقیقی	معبود ہے منعم حقیقی
---------------------	---------------------

علیہ السلام ہے لڑکے ملو رقعہ طاعت تاریخ میں داخل ہے ۱۲

دی شکر سے لاکھوں کو ترقی
 پھر بھی تھے وہ محب ایسے
 شا کر نہیں کوئی اون سے بڑھ کر
 جیسے وہ آپ ویسے احباب
 ہے شکر نعم ہمیں بھی واجب
 یکے جو پھر آئے بعد مدت
 وہ شکر جو ہے کمال زیبا
 سب لوٹیں ثواب کے شامل
 احباب ہوں تھوڑی دیر یکجا
 ہو شکر گزار رحمت اللہ

فرمان ہے جسکا واشکرؤ الی
 شا کر صابر رسول اوسکے
 تھے شکر میں سب سے وہ فزون تر
 یہ دتے اونہیں کے آل اصحاب
 جب شکر میں ہیں یہ سب اتب
 بڑھ کر نہیں اس سے کوئی نعمت
 لازم ہے کروں میں شکر اسکا
 میلاد کی کروں ایک محفل
 تکلیف کریں جناب یکے
 دیکھے یہ بہار رحمت اللہ

قطعہ فرمائی شی عزیز اللہ صاحب

ایک قطعے میں کروں میں آشکار
 حاکمون کو خلق و عجز و انکسار
 صاف رکھنا اپنے سائے کار و بار
 جرم مجرم پر رسائی شمعہ وار
 پھر سفارش پر نکرنا اعتبار
 ظلم ہے پھر ظلم بھی ظلمت شعار
 مجرموں پر رحم ظلم ناگوار
 ہن حسام الدین احمد ذی وقار

جی میں آتا ہے کبھی کی بات کو
 ہے حکومت میں عجب شوار تر
 اور رشوت سے بچانا نفس کو
 بیگنہ کی بیگناہی پر عبور
 فیصلہ کرنا تعصب سے الگ
 وضع شی تا علی غیر الملک
 بیگنا ہوں کو سزا دینا ستم
 اس صفت کا ہے اگر حاکم کوئی

حُسنِ خلق و عدل میں دیکھا نہیں
 آپ میں احسان ہیں اس سے سوا
 ہر کہ وہم پر عطوفت کی نظر
 جو بلاتا آپ کو تقریب میں
 آپ کا بدخواہ پیدا ہی نہیں
 کون کا فرہے کرے جو دشمنی
 فرض و سنت مستحب سب پر عمل
 تھی مسلمانوں کو ان سے تقویت
 پیر بھائی اک جگہ ہوتے تھے جمع
 حاکم بارعب تھے اجلاس پر
 سچ تو یہ ہے با خدا ہے انکی ذات
 جاتے ہیں افسوس غازی پور سے
 گرچہ رخصت ہے مگر کچھ طول ہے
 سب جناب فضل رحمن کے مرید
 خاص تر منشی عزیز اللہ کو
 کیونکہ یہ روزانہ حاضر باش تھے
 مجھ کو بھی شمشاد پور انس تھا
 دیکھے تشریف کلاتے ہیں آپ
 یا اُتھی آئین واپس پھر بین

ڈیٹیوں میں ان سے بڑھ کر نادر
 جنگ لکھنا ہے بہت دشوار کار
 درمندی آپ کا ادنیٰ شعار
 آپ جانے میں نہ کرتے کچھ بھی عار
 خیر خواہوں کا نہیں ممکن شمار
 آپ کا ہے جب خدا سے پاک یار
 اپنے پیران طریقت پر شمار
 صرف کار خیر تھے لیل و نہار
 سب کی کرتے خدمتیں بے افتخار
 گھر میں ساری قوم کے خدمتگذار
 ان میں خلقِ احمدی ہے بے شمار
 انکی فرقت ہے سیہون پر سخت بل
 ہے اسی سے دوسٹوں کو انتشار
 خاص کر دردِ جدائی سے نزار
 مستی صحبت کا ہے پورا شمار
 اور ہمسایوں میں تھا انکا شمار
 دیکھ لیتا ہفتے میں دو تین بار
 اور ہم کرتے ہیں کب تک انتظار
 اور آمد میں ترقی یارِ غار

قطعہ تہنیت تولدِ نبیہ جنابِ معلی القاب ہزاری نسیمی ہارانی

راج ریاست ڈومراؤن دم اقبالہا

<p>زہرہ آسمان جاہ و جلال مہر جو دو سخا و بذل و نوال وہ خدا نے دیے ہیں تم میں کمال مال دنیا سے کرد و مالا مال ذی ہنر سارے راج کے عامل منتظم انتظام کی مثال فضل خالق کی ہے ایک مثال دور ریاست کا نیز اقبال دونوں میں بنے نظیر فارغ بال دونوں میں بٹ رہے ہیں منصب مال کہ وہ ہے بارِ قرض سے یا مال اس مسرت میں اوسکا ہوا کمال اونہیں ترمیم چاہیے فی الحال اب دعا پر اوتھاؤ دستِ سوال اسکا حامی ہو ایزدِ متعال ہوں ابد التیام سب سے وصال</p>	<p>راج ڈومراؤن کی مہارانی ماہ چرخ عطا و داد و دہش غیر ممکن ہے گن سکے کوئی جسکو چاہو تم ایک شائے میں کیون ترقی نور ریاست کی ہیں نیچر نیچری کی جان تبر الطاف ایزدی لاکھوں کہ خدا نے دیا نواسہ تھیں ایک ڈومراؤن دوسری ریوان دونوں میں ہر طرف ہیں جشنِ نشاط اک نظر سوئے چشمہ رحمت گھٹ گیا ہے جو کچھ وظیفہ میں چٹھیاں جو بنی ہیں بالتخصیص عرض حاجت تو ہو چکی شمشاد مثل آبا ہونا مور فرزند عمر کے ماہ و سال ہوں ان حد</p>
---	---

اسکے اعدا ہمیشہ ہوں پا مال
اسکے اقبال سے رہے خوشحال
ہر کرب کا کرے یہ استیصال
لوگ دیتے رہیں اسکی مثال
میری یہ آرزو ہے بالاجمال

جان نثار اس کے سب بلند رہیں
نانا مال اور داد مال اسکا
ہر طرب میں کرے نیا ایجاد
سرِ خلق میں حکومت میں
جو تمنا ہوا سکی بر آئے

قعر منجا بنجنا جافظ عبدالصمد حسب بند مت جناب شیخ عطاء اللہ صاحب

شگفتہ تر از روے زیبا نگار
زر گل بگلزار ہا تو دہ شد
کجی رفت از شاخِ سرو سی
دوانید در دل از ان رشتا
ز قرنائی شبِ نو ابر دمیہ
بدست اندر از خارِ قور ہا
شعاعِ مَطَرِ ^{بہار} امطر دار آب
ہمہ خاکِ خاکی چو گلزار شد
نسیم و صبار ^{بہار} را نہ راہ گرینہ
ز خار و خس ^{بہار} اینک می پاک شد
ز گل خوشتر میوہ خوش نما
نوائیکہ آرد بد لہا سرور

اَلَا اے دل و دیدہ آمد بہار
سمن سیم و خیری ز راندودہ شد
ز سنبلِ برون رفت و لیدگی
فرادیس زار شک از کشتا
بگلزار کا ^{بہار} گل رسید
قشونے ز گلہاے قرمز بیا
خنک تر ز مہتاب شد آفتاب
ہمہ سبزہ خوابیدہ بیدار شد
ز گلہا نہان شد ہمہ خاک ^{بہار} گرینہ
بہ از کوزہ گل کو خاک شد
شجر ہا ز بار ^{بہار} نہ در سجد ہا
فرارِ شجر ہا نواز ^{بہار} ن طیور

غم کمنہ یکسر فراموش کرد
کہ او نورِ جان ست پورِ سعید
ز شیرِ مہنی و میو ہائے طریقت
بہ بیش عطاء اللہ آپ ^{۱۲} زمانہ
شود دستِ پادشہ بسرِ زیر کی
کسیل ست ز اخلاص ^{۱۳} بنِ نوربان
سلام ^{۱۴} علیکم علیکم سلام

درین موسم خوش و دلم خوش کرد
بہ خطیبی شیخ عبد الوحید
روان میکم نور ہائے لطیف
بچے سان سید محمد حسن
ستایم اگر ہر دور اور مکی
پذیرائیش چشم دارم ز شان
ز عبد الصمد نامہ گیر و نظام

قطعہ

مینے پوچھا کہ کوئی اسکی دلیل
لاکھ دولاکھ کی مری تحصیل
سخت مکارہین بلا کے محیل
میری صحبت میں سرفرازِ ذیل
قابلوں سے نہیں ہر قالِ ذیل
بادہ و رقص میں نہیں نخیل
ایک پیسے سے میں نہیں بنِ کفیل
دولت بحساب کی تحویل
جنگی لڑکوں میں ہوتی ہر تبدیل
ساتھ رکھتا ہوں و نکو وقتِ حیل
اس میں ہو جاؤں گو بہت ہی ذلیل

ایک ڈپٹی یہ بوسے میں بن ریس
مجھے کہنے لگے اودھ میں ہے
کار پر داز میرے اور جلس
میں شریفوں سے دور رہتا ہوں
اُنس نوعی ہے جاہلوں سے مجھے
اچھے کاموں میں کچھ نہیں دیتا
قوم کے لوگ فاتے کرتے ہیں
جھوٹی تقریبات میں اوڑھتا ہوں
لڑکیاں جتنی ہیں مری رانی
کوٹ پتلون و خنیں بھاتا ہوں
چیز لیکر نہیں میں دیتا دام

معنوی زہر میرے وعدہ کذب
قابلِ مدح ظاہری اخلاق
دیکھتا ہوں تو شاد ہوتا ہوں
ہے شش میں بھی خاص میرا دوست
کیونہوں میری چال میں خم و بوج
لوگ کہتے ہیں اوسکو محسن کش
میں سمجھتا ہوں سبکی رائے غلط
سارے عالم سے میں ترالا ہوں
نہیں دیتا کسیکے خط کا جواب
فہم و ادراک کی ہے یہ حالت
شعر کہتا ہوں بے حساب غلط
اپنی کرتا ہوں آپ ہی تعریف

جتنے ہے روح راستی تحلیل
جستِ باطن میں بے مثال و شیل
نا بکار و غنیمت عہد ہائے جزیل
ایک دیوانہ و نجیست و کیل
ہے اوسکی صلاح میری دلیل
میرے ساتھ اوسکو دیتے ہیں شیل
کیونکہ میرا نہیں ہے کوئی عدیل
میرے مانند کب ہے کوئی محیل
چاہے کاتب ہو کوئی مردِ جلیل
جانکر باز پالتا ہوں چیل
جنہیں معنے ہوں وہ بہت ہی شیل
گو کہ بیٹھے ہوں شاعرانِ جلیل

سکے یہ داستانِ مینے کہا
تم ریاست کی جان بے تادیل

ارباعیات

ہم کیا ہیں ہماری فیلسوفی بھی کیا
موقوف کسی پر نہیں اثباتِ خدا
عالم جسے کہتے ہیں یہ یا نہ ہے
ہر حال میں اوسکو ہر وجود اور بقا

ایضاً

آخر میں کبھی لوگوں سے ملتا بھی تھا
بیمار ہوں آج کل تو اچھا بھی تھا

مانا کہ تھین حال نہیں تھا معلوم کچھ تنے کبھی کسی سے پوچھا بھی تھا

ایضاً ﴿﴾

ایسا مرضِ صعب سے مین تنگ ہوا دور روز معالج جو ہوا دانگ ہوا

صد مون سے ہوئی روح تو زار اور نقیہ کا ہیدہ بدن کوہِ گران سنگ ہوا

ایضاً ﴿﴾

میرا پسِ صحت بھی عجبِ تنگ ہوا جسے مجھے دیکھا وہ بہت تنگ ہوا

وہ جسم جو تھا دزن مین کوہِ البرز کا ہیدہ ہوا کاہ کے ہر نگ ہوا

ایضاً ﴿﴾

مخشر مین سا ہے ہونگے فتنے برپا ہو جائیگا لپٹنے عزیزوں سے جدا

کانون مین صدا آئیگی نفسی نفسی طاعون مین ان نکھونے یہ سب کیا

ایضاً ﴿﴾

کرتی ہی نہیں کام دوا اور دعا الزام نہیں چارہ گردن پر اصلا

اس تب مین جو ہر موت تو مرنا ہی سہل لیکن جو شفا ہے تو یہ تکلیف ہی کیا

ایضاً ﴿﴾

جب عمر بڑھی سمجھو کہ اب ورکھا نرے نے کین گاہ سے مارا چھا پا

مکن نہیں سوقت نہون بال سفید ہوتی ہے طوبت سے پھچھوندی پیدا

ایضاً ﴿﴾

بے شغل تھے تم ہے نہوتے تھے جدا جب شغل بڑھے بڑھے نازیبا

یا ملے ہم کھاتے تھے کھا نا ہم تم یا اب غم تنہائی و دوری ہے غذا

ایضاً

جاتے ہیں جو لندن میں کمانے دنیا
اسلام کی مطلق نہیں رکھتے پروا
میں کیا کمون ہی کتنی مسرت مجھ کو
یکے کو جو یا بند شریعت دیکھا

ایضاً

ہو سکتی ہے کہ اصل مسرت مٹی ناب
انسان کی ہے موجب نکست مٹی ناب
لندن میں نہ سمجھا کوئی یکے کے سوا
ہے اصل اصول ہر خباثت مٹی ناب

ایضاً

مکمل نہیں طالب فرارِ طلبوب
مالم کا تمام سینے دیکھا اسلوب
کتنی ہے یہی بنا سے علم ہیئت
ہے ہار یہ جاذبہ سے بالکل مغلوب

ایضاً

جنگ ہے سلطان و گداسب مٹی ناب
چیزیں ہزاروں ہی ہیں ایسی کیا اب
ہر شے سے محال تر ہے جنگا ملنا
کھوئے ہوئے دوست میں کہ کم کر ڈھاب

ایضاً

بندھتا ہے جب آنکھوں میں طلسم حیرت
کثرت ہی دکھا دیتی ہر شانِ حدت
بد شکل بھی اکثر نظر آتے ہیں حسین
رکھتے ہیں جو پیرایہ حسنِ سیرت

ایضاً

حسنِ اخلاق میں ہر کیا کچھ وقعت
صورت بھی دکھا دیتی ہر شعلِ عزت
ہر آن ہو اوسکی دلربائی میں طاق
جسمین صورت ہو اور حسنِ سیرت

ایضاً

طاہر سے پائی تھی ذرا سی فرصت
سمجھے تھے کہ آرام کی نکلی صورت
باندھے ہے جھڑی صورت چشم عشاق
اس سال کی بارش بھی ہو چکی ہو

ایضاً

بارش کی ہوئی جو حد سے زائد کثرت
رحمت نے دکھائی ہمیں شکل رحمت
تھوڑی سی تلک تھی ہمیں بڑھتے تھے نماز
اوسمیں بھی جاکش سے ہے زول رحمت

ایضاً

جتنی ہے نیجری سے مجھ کو ذلت
اوتنی ہی نیجری کو مجھے عزت
مجھ کو جو کمال سے ہے وقت حاصل
کیا مال ہو اوس فضل کے آگے دولت

ایضاً

حاصل خمین ہوتی ہے کیا کثرت
کرتے ہیں وہ کچھ حد سے زیادہ نعت
جلتے ہیں ہمیشہ خاندانی اون سے
سیج پوچھو تو دونوں کی ہے ہمیں شامت

ایضاً

دیہاتوں میں اب تک ہو کچھ اسکی عزت
شہر و زمین شرافت کی تو یہ ہو درگت
نوندی بچے غلام رائے دور گے
آقا سے ملا لیتے ہیں اپنی نسبت

ایضاً

آبا کے پاس رہ چکی ہے دولت
مجھ پر ہر عام محض اسکی صحبت
کرتے نہیں دیوستی وہ اس فحشہ سے
جو دین دلدادہ ہیں میری صورت

ایضاً

کر دی تب عرق نے مری کیا ہیئت
ہوتی ہے نظر پڑتے ہی سب کو حیرت

اب میں ہوں کہ مڑتا ہوں بڑی قسٹ

تھپاقت و قوت کو کبھی مجھ پر ناز

ایضاً

ہر لحظہ نظر آتی ہے بدتر حالت
لے تب یہ بدلدی تو نے میری صورت

کیونکر نہ سوا ہوروز میری وحشت
اجباب فحشی سے پوچھتے ہیں مجھ کو

ایضاً

زیبا ہمیں انسان کو اوسم نخوت
کیون اپنے کینہ پن کو وہ منہ شہرت

ملجائے جو کوئی اتفاقی عزت
ذی رتبہ شریفوں کو سنا کر گالی

ایضاً

واللہ نہیں یہ ناگمانی میراث
عزت تو ہے میری خاندانی میراث

ہے فضل و کمال اک پرانی میراث
کچھ فخر نہیں نیجری پر مجھ کو

ایضاً

میں کیا کروں افعال کی تپے تپے
ہے بلکہ شعائرِ صلحا کی تفضیع

میں آپ گنگارے فعل بیچ
مجھ پر نہیں بھیتی ہے عباد و ستار

ایضاً

بھراؤ مکی حمایت ہوئی کس طرح
اے واسے لباسِ علما کی تفضیع

اسلام میں داخل نہیں افعال بیچ
اوسپر زندہ و خود و عباد و ستار

ایضاً

پیدا ہیں انہیں سب مرض کے و سناخ
ہو جاتے ہیں ہڈیوں میں ان سے سوناخ

عیاشی و آتشک ہم ہیں گستاخ
جس طرح نئے بانس میں لگاتے ہیں گھن

ایضاً

نما کا قیمتی قسمت سے ہیں جو مجھ سے بعید
رکھتے ہیں مرے ملنے کا وہ شوق مزید
جو پاس ہیں وہ فیض سے بالکل محروم
یہ خوبی تقدیر بھی ہے قابل دید

ایضاً

دو چار اگر مجھ کو نہ مانیں استاد
اسکی مجھے پر وا بھی نہیں شمشاد
جنکو ہے تفاخر میری شاگردی پر
اعداد سے باہر ہے اونہیں کی تعداد

ایضاً

اے سوزنمان تجھے ہر آنسو کی نمود
تخلیل دل زار کا تجھے ہی وجود
پایا ہے تجھی سے فلسفی نے یہ راز
ہوتی ہے ہو اگر م تو کرتی ہے صعود

ایضاً

ایسے بھی زمانے میں ہیں گلی شمشاد
مفلس جو بواب کمدین ہے خانہ لاد
پوچھو جو کسی امیر کو تو کمدین
وہ تو مرے بھائی ہیں چپا کے داماد

ایضاً

تفریق مسلمانوں میں ہے وجہ فساد
اللہ کے گھر میں نہیں اسکی بنیاد
اعلیٰ ہو کہ ادنیٰ ہو کینہ کہ شریف
مسجد میں برابر ہے سہو نکی استاد

ایضاً

طاہرین کے مستقل ہیں بے شہید
مفرد دن کے حقیقین ہر حدیث میں عید
اسپر بھی جو منھ کی آئین ہر ہر نرول
ہیں گوزر شترانگے مقالاتِ بلید

ایضاً

کیون کرتے تھے ہر بات میں ہم سب گھنڈ
کچھ تو ہی بتائے اے شباب رفتہ

گویا نہ تھے انسان سراپا تھے گھنڈ
ٹوٹے ہیں کل سبابت یہ پہلے گھنڈ

ایضاً

اے میر مشاعرہ جو تم تھے بیمار
اب صفت سانس تک لینا مشکل

میں بھی دیا ساتھ تمہارا اے یار
کسطح سائون ٹکوپر زور اشعار

ایضاً

اے اہوکہ ادا رہے نزدیک کہ دور
کتبتے ہیں یہ ہے تے تبتے کے خلاف

خدمت میں کیسی نہیں کرتا میں قصور
ایسے تبتے سے میں کیونکر ہوں نفور

ایضاً

دو مرتبہ تم شہر میں آئے اے یار
لازم ہے مجھے بھی نہ ملو نہیں تے

مل لیتے جو مجھے تو نہ تھا کچھ دشوار
لیکن ہوں میں خلاق سے اپنے ناپاوار

ایضاً

کے مرتبہ تم آئے گئے غازی پور
اس شہر میں لیکن نہ ملو میں تے

دیدار سے اپنے مجھے رکھا مجبور
ہے میری مروت سے بہت ہی دور

ایضاً

اک کوچہ میں ناگاہ ہوا کل جو گذر
جو مرجع حاجات رہا مدت تک

عبرت نے دکھایا کہ یہ ہے تھر کا گھر
اوس گھر کو زمانے نے کیا ہائے گھنڈ

ایضاً

رندوں سے تم اے ناصح شفیق ہو دو

کر دینے فضیلت تمہید ہیں مجبور

کس طرح سائے اوسمین پندِ ناصح

جس سر میں بھرا ہوا عی عشرت کا نر

ایضاً

اسباب کمان کھون بتا دین غمخوار
بارش نے بنا دیا ہے سب کو چھانی

گویا کہ مرے پاس نہیں ہے کہ بار
ہر دم کی چلش سے بیٹھنا ہے دشوار

ایضاً

میں رند ہوں بدکار ہوں شیخ مگر
ہوتا ہے ہر اک کام مر می حسبِ مراد

پھر بھی ہے بڑا فضل اسی مجھ پر
یہ تیری کرمت سے کہیں ہے بڑھ کر

ایضاً

قائل ہے اس کا جسے کچھ بھی ہے شعور
مانا کہ مشکل ہے باشکالِ اتھر

بے صانع مطلق نہیں عالم کا ظہور
لیکن ہے مشکل بھی کوئی اس کا ضرور

ایضاً

اے دل کے بخاراتِ لطیف لا سرا
باقی کو جو برجوں سے گزانتے تھے

تم کوچ جو کر گئے بدن سے اکبار
لکھی کے اوڑانے میں ہیں جناچار

ایضاً

جو آپ تھے معشوق ہیں کتنے تھے پیار
امراض کا پیری میں نہیں ہر یہ سچم

اب ونگو عیادت میں بھی زندگیاں
مستی شباب کا ہے جانکاہ شمار

ایضاً

ہر چند کہینہ ہو کوئی صاحبِ زر
لوہے پر اگر چڑھا ہے کوئی سونا

ملک نہیں مٹ جائیں ذوالکے اثر
لوہے میں رہینگے وہی پہلے جو ہر

ایضاً

ہو جسکی قربت میں ذرا ننگ عار
جانبین کے قرائتیں کئی پشتوں تک
ہم اوسکو شریفونہیں نہیں کرتے شمار
گویا کہ شرافت کی یہی ہے معیار

ایضاً

کرتے ہیں جولالچ سے قربت گھنکر
کچھ بھی نہ سہی چھوٹ جاتے ہیں عزیز
پڑتی ہے ضرور کچھ مصیبت و زہر
سمجھو تو مصیبت ہے یہ سب بڑا ہر

ایضاً

تقدیر سے ملجاتی ہے دولت اکبار
لیکن انوجبتک کئی پشتوں کا امیر
عہد کے کبھی پیشے سے پکڑتی ہو ذرا
ہر کام سلیقے سے ہو یہ ہے دشوار

ایضاً

کچھ انین نہیں ہیں قابلیت کے طور
نحویز سمجھ اللہ دوسرے سید دیکھ
ام اُون کی تجاویز میں کر پورا غور
ہے درس نظامی کی بقاقت کچھ اور

ایضاً

تہنا ہوں بڑا بستر بیماری پر
آئے بھی مہینوں میں تو اکبار آئے
دور دن کے سوا کوئی نہیں یاری پر
پھٹکار ہے احباب کی دلداری پر

ایضاً

ابے تب محرق میں تے ہیں آثار
مفہوم سے لگنے کے نہ تھی جو واقف
ہمراہ سے ہیں میری گھڑیاں بیمار
ابلو سکو بھی ہو گیا ہے چلنا دشوار

ایضاً

ملکر کرو تیزی سے اگر کوئی کار
نمیشا و نظر کرو جو وقت بارش

ایضاً

طاہر سے کرتے ہیں جو نام و ذرا
مغرور الزحف ہیں یہ دل کے کپے

ایضاً

اسے فضل و کرم کی جان راما شکر
حسین اخلاق میں یہ رہتہ پایا

ایضاً

اسے ابر کرم جناب راما شکر
سیراب رہا چشمہ رحمت سے

ایضاً

کیون ان سے دل میں بڑا درد و روز
میں دیکھ رہا ہوں اپنے گھر کی حالت

ایضاً

تب میں نہیں باقی کسی لذت کی نیز
کس طرح میں کچھ کھاؤں تباہی دل جناب

ایضاً

دشمن حسد و کینہ سے ہونگے ناراض

ایک ایک کا ہوا لاکھوں کے مانند قار
ہر قطرہ نگاہ میں ہے پانی کی بار

مر جاتے ہیں انہیں بھی ہمیشہ دوچار

اسلام کے غازیوں کی انہر پھٹکار

کی تمنے کلکڑی بصد کرد و فر

ہے ختم دلوں کی بادشاہی تبیر

اے نائب حکمران ہفتم قیصر

ہیں حسین علوم کے شلے اکثر

بارش کی یہ بوندیں ہیں کثیر دلدوز

بر سے اگر دوز تو یہ ٹپکے دس و ز

بیکار ہیں اسوقت سب شیاہی عزیز

میں جھوٹ واقف ہی نہیں ہی کیا چشم

احباب ہیں کس واسطے مجھ سے ناراض

شالہ ہین اسوجہ سے رہتے ناراض

باتین نہیں آتی ہین بناوٹ کی مجھے

ایضاً

اوس قوم کی عزت کا خدا ہی حافظ

اوس قوم کی وقعت کا خدا ہی حافظ

اوس قوم کی حالت کا خدا ہی حافظ

جس قوم کا پیشوا بنے بندہ زر

ایضاً

یا بادہ مقصود سے لبریز ایاغ

حاصل جنہیں دنیا کا ہر سبب شرف و فخر

ہین خانہ آراستہ بے شمع و چراغ

لیکن جودہ رکے نہیں تنویر علوم

ایضاً

اور ادنیٰ طبیعت میں بلا کا ہر سرخ

وہ جنکو ہر اک علم میں حاصل ہر فراغ

کچھ کام نہیں دیتے ہین لالہ و درداغ

گھر جاتے ہین جب لاکھ تر و دینہ

ایضاً

سرخ بجارات سے تفسیر شفق

مشکل تو کچھ ایسی نہیں تحریر شفق

اس خاکے میں ٹھیک تریکی تصویر شفق

نوارہ خون دل مجروح نہیں

ایضاً

وہ کرتے ہین سرفسے زرق برق بق بق

ہم سمجھے کہ ملنے میں ہین کو ہر سبق

کیون آتے ہو حاکمونسے ملنے ناحق

کستا ہے ہمارا دل نازک ہے

ایضاً

کیون نذرہ و درگور رہو میں لے شوق

کیون غم میں تے جان نہیں لے شوق

کیون نہ تجھ مہم لکھو میں لے شوق

خوگر تو ہوں میں سلتہ لکھنے کا

ایضاً

ہوتے ہیں ان جب مہ خوش فیک
کوشش میں مدد جاتی ہے مہوئی لپک

ہے حسن عجب چیز نہیں اس میں شک
آتے ہیں سمندر وں کے اوپر جسم

ایضاً

دو جنس کی برتوئیں نہیں ہوتی کوک
جس طرح رگڑ کھانے سے بجلی کی چپک

یک رنگ نوئیں ہوتی کا مزا ہے بیشک
ہوتے ہیں عیان ذکر سے دل کے نوار

ایضاً

تو نے نہ کوئی رنگ جمایا ہے دل
ان روٹھو نکو تو نے نہ منیا ہے دل

سرسوں پھولی بسنت آیا ہے دل
ہمراہ شباب کے اونگین بھی گئیں

ایضاً

مانا کہ ہر اک بات کو لازم ہو دلیل
کیون اوس میں نہیں کرتے ہو جرح تو دلیل

یار و مجھے کیوں کرتے ہو ہر وقت دلیل
سنئے ہو اگر کوئی حدیث دشمن

ایضاً

سچ کیوں شمشاد تو ہو ہوا و نکال
دولت جو ہو گا ٹھٹھ میں تو سب کچھ مہال

میں کیا کہوں تے سے ناصحوں کا احوال
اس وقت حرام ساری عیش و عشرت

ایضاً

ہونے لگی ہر شے کی رطوبت تحلیل
لہروں نے بھی بھاگنے میں کڑی تحلیل

خورشید نے طرین میں جب کی تحلیل
بارش نے یکایک اٹھایا طوفان

ایضاً

اے قابلِ توبہ یہ دعا کر مقبول
ہوں فعلِ مرے سب بخلاصِ نیت

اس کی کبھی ہونینِ ذرا دل میں ملول
لوگ اس کو کرین مکر و ریا پر محمول

﴿ اَيْضًا ﴾

لکھتے ہیں مجھے اکملِ اقرانِ کامل
ہاں میری فضیلت میں جس شکستِ تاوانین

اکثر مرے شاگرد ہیں عالمِ فاضل
بے علم جو قابلِ ہیں بزمِ باطل

﴿ اَيْضًا ﴾

سمجھو جو نہیں رکھتے دماغِ مختل
ہیں صلِ فلاسفہ لطائفِ دل کے

ہر نکتے کے الہام کا دل ہی ہے محل
باقی جو مسائل میں سب پوچ و دخل

﴿ اَيْضًا ﴾

کہتے ہیں جسے شبابِ سب اہلِ مال
ظاہر ہے اوبالِ خودِ ایک آنی کیفیت

ہے نیکِ حرارتِ غریزی کا اوبال
اس پر جو ہوا اعتماد ہے خام خیال

﴿ اَيْضًا ﴾

پہلے تو رہی کثرتِ بارشِ جنجال
ہتھیا جو نہ برسی تو یہ اندھیر ہوا

اس وقت ہمارے حقِ نہیں شکی ہر وبال
کھیتی تیار ہو گئی سب پامال

﴿ اَيْضًا ﴾

ہیں قابلِ شرم سب ہمارے افعال
پانی کی شکایت ہے تو خشکی کا گلہ

کب تک ہو جرائمِ پراودھرے اہمال
اپنے نہیں دیکھتے ذرا بھی اعمال

﴿ اَيْضًا ﴾

مفسرین کہہ جاتے ہیں زیادہ خیال

ہر حال میں چلتے ہیں ذیلِ اپنی جاہل

پچھ منصب دولت کو نہیں اس میں قتل ہوتے ہیں شرافت سے شریفانہ خیال

ایضاً

کہتا ہوں نین سچ چاہے سیکو ہو مال پیشوں سے اصالت نہیں مٹی یا مال وہ قوم کے پابند نسب او نکلے صحیح مجبول النسل سے ہیں بہتر از دال

ایضاً

ہو جاتی ہے دربار رسی کی یہ دلیل ملجائے ہیں عہد بھی کبھی اس سے طویل دولت بھی وہ اکسیر ہے جس سے شمشاد ہوتی ہے شرافت سے رذالت تبدیل

ایضاً

ہوتا ہے جو تقدیر سے سفلہ خوشحال چلتا ہے زمانے سے زالی وہ چال رہتی ہے کمان یا دانائے کی فروخت ملتا ہے وراثت میں جو مرے کا مال

ایضاً

اسد کی نظر میں بھی نہیں میری مثال ہے میرے کمالات کا سبکو اقبال شمشاد تمنا ہے اگر کچھ تو یہی ابنفس کی تکمیل میں حاصل ہو کمال

ایضاً

بچھڑے ہوئے برسوں کا طبع بابم آہستہ گئے ملکہ بہت روئے ہم ہل ہل کے بے جو آنسوں کے دھارے گنگا جمن سے کم نہ تھا وہ سنگم

ایضاً

مغل کوئی شادی کی ہو یا زہر الم منہ دیکھی کیا کرتے ہیں باتین باہم شمشاد کو بجائی نہیں یہ بیچ کی چال اس واسطے سب ہتے ہیں دانسے برہم

ایضاً

بیجا نہ کرو گناہیں کبھی نہ ذم
آتا ہی نہیں بات بنانا محکو

ہو جائے اگر ایک زمانہ برہم
یہ جھوٹ نہیں یا ترے سر کی قسم

ایضاً

اور اک بشر میں متصرف وہام
تطبیق فلاسفی کی ہکو حاجت

تاویل کلام حق نہیں اس کا کام
ہے اصل فلاسفہ ہمارا اسلام

ایضاً

ہر شے میں حرارت ہے مجھے یہ تسلیم
آپ کو یکن تنزل ہے بدیہی ہے یہ امر

لیکن وہ ربی نہیں اسے عقل تسلیم
جسمین ہوتنزل نہ وہ واجب نہ قدیم

ایضاً

میں مادہ و روح کو کیوں مانوں قدیم
ترکیب کی قوت تو خدا کو حاصل

تسلیم اسے کرتی ہے کب عقل تسلیم
ایجاد میں مجبور ہے انہما میں سقیم

ایضاً

کیون جذبِ محبت سے ہوئے تم برہم
مانا کہ ہوئی آنے میں تم کو تکلیف

موتوں کشش پر ہے نظامِ عالم
لیکن دل بیتاب سے مجبور تھے ہم

ایضاً

ذلت سے سوار کھو سرِ ہضم طعام
شمشاد نہ دیکھو کبھی حسنِ آغاز

کپڑے میں نجی نیت سے مقدم آرام
ہر کام میں لازم ہے لحاظِ انجام

ایضاً

بنے ہیں شریف جب رذیل خود کام
کتے ہیں جو ہیں پیشوین اونکے ہم قوم

ایضاً

رکتے ہیں شرافت ہی کا وہ تکیہ کلام
گم کردہ نسب ہیں یہی سب نطفہ خرام

جز پردہ خاص و عام و اعلیٰ و اتم
اسے پردے کے دشمنوں کو خوب خیال

ایضاً

کس بات میں ارزاں ہیں اب تسے کم
پردہ ہی شرافت کا ہے جزو اعظم

پوچھا نہیں یاروں جو بیماری میں
میں خواب میں اونکو دیکھتا تھا شمشاد

ایضاً

کچھ فرق نہیں اب بھی میری یاری میں
جو یاد مجھے آتے تھے بیداری میں

ہمراہ مٹھائی کے کلام شیریں
دیکھو کہ لذیذ کون ہے دونوں میں

ایضاً

گویا ہے وہ ناشایہ جام شیرین
مخروط ہے اینکس کام شیرین

باطن کی بدی لائق تسطیر نہیں
پھر ہاتھ مرا چونے سے کیا حاصل

ایضاً

ظاہر بھی ذرا قابلِ توقیر نہیں
ملا نہیں واعظانین میں یہ نہیں

تنہا نہیں انسانوں کا بگڑا ہے چلن
سوچ سے تو ہو چاند کو حاصل تنویر

ایضاً

احسان فراموش ہے عالم ہمہ تن
اور اسکے چلن سے اسے لگائے گئیں

کچھ روز تھی دل میں آتش غم پہنایا

سینہ ہے رما ددل سے اب یگستان

جاوید ہے رطوبت کی ہولے محرق
کیونکر نہ سکھائے خون آہ سوزان

﴿ اَيْضًا ﴾

مجھسا نہیں کوئی کبیر و برین
اہل افلاس میں نہ صاحب زرین
ظاہر میں تو موجود ہے سب کچھ سلمان
مرجاؤں تو اک ٹکانہ نیکو گھر میں

﴿ اَيْضًا ﴾

لے شدت تب تجھے جلا جاتے ہیں
او سپر یہ جگر سوزن پاتے ہیں
جسے ہمیں نفرت وہ برابر حاضر
جنگی ہیں خواہش وہ نہیں آتے ہیں

﴿ اَيْضًا ﴾

عزت مجھے کافی ہے میان دارین
افلاس میں بجا ہے مراشیوں دشمن
دولت نہ ملیگی قابلیت ملکر
ہے حرمت ان تجھے بین الاختیار

﴿ اَيْضًا ﴾

کیون عشق میں اک قبضہ بھرتا ہوا
کیون فکر میں رہتا ہے طے نسخہ ہوا
یہ ریش یہ جُبہ یہ عامہ یہ فعل
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ

﴿ اَيْضًا ﴾

لے عشق ترے ہاتھوں سے خالق کی پناہ
تہا نہیں آنسو و سہیل جانکاہ
گرم آہوں سے ملے میری ٹھنڈی سائین
کمر سے کیے ہوئے ہیں عالم کو سیاہ

﴿ اَيْضًا ﴾

یا یاروں کے جلسے تھے ہر شام و گاہ
یا کوئی نہیں پاس بجز نالہ و آہ
کیونکر نہ کمون شدت تب میں ہر دم
معیار محبت ہے مصیبت و آہ

ایضاً

لکھنا ہی نہیں بھیدور کیا ہے یہ
کلی کی طرح اسمین اور لجنے ہیں حریص

کچھ بھی نہیں پھر بھی اک تماشا ہے یہ
جالا ملڑی کا ہے کہ دنیا ہے یہ

ایضاً

امراض میں یاروں نے نیچو یاری کی
جیل کی بھی شمشاد کی کیا تہنہ

اک درختے تنہا مری غنوار سی کی
صورت ہے گواہ صاف بیماری کی

ایضاً

کل میری عیادت کو جو تیکے آئے
ہس طرح مری مرج ہوئی ہے تازہ

گو یا کہ مرے حق میں سیحا آئے
سو کے ہوئے اعضا مرے گدرا آئے

ایضاً

انگنڈ میں الحاد کا جب چرچا ہے
پابند شریعت تھے وہاں بھی یحیٰ

ایمان بچانے کا طریقہ کیا ہے
شمشاد و صیانت کا یہی لٹکا ہے

ایضاً

ملک نہیں کہا جائیں کہیں کی گئیے
لندن میں ہے اگرچہ وہ تلوہ برس

دنیا میں کریں گے نام بیشک یحیٰ
اخلاق مجسم ہیں ابھی تک تکیا

ایضاً

روگوں نے کیا سلوک کیا ہے
پھر ضعف نے اس طرح کچھا تارا کو

ملک نہیں دو قدم بھی چلنا ہے
اپنا ہی بدن نہیں سنبھلتا ہے

ایضاً

دیتا ہے ہر اک فرد بشر شیخی کی
انسان کب ہے جسے کچھ فکر نہیں

ایضاً

ساون دیکھا بسنت ہوئی دیکھی
دیکھا تو یہ دیکھا کہ نہ دیکھا کچھ بھی

ایضاً

جب حرص کو تو حد سے بڑھا دیتا ہوں
سے شیخ جو ہے تھمیر کر امت تو یہی

ایضاً

اس مژ کو سمجھا ہوں بتا دوں کب
ہیں جس کے ارکان جو خال و خط و قوت

ایضاً

کہتا ہے کوئی اس کی نہیں ہے اچھی
مجھے جو کوئی پوچھے تو یہ کچھ بھی نہیں

ایضاً

بارش نہیں رکتی ہے ذرا ایک گھڑی
شمشاد سے پوچھتے ہیں ہنس کر گرو

ایضاً

اس سال کی بارش کے ہیں نوازائے

شمشاد میں کس کہوں اپنے جی کی
وانا ہے جسے فکر ہے بے فکری کی

ایضاً

یاروں کی چہل پھل ٹھٹھولی دیکھی
جب عمر کی کانٹھ پو لی پو لی دیکھی

ایضاً

ہر فعل تری شان گھاٹا دیتا ہے
احباب کو آپس میں لڑا دیتا ہے

ایضاً

اک شیخ کو دل مینے دیا ہے جسے
ہیں عشق کے اسباب جدا ان سے

ایضاً

کہتا ہے کوئی شکل ہے بھولی بھولی
جو دل میں اور تر جائے اٹھتے تو وہی

ایضاً

میں کیا کہوں مشکل ہے جو ہوت پڑی
عشاق کے آنسو میں کساو کی جڑی

ایضاً

آتے ہیں ملا رسنے سب کو گریے

اوس پر بھی گھروں پر ایسی سستی چھائی

کچھ جھوم کے رہ گئے تو کچھ لوٹ گئے

ایضاً

اس عشق نے جب بات کوئی بطل کی

چلتی نہیں کچھ فلسفہ کامل کی

آہوں سے ہے اخراج غموں سے ایصال

پھر بھی نہیں معتدل حرارت کی

ایضاً

جن جن کو تمنا ہے مرے ملنے کی

ہے بوج مسافت سے و نہیں مجبوری

جو پاس ہیں و نگو نہیں کچھ قدر علوم

تقدیر کی خوبی وہ یہ قسمت کی بدی

ایضاً

ہے اصل وجود ایک باقی فانی

اشکال کا ہے نام وجود ثانی

پانی سے بخار۔ ابر بوندین پھر بڑ

گلجے جو برف پھر ہے پانی پانی

ایضاً

عہدے سے جو پاتا ہے کوئی آزادی

ما تحت ہم کرتے ہیں رنج و شادی

کرتے ہیں اگر ایک پر اظہار الم

دس بائچ کو دیتے ہیں مبارکبادی

ایضاً

بیمار ہوں میں پھر بھی ستا ہے ہر مجھے

بھولنے سے نہیں شکل کھاتے ہو مجھے

رؤیا میں بھی تسکین کی کیا صورت ہے

تم خواب میں آتے ہی جگاتے ہو مجھے



تمتہ کلام جناب مولوی محمد عبدالاحد صاحب شمشاد

مقرر ہے میرے سینے میں عالم عرش و نردان کا
رقم جب صفت کرتا ہوں فروغ دے جانان کا
نیکو نہ ہو کا ہو قصر یار پر ایوان ضوان کا
نچوڑے دست و حشت تار بھی چاک گریبان کا
غضب ہے میری توبہ پر کسی عیار کا کہنا
بنا دست اجل کیوں دست حشمت جوش و مل
رقابت نے یہ سائے تفرقے آپس میں لے لیے ہیں
نمک چہر کا جو لے غنچہ دہن شور تبسم سے
کسی نادیدہ صورت کے خفائے راز لہفت میں
نہ کر تو آنسوؤں سے چاک سے لے پنجر نرگان
دہانِ خم کو کیوں چمتے ہیں فوق سے ٹانگے
فراغت و دست و حشت نے جو پائی حیرت و لرز
ملو مجھے جلاؤ غیر کو تم اپنی محفل میں
طبیعوں کے حواسِ حسہ کو جاتے ہیں غیر سے
مرا نقد روانِ قلب صدر تے ذیلِ حمت پر
برنگِ شعلہ عیانی پسند جسم سوزان تھی

مصفا دل ہے آئینہ جو تیرے رونے تابان کا
دیر چرخ دیتا ہے ورقِ مہر درخشان کا
پرستاروں پر لے زاہد ہے عالم جو رطلان کا
یہ نائق منہ چڑھاتا ہے ہمارے زخمِ خندان کا
دیا تھا پار سائی نے سبقِ یوسف کو زندان کا
رگِ جان تھی کہ دور اٹھا میرے چاک گریبان کا
مجت ہو تو ایک انجام ہے گبر و مسلمان کا
جگر کے داغوں میں عالم ہوا گلہائے خندان کا
رہا مستور نسخہ بھی علانی در دہنمان کا
غبار کو سے جانان بیرہن ہے جسم عریان کا
مگر بوسہ لیا اوسنے لبِ پان خوردہ پیکان کا
نچوڑا ایک وراسنے دامانِ بیابان کا
ابھی عالم نظر آئے تھیں سر و چراغان کا
جہان کچھ ذکر ہوتا ہے ہمارے درد و درمان کا
تن عریانِ عیسیٰ کو سی نے بار ہا ڈھانکا
نہ دیکھا منہ کسیدن میں نے دامانِ گریبان کا



کسی غنچہ دہن کے لعل لب کا صفت لکھنا ہے
تراشا ہے قلم شمشاد نے کیون شاخ مجاں کا



کہ ہر ذرہ ہے خورشید قیامت کو جانان کا
اسے فرمان حاصل تھا فقط چاک گریبان کا
نہ اوٹے گا ورق تاحشر خورشید درخشان کا
جہاں آنکھوں نے چھٹا ذکر اپنے جوش طوفان کا
جگر غیرت سے شق ہونے لگا لعل بدخشان کا
سنا تا ہوں جو قصہ و نکو اپنی شام ہجران کا
فلک سل یک شعلہ ہے وہ میرے نور ایمان کا
سنا ہے اوسنے جسے حال جہنم گوہر افشان کا
نہ اتراد و نونے خاک کہ ہماری جہنم حیران کا
حواسون میں ہے عالم موبوز زلف پریشان کا
رہا کرتا ہے ہر دم سامنا شمشیر و بیگان کا
ہر اک ذرہ ہے آئینہ تیرے حسن نمایان کا
نپایا ایک ٹکڑا میرے دامان و گریبان کا
رقیبوں کی شکایت یا گلہ ہے جو دربان کا
نہ وہ پردہ نشین بھر بھی دلچسپ سے کبھی جہان کا
محبت جب ذریعہ ہے غمخون کے ساز و سامان کا
سمجھتا حاصل انسان اگر تخلیق انسان کا

یہ ہے ادنی اثر عکس فروغ رے تابان کا
نہ کیوں عویا کروں حشمت پر اپنے جیوے امان کا
تمے گالوں کی تصویر اوسیں کہہ پڑی دست قدس نے
دہوینے لے اور اسے آنسوؤں کے اپنی سوزش سے
لب پان غورہ کی الفت میں نہ جان جو ہر نکلی
وہ کہتے ہیں اوٹھار کو اسے صبح قیامت پر
جیسے سوچ سمجھ کر پوچھا ہے وہ بیت کافر
لہو روتا ہے نیسا اس اس او سپر بڑگی غم سے
بہت تیری طرف شوق قرآن نے ملنگی باندھی
کروان کیا موشگافی وصف گیسو سے جہنم میں
پس مردن بھی عشق ابرو و مژگان سے تربت میں
نہ سوچے غیر کو پھر بھی تو بیشک اسے حیرت سے
باجت چارہ سازون نے بہت کی خاطر آج
لب عشاق پر میرے سوا کوئی اگر دیکھے
غضب کی بجلیاں میں نے گرائیں اپنے نالوں سے
نہیں ممکن کبھی میں شکن کیوں عیش و عشرت کی
نہ پڑتی پھوٹ آپس میں سہون کی ایک مت ہونی

سرِ محشر پڑی ہے اپنی اپنی سارے عالم کو
مریضِ غم ہوں یکساں حال گر رہتا دیتا
نہ میں دینا سے تنگ آیا نہ حوروں کی طلب مجھ کو
نیکال اوسکو تو اوٹھ جا نامرا البتہ ممکن ہے
جگاتی ہے حد میں کیون ٹھو کے دیکے یاد ادا نکی
تنہا میری عالم کو میں تیرا عاشقِ شیدا
نہیں معلوم لے بت تو نے کیا جا دو کیا دل پر
طبیعتِ مجتبیٰ کروں فقط اسپر نہیں قابو
اطاعت ہے مرا شیوہ مگر نیکوں کی نیکی پر

مگر میں اک سہرا پا ناز کا محو تما شا ہوں
خدا کا شکر ہے تم آگے اسوقت اچھا ہوں
تھیں پر جان دیتا ہوں تھائے غم میں رہتا ہوں
خیالِ غیر بن کر تیرے دل میں جکے بیٹھا ہوں
تہ کا منزل سے آیا ہوں ذرا سا آگے سویا ہوں
اکہن میں حسنِ زیبا ہوں اکہن میں عشقِ سوا ہوں
ستم ہے کعبہ کہتا ہے کہ میں رشکِ کلیسا ہوں
نصیحتِ ناصحِ مشفق کی سنتا ہوں تجھتا ہوں
شریروں کے مقابل میں شرارتِ گامیں پیتا ہوں



تما شائی ہوں باغِ دہر میں شمشاد و دم بھوکو
نہ دلکش چول ہوں کوئی نہ جان افکار کا ٹٹا ہوں



ایک نفع رسان گزارش

یہ نصاریٰ پریس لکھنؤ میں محض اس خیال سے جاری کیا ہے کہ عمدہ سے عمدہ فرمائشیں قبل اس میں
چھپا کر پریس کر آیکو اپنا دیوان یا اور کوئی کتاب چھپوانا ہو تو بذریعہ خط و کتابت تمام ہو کر پریس کر لیجیے
آپ کی مرضی کے موافق کام عمدہ اور جلد انجام پائے گا۔ نمونہ کیلئے یہ سب شمشاد و دم بھوکو کی گارڈیون
ایک پیش نظر ہے اور اپنے احباب کو بھی بیان کام چھپوانے کی طرف توجہ دلا کر مجھے شکریہ کا موقع دیجیے۔
محمد بکٹ انسٹر لکھنؤ فرنگی محل مالک مطبع انصاری لکھنؤ

ضمیمہ دیوان شمشاد لکھنوی

رباعیات جدید

ہو کوئی فساد کا مہی ہے بادی
انجام میں اسلام کی ہے بادی

توہین اللہ کا ہوا جو ہادی
اب جہیڑ بڑی ہے تو کینے کی نہیں

﴿﴾ ایضاً ﴿﴾

یا کفر کے فتوؤں کا منگنا کیسا
یہ مال حرام مفت کما ناکیس

اسلام میں جھگڑوں کا بڑا ناپسا
آپس میں لڑا لڑا کے لے ملاؤ

﴿﴾ ایضاً ﴿﴾

کیوں فتوے وہ لکھتے ہیں خلایق جہور
لیکن ہیں عیاں سین ہزاروں ہی فتوہ

ایجاد مسائل میں جو رکھتے ہیں شعور
مانا کہ فوائد بھی ہوں انکو یہ نہان

﴿﴾ ایضاً ﴿﴾

اب صلح کوئی چاہے تو ہونا دشوار
اسلام کے دشمنوں نے پائے ہتھیار

اسلام کے فرقوں میں بڑی تکرار
لڑا لڑ کے جو کٹے ہیں آپس میں ہم

﴿﴾ ایضاً ﴿﴾

زندوں سے ضعیفی نے کرا لی تو یہ
اوسکو نہیں بھاتی ہے یہ زوری تو یہ

کیسا پرہیز اور کیسی توبہ
شمشاد و سب کتنے ہیں بے ہوش

﴿﴾ غزلیات ﴿﴾

واہ وا اے دل شوریدہ ترا کیا کہنا
سخت نادم ہوں نہ مانا جو تمہارا کہنا

کہدیا اون سے کیلے بند جو کچھ تھا کہنا
ہائے پچھتا کے عجب ناز سے اوسکا کہنا

مان ایہ ت تو خدا کے لیے اتنا کہنا
 اس کے اخلاق حمیدہ کا بھلا کیا کہنا
 کیا کہوں اے مرے قاصد کہ تو کیا کیا کہنا
 خون پہونچاتے ہیں بھنے کو راگوں کے چٹنے
 سجدے کرتے ہیں مرے آگے بتان مغرور
 جان دیکر بھی میں جا بخش سمجھتا ہوں تھیں
 جو کسیر و زسنین آپ مرا قصہ غم
 آپ کے عشق نے کچھ ایسی بڑھائی بڑی
 پہلے ایدل و نہیں کرتو شفقت پر مائل
 سخت ضدی ہے وہ شوخ اوس سے غنیمت ہے
 راہ پر لائی تھی اونکو مری سلجھی تقریر
 تم تو دل لیکے نہ دیتے مجھے ہر دم لینے
 جب تک اس میں بت پندار کی ہے جلوہ گری
 عاشق زار ہوں میں ہے مری حالت شاہ
 مجھکو دعویٰ کہ وہ ہیں تابع فرمان عدد
 میں نے مانا کہ محبت ہے تھیں غیر سے بھی
 اپنے کشتوں سے وہ کس ناز سے یہ کہتے ہیں
 کان پر جون ہی نہیں رہینگے دیکلو شوخ
 نالچ تنگنی کا بچاتے ہو تم ایسے دلکو

باتیں کرنے میں مجھے اے مرے شیدا کہنا
 جسکی عادت ہے ہر اک شخص کو اچھا کہنا
 رحم اچھائے اونہیں حال کچھ ایسا کہنا
 اب بجا ہے مری آنکھوں کو بھی دریا کہنا
 مجھکو زیبا ہے ترا نقش کف بیا کہنا
 سمجھو اعجاز مرا تم کو مسیحا کہنا
 گوش ہوش آپ میں بنجاؤں سر ہا کہنا
 ماننا ہی نہیں دل اب تو کسی کا کہنا
 اسکے بعد اون سے کوئی حرف تمنا کہنا
 مان لیتا ہے جو میرا وہ ذرا سا کہنا
 اضطراب دل مضطر نے بگاڑا کہنا
 میں نے مانا نہ سنا میں نے کسی کا کہنا
 کعبہ دل کو مناسب ہے کلیسا کہنا
 تیری سرکار میں زیبا نہیں بجا کہنا
 اونکو یہ ناز نہیں سننے کسی کا کہنا
 پھر بھی تجھے تھیں زیبا نہیں ایسا کہنا
 نہ کروں زندہ تو مجھکو نہ مسیحا کہنا
 یہ غنیمت ہے جو سنتا ہے وہ میرا کہنا
 آج تک جسے کسی کا نہیں مانا کہنا

عمر بھر آپ نے میری نہ کبھی مانی بات | آپ کا مین نے کسی روز نہ ٹالا کتنا



ہو گئی نذر خزان الم آزادی دل



مجھ کو شمشاد نہ اب لے گل رعنا کتنا

ہزار غنچہ کھلا خندہ زن دہن نہ بنا
تو بڑ بکے بھی کبھی رخسارہ دقتن نہ بنا
غبار راہ بنا بیرہن کفن نہ بنا
زبان پا کے بھی تیرا مین ہسخن نہ بنا
تمام رات جلا شمع آبسمن نہ بنا
بنار مانے کا محسود طعنہ زن نہ بنا
ہوا وہ آخر سوزان در عدن نہ بنا
فراق یار مین ہرگز وہ جزوتن نہ بنا
وہ کوئی ڈھنگ سے میرا جو ہسخن نہ بنا
کسی کا چھالون ہر اسبند جب چین نہ بنا
تمام عمر مین اوس مین رہا وطن نہ بنا
وہ کون دل ہے جو سرتابیا محن نہ بنا
کہ خضر راہ بنا اور را ہزن نہ بنا
وہ کیا بگاڑ ترا تھا کہ بانگین نہ بنا
دہن ہوا بھی تو کیا جب وہ خندہ زن نہ بنا
شلالہ آنکھوں کا دریائے موجزن نہ بنا

اکڑ کے سرد ترا قدیر فتن نہ بنا
ہلال یار کا ابر دے پر شکن نہ بنا
تری تلاش مین مرنابھی ہو گیا مشکل
برنگ شمع نہ جل جل کے جان کو نیکر
ہماری آپ کی صحبت کے رشک نے شمن
یہ کیا بُرا ہے مری جان آپ کا عاشق
جگر کے سوز سے قطرہ جو آنکھ سے ٹپکا
گلے کے نیچے جو او ترا بھی لقمہ دقت سے
بتنگ آ کے کیا مین نے ذکر غیر شروع
مرے حسد سے بڑھائے کچھ اور اونے داغ
وفا مین تجھ سے کہیں بڑھکے ہے ترا کو پیہ
ترے ستم جو ہوئے مجھ پر اونکو سن سکے
کسی کو کوئی بتا دے سلوک لفت مین
بنا ہے سرے کا دنیا بہکے کا جل تک
چمن مین غنچے بر آشفہ ہو کے کتہ مین وہ
خفا سے عشق ہوا سدا راہ کچھ ایسا

ہزار چالین چلا پھر بھی بد چلن نہ بنا
فلک بھی ہاے مرا خرقہ کس نہ بنا

ہم ایک وضع میں بد نام ہیں مگر دشمن
ہلال اور گریبان نو ہو کیا امید

ہوئی توجہ شمشاد کس رنگینے پر
کہ دو ہی دن ہیں وہ دلار گلبدن نہ بنا

جو ہو چین میرا دل تمہارا قلب مضطرب ہو
تمہارے حق میں اچھا ہے یہی تم کو نہ باور ہو
اگر میرے نہیں ہو تم تو یہ سب خاک پتھر ہو
غضب سے سادہ پن جب کا اوست کیا نگر یو رہو
تو میں وہ صاف دل ہوں عیش ہی میرا گد ہو
تمہاری کمرشی پر میں بھی کونج بیٹھوں تو کو کد ہو
نگاہ نازبا جو چوٹ ہو وہ میرے دل پر ہو
اگر ہو عاشق کا دل حرا دلدادہ دلبر ہو
جو وہ اشک نہامت ہوں تو قطرہ قطرہ گوہر ہو
کسین تم نغز نہ بلبل کسین تم ہی گل تر ہو
کوئی خورشید نشان ہو کوئی تابندہ اختر ہو
تری تیغ ادا سے ہر تمناجب دو پیکر ہو
حسینوں میں ہو سب سوا تم اوس بڑا بکر ہو
ترا تیر نگاہ ناز مرغ جان کو شہ پسر ہو
نکر ویرانی دس لگو جو کعبہ ہو تر اکھر ہو

مرا چاہت کا جبے دو لون میں افست برابر ہو
جو دنیا پھر کے تلو کہ ہر پھر سے بھتر ہو
حسینوں میں حیران چوں یا اچھے سبک دلبر ہو
پر دے ادن میں کیوں مٹی بنا کا بس میں کو کد ہو
عدو کی گردش قیمت جو میرا دوسرا غ ہو
کسی کا مجھے جھلا کر غضب تھا ہاے یہ کہنا
جگر دل دو لون چلتی پھر بھی میری یہ تمنا ہو
نہ ہو لیگا مجھے مستی میں اوسکا ناز سے کہنا
اگر کرتے ہیں آنسو رات دن بیکرا آنکھوں سے
انہیں زیر نیگون نے ایک عالم کو کیا شیدا
جوش ست دشو یہ کار دن کی ہوشنگ نامت
نہو دشو اریو نکر او نکی گنتی اور بر آنا
جو عاشق عشق میں کامل وہ ناقص شرے آگے
تمنا ہے کہ صبح وصل تو خلد آشیان کرنے سے
کسین گے دشمن دین خانہ برانداز سب جھکو

نہیں ہے کوئی تیرا مثل میرا کون ہمسرا ہو
مری آئینہ آسادیہ سے حیران و ششدر ہو
کرو وہ کام نیکی سے تمہارا ذکر گھر گھر ہو
پتے قتل برو پر غم ابھی تیغ دو پسیر ہو
نگاہ ناز جسکی دل کے حق میں تیز نشتر ہو
بیان ہیں ظلم کی فکر میں وہاں جو کچھ میسر ہو
مرا دل پھر دو محجوب اگر وہ تم کو دہر ہو

ہو اگر تمی ہے حسن عشق میں نسبت برابر کی
ترسے گا کون میں دیکھیں اپنی صورت چاند سوچ
کیا ظلم و ستم میں نام اگر پیدا تو کیا حاصل
ترا یا ہوا سے ظالم تو بزم عیش ہو قتل
کہیں اندازہ ہو سکتا ہوا کی تکیہ نظر کا
تردین تو مظلوموں سے کچھ زائد ظلم ہیں
نرا بخت کیون کرتے ہو اوس ناز و نیکو



تجاہل سے کسی غنجہ دہن کا ہائے یہ کہنا
مرے بلبل تم ہی ہو تم ہی شمشاد سخنور ہو



مگر جب مل گئے نفرت نہیں جاتی کسی دل سے
مگر بہت قدم باہر نہیں کہتی کبھی دل سے
کہ حسرت فوٹ سی دیدہ مناک بسل سے
غموں کی فوج گونگٹ کمانے کھائی غائے دل سے
قیامت نکلتی کی یہ پہلے اپنی محل سے
ہماری ٹھنڈی سانسوں کی گرم محل سے
اوسے عاشق بنایا میں نے اپنے عشق کامل سے
ردان ہوا لکھ دیا باہر نہیں سکتا ہر ساحل سے
مجھے کیا فائدہ لے یہ بخیر تحصیل حاصل سے
نہیں راحت کی صورت دیکھتے طی منازل سے

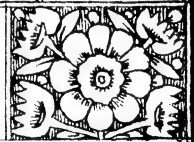
یہ سچ ہے دسے دل ملتے ہیں پہلے سخت مشکل سے
جو آیا وہ نکل جاتا ہے فوراً دست باذل سے
اکلا مقل میں شادابی جو رتی تیغ قاتل سے
اوٹھا کر گونگٹ آٹھا جو وہ بانکا مقابل سے
سری نفرت کو وہ الفت ہو مجنون کے دل سے
برنگ حسرت و شبنم ہیں خود ہی نکلو ایا
جسے تھا حسن پر غم جسے تھی چاہ سے نفرت
کہیں بھاگیں وہ میری گود خالی کر نہیں سکتے
وہ میرے میں ہیں موجود او کی جستجو کیسی
عدم سے آتے ہیں ملک فنا کا کوچ کرنا ہے

مین اولن کے حسن کے اعجاز کا قائل نہوں کو نکر
اگر عشق و ہوس میں کوئی کامل حد نہ ٹھہریگی
زمانے میں حسین خوش سیر میں جسکو سنتا ہوں
وہ بال جان عاشق ہوتے ہیں بال و دودن میں
حسینوں کی سخاوت بھی فوائد سے نہیں خالی
لوہر و کر مری آنکھیں تجھے بدنام کر دینگی
اتھائے حسن پرے عشق کا صرف اک بمانا تھا
کیا آخر کو تھے حشر برپا دیدہ و دل میں
ہجوم خلق ہے اچھا تماشا گاہ ہے مقتل
میں دیوانہ سی دیوانہ تر ٹھہرا مرانا صحیح
تری جلوہ گری ہوتی ہے جب گم کردہ ہونچ
جرا جہتا مے دل میں لبت جان بخش حاصل ہے

دکھا دیتے ہیں اپنی شکل مجھکو لاکھ منزل سے
بہشتہ جھیر دنیا میں رہیگی حق و باطل سے
ملا تا ہوں او سے پہلے تری شکل شامل سے
دل و یوانہ ادب و اجاس میں گھونگر کے سلاسل سے
وہ بوسہ یکے نقد دل لیا کرتے ہیں سائل سے
کھینچے میں نہ لے تو چٹکیاں رنگین انامل سے
جو کچھ حاصل ہوئی لذت بھی کو اپنے ہی دل سے
خبر میں پا چکا تھا پہلے ہی بیتابی دل سے
کہ قاتل ہو گیا گامائل نگاہ یاس سبل سے
وہ عالم آپ اہل ہو جو آٹھجے جا کے جاہل سے
ہماری بیخیزی رچی حواس ہوش عاقل سے
نکلتا راحت بیضاون کے گال کھل سے



تھیں شمشاد رنگین طبع شک گل سجھتا ہے
تو بیشک کسر شان و سکی ہے تشبہ عنادل سے



در مدح جناب علی القابٹ پاشا مان شنکر مشرہما جناب اور کلکٹر غازی پور



رباعی

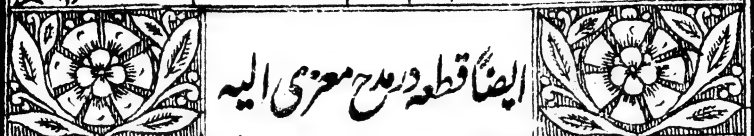


کی تینے کلکٹر ہی بصد کرد و فر
ہے ختم دون کی بادشاہی تیر

ای فضل و کرم کی جان مان شنکر
حسن اخلاق میں یہ رتبہ پایا



ای ابر کرم جناب مان شکر
سیراب رہا چشمہ رحمت تم سے
ای نائب حکمران ہستم قیصر
ہن جس من علوم کے شلے اکثر



ایضاً قطعہ درج معرزی الیہ

کون ہے جس نے جگہ سبکے دلون میں کمری
کس نے کی سلطنت ملک ولا و اخلاص
کس نے ہر فرقے کو اخلاص سے راضی کہا
ڈال دی کس نے طبائع میں بنائے الفت
کس نے جگر ڈون کو فریقین سے طے کروایا
ربط باہم کے لیے کس سے کلیب ہے قائم
کس نے تدبیر سے طے کر دیے طومار فساد
کس نے جو کام نکالا وہ نکالا ہے جبر
کس نے جگر ڈون میں فریقین کو راضی رکھا
کون ہے جس نے ہمیں قابل عزت سمجھا
اپنے ماتحتوں کی ہر کام میں کی کس نے مدد
رائگان کس نے نہ جانے دی کسی کی محنت
کس نے اس شہر کے لوگوں کو وہ عزت بخشی
کس اخلاق سے ہر شخص سمجھا ہے یہی

کسکی مشہور زمانے میں ہے تسخیر نظر
کس کے قابو میں رہا عام دلون کا لشکر
کس نے ہر قوم کو ہونے نہ دیا زبرد بر
کس نے اضداد کو آپس میں کیا شیر و شکر
یون رہا آپ کہ گویا نہ ادھر ہے نہ ادھر
کس نے تجویز کیے قوموں میں دانا لیدر
کس نے ہونے نہ دیا دفتر عزت ابر
کس نے کی لطف و محبت سے حکومت سب پر
صلح کل ہونے کے یون کس نے دکھائے جوہر
مشورے کاموں میں کس نے لیے ہم سے اکثر
اور مشکل میں بنا آپ حمایت کی سپر
اور تو قیر نہ کی کام سے اوسکی بڑھ کر
جسکی امید میں ہو چیتن بھن خاک بسر
کہ نظر انکی عنایت کی بڑی ہے ہم پر

اور مجمع میں بنایا او سے مدحت گستر
 سنیے کیا دیکھیے یہ بیٹھے ہیں راماں شکر
 یہی جاتے ہیں ہمیں چھوڑ کے زار و مضطر
 انکی تشریف بری تازہ سستم ہے ہمیر
 ہم نہ جانے دین یہ طاقت سے ہمارے باہر
 ہکو لازم ہے کہ ہم انکو نہ ہولین دم ہر
 ان کا ہر حال میں حامی ہو خدائے اکبر

کس نے شمشاد سے آزاد کو قابو میں کیا
 کس کلکڑ کی حکومت کا ہے یہ سب مذکور
 باری ان ہی کے نصرت کی ہوئی ہے قار
 ان سے امیدیں بھی ہکو بند ہی تہین لاکھون
 یہ بچاتے مگر اسپر نہیں ان کا قابو
 اب تمنا ہے تو اتنی یہ ہمیں رکھیں یاد
 ذکر خیر ان کا ہمیشہ کریں دین ان کو دعا

شنوی

درمچ جناب علی القاب پنڈت راماں شکر مشر صاحب پور

کلکڑ غازی پور

غیر ممکن اس میں ہو کچھ اختلاف
 اس سے واقف ہیں سبھی بیرو جوان
 ہاتھ آتا ہی نہیں ایسا طریق
 غصے میں انصاف کو رکھنا عزیز
 اپنی خود داری میں ہے کیسا محال
 اُس میں بھی انصاف کو رکھنا نگاہ
 راماں شکر آپ ہی کا ہے یہ کام

بات میں کہتا ہوں سچی صاف
 ہیں حکومت میں بہت شواربان
 فیصلے پر خوش ہیں دونوں فریق
 مجرم و بے جرم میں کرنا تمیز
 عزت محکوم کرنا حسب حال
 عام کی حاجت روائی حسب خواہ
 وقتیں یہ پھر بھی رہنا نیک نام

ہیں ثنا خوان کچھ شکایت ہی نہیں
مدرسوں پر کی عنایت ہے حساب
آپنے رکھی کچھ ایسی اپنی چال
آپ تنہا ہیں ہمارے ہنجال
ہے تعجب خیز کیسا ماجرا
کام کون ایسا ہے جو بی کیا
کاش رہتے آپ تھوڑے دن ہمیں
آپ جاتے ہیں بہت ہی نیک نام
ہر حکومت میں ہے اعمال نیک
زندگی بہر وقت احسان ہے آپ

ساری قومیں آپ راضی رہیں
آپ دین یکمین تو دلوں خطاب
کارنامے آپ کے لکھنا محال
ہر کسی کو یہ رہا ہر دم خیال
لطفت یہ ہر ایک پر بھی خوش رہا
اغرض جو کچھ کیا اچھا کیا
تین ابھی اسیدین ہلکا لکھدین
ہر خوشی صرف اتنی اے عالی مقام
آپ اچھے آپ کے افعال نیک
زندہ تادیر اور شادان ہے آپ

اردو زبان میں علمای فرنگی محل لکھنؤ کے قابل قدر نئے تصانیف

مولانا موصوف خزانہ مولانا حافظ حاجی محمد علی صاحب
کے استاد ہیں علم کے کوچہ میں قدم رکھنے والا کوئی ایسا
نہوگا جو ملا حسن اور ملا ولی شاعران سلم اور بحر العلوم و کلام
مولانا مفتی محمد ظہور اللہ کو نہ جانتا ہو یا ان کے علمی راج سے
واقف نہ ہو مولانا مفتی محمد رحمت اللہ جیکا قائم کیا ہوا
مدرسہ حنفیہ رحمت غازی پور میں اب تک موجود ہے مولانا
حاجی محمد فضل اللہ سابق مدرس عربی کتب خانہ کالج لکھنؤ
جسکے علاوہ اب تک ہر ملک اور مقام میں پائے جاتے ہیں

غنیہ مراد۔ جناب مولانا محمد فصیح اللہ صاحب قاف
فرنگی محلی یادگار صاحب مرحوم کا پہلا دیوان حال
میں طبع ہوا ہے شائقین کو خریداری میں جلدی کرنا چاہیے
ورنہ بچھتا نا پڑیگا۔ قیمت ۸
نعمت۔ تمام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ قدم کے قابل ہے
اب ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اس نام کی ایک کتاب
میں نہایت خوش خط عمدہ کاغذ پر طبع ہوئی ہے حسین حضرت
مولانا مفتی محمد نعمت اللہ قدس سرہ کی مستقل سوانح عمری ہے

تنویر لصیضہ فی تاملہیت ابی ضیفہ
 امام عظیم رحمہ اللہ کے ثبوت تاملہیت میں یہ ایسی
 جامع کتاب ہو کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی اسلامی
 مختلف اقوام جو کچھ دلائل عدم تاملہیت امام
 صاحب میں بیان کرتے ہیں اسکے بھی دندان شکن
 جوابات اس سالہ میں دیے گئے ہیں ترکا اہل اسلام
 کو اسکا ایک ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھنا چاہیے
 تاکہ فضل و کمال امام سے واقفیت حاصل ہے قیمت ۴
 مجموعہ۔ عمدۃ الوسائل عربی و احسن الاخصائل ترکی
 فارسی ترجمہ و جامع الاوراد ہر سہ رسالہ مصنفہ
 حضرت مولانا شاہ عبد الرزاق لکھنوی فرنگی بھلی قدس
 سرہ و افضل الشامل ترجمہ احسن الاخصائل زبان اردو
 مترجمہ نمبر ۶ مصنفہ والارشاد مع ترجمہ اردو
 مسیحی پرنسپل الرشاد یہ کتاب وظائف عاشورا
 و شب قدر اور دعاے دفع طاعون و دیباہ اور
 صلوة کسوف و خسوف و استخارہ و وظائف
 روزِ راجہ خانہ ابی صوفیہ میں لاجواب ہونا
 نظیر نہیں رکھتی۔ قیمت فی جلد ۴
 اوصاف چار بارہ و فضائل چار بارہ و تجار بارہ کا ڈنکا۔
 سینوں کے نوایا و قابل قد نظمین جو رشتوں کے طرز ہیں
 جنگے پڑھنے اور سننے سے اسلامی جو شجہ میرا ہوتا ہے
 اور عقائد مذہبی کی کامل درستی ہو جاتی ہے۔
 تینوں کتابوں کی قیمت ۴۰۰ / ہے۔

ایسے حضرات نہ تھے جنکی سوانح عمری نہایت لبسط سے
 نہ لکھی جاتی اگر آپ کو ان حضرات کے تفصیلی اقتضایہ کھٹنا
 ہوں تو اس کتاب کو فوراً منگائیے اس سوانح عمری کی
 زبان اردو اور بالکل صاف ہر علم اور علمائے فضائل
 بھی اس کتاب میں نہایت خوبی سے درج ہیں قیمت ۴
 احقاق السماع۔ اس سالہ میں غنائی تحقیق اور اسکا جو
 ثابت کیا گیا ہے اور مزید میں بھی کچھ بحث کی گئی ہے جو جانر
 میں درج ہونا چاہئیں سیکے حالات لبسط کے ساتھ لکھ میں ۱۰
 مجموعہ سہ رسالے۔ رسالہ سعد و حسن و رسالہ فواد مصنفہ
 حضرت مولانا عبد الرزاق فرنگی بھلی رسالہ آداب لیاک
 مصنفہ مولانا عبد الحق دہلوی ان تینوں رسالے میں
 نہایت کار آمد اور درج ہیں۔ قیمت ۳
 زنجانی۔ صرف کی ہمیش کتاب ہر حال میں جدید بخشی کے
 ساتھ نہایت خوش خط اور عمدہ کاغذ پر چھپی بہر قیمت ۲
 احسن القربات فی تحقیق صلوة اجمعتہ
 فی القصبات نماز جمعہ کے فضائل اس سالہ
 میں اس خوبی سے بیان کیے گئے ہیں کہ کسی
 دوسری کتاب میں شاید وہاں جس مقام پر جمعہ
 متعدد مساجد میں پڑھی جائے اور جہاں ایک
 ہی مقام پر اسکا وجوب ہو اجماع طرح تحقیق سے
 بیان کیا گیا ہو ان مقامات کی تفصیل کر دی ہے
 چنان نماز جمعہ جائز ہی نہیں ہر ضرور خریدیے
 واقعی لاجواب ہے۔ قیمت ۲

کل فرمائشیں بنام محمد برکت اللہ مالک مطبع انصاری لکھنؤ فرنگی محل انارچا سین

قطعات تالیف

قطعه سال تکمیل دیوان فاجناب نشی محمد محمود حسب حمد ۱۸۹۶ء

<p>محمد کو بہ محمود سست مشہور رفیق الدولہ بابش بحر استاد مرتب کردیوانے خوش سہلوب مصنف لائق و فائق بہر فن گوشتہ تھا وہر سال ترتیب</p>	<p>تخلص حمدی دارد بہ تمکین ز قدر اصلاح ہم بکفرت و ترنمین ہمہ اشعار نگین در د آگین کلامش قابل تعریف و تحسین زہ اشعار و الاشان رنگین</p>
--	--

قطعه ادای سال جناب مرزا جلال الدین احمد مرحوم عرف

مرزا جلال ۱۸۹۶ء

<p>میرزا بود جلال الدین نام خوبصورت ہمہ نیکو سیرت خندہ رو ماند و تبسم بر لب قابلیت بعلومش روشن در تلاوت بوظائف می ماند فرق در وضع نیاورد گے</p>	<p>عدل آباد می و انصاف پناہ آیت بود ز آیات اکہ روش بر صورت نیکوش گواہ واقفیت بہ سفید و بہ سیاہ وقت را کرد نہ بیکار تباه از رہ خویش نہ گشتہ گمراہ</p>
---	--

کرد امیرانه همه عمر بسر دستگیری اعتراف می کرد گوشه چشم بن داشت باطفت هفتمین چون زربج الاول جان طلب تقد حیاتش بر بود خلف او که سعید الدین هست گفت تاج رخ حیلش شمشاد	لیکن اندازه بی داشت نگاه و او روزینه بهر یک دلخواه در و فابود مرا اسم آگاه چارشنبه شد و هنگام بگاه تا فلک گشت روان آه برآه گفت از فرط الم و اکتباه شد سو خلد برین و الاجاه ۱۳ ۱۲ ۱۱
--	--

قطعه سال وفات جناب لوی محمد جان شاه مرحوم اکبر آبادی ۱۱۹۷ هـ

حافظ و مولوی محمد جان خواند میلاد و عظم می گفت او ستادش غلام امام شهید بهم مظفر علی ست مرشد او حیف باین همه صفات که داشت هفدهم بدز ماه ذی حجه گفت شمشاد سال رحلت او	چشتی و قادری ستودن در سیاحت نداشت کس نیشل که بهر کار بود شیخ اجل که ندیدش نبود کس نه بدل از جفا فلک نه گشت بجل پنجشنبه که در رسید اجل مقبل و عارف بهشت محل ۱۳ ۱۲ ۱۱
---	--

قطعه سال آوازه وصال هدایت علی خان مرحوم ۱۱۹۷ هـ

از جمادای اولین چو رسید	یوم انین و شب گذشت قیل
-------------------------	------------------------

<p>بود تاریخ بست و هشتم ماه بادهایت علی خان زمان سوی فردوس رنج کن قدمی گفت لبیک زمین جهان بگذشت یافت در خلد جا نگاه رفیع گفت شمشاد بهر سال جیل</p>	<p>ناگهان در رسید پیک اجل گفت بر خیز اے ستوده گل در و لای خداے عز وجل اولین گام زده بجنب زحل زانکه بد در صفات نیک کس صدر و نیکو قدم بهشت محل</p>
---	---

ایضا

<p>چون بادهایت علی خمسه خان گفت شمشاد بهر سال وفات</p>	<p>کرد در خلد اولین منزل خان جنت مکان زنده دل</p>
---	--

قطعه سال سوز و گداز وصال مولوی حکیم حافظ سید محمد حمید نشانه ۹۱۶

<p>یازده تاریخ و هنگام سحر کرد رحلت مولوی سید حمید رفته سوے گفتو بهر علاج نمیکه شاه نجابت مد فاش از فراق دائمی دلازمی در مرض هم بود پابند صلوة زورم شمشاد سال رحلتش</p>	<p>از دوشنبه هم رنج اولین عالم و حافظ طیب پاک دین هم در آنجا گشته پیوند زمین گشت از تقدیر رب العالمین اهل غازی پور را کرده غمین بل تعجب بود شغل آن متین سر بسجده ناز لی خلد برین</p>
---	--

قطعه سال هجده و وجود سرزند ممتاز علی خان ۱۹۰۰ء

ز ماه بیج دوم چون ششم شد ز کتم عدم در شبستان هستی بر مهانش پور رستم علی خان طی تنیت جمع گشتند اعزه چو شمشاد حبت ارم تاریخی او	ز برج حل مهر رخشان برآمد سعادت حرمین طفل همان برآمد بسان پدرشاد و فرحان برآمد مبارک سلامت زاینان برآمد محمد دیانت علی خان برآمد
---	---

قطعه سال صال مولانا محمد نعیم حرم ابن ابن الاین جناب بحر العلوم

مجدد لکهنوی ۱۹۰۰ء	
-------------------	--

بست و چارم از ربیع و دین کرد حلت کاسه هنگام شام علم و فضل و فقر اسر مایه مفتی یکتا فقیه لا جواب ریشک این لکهنو از ذات او صورتش تمثال زهد و اتقا در قناعت بود و سلمان وقت بادشاه ملک استغنا و فقر غیر مرصتی خدا گانے نزد	روز دوشنبه دم امیدویم نام پاکش بد محمد با نعیم ذات پاکش بود چون گل نسیم در علوم باطنی فیضش عیم طور اوج علم را یکتا کلیم مصطفی مانند در خلق عظیم با وجود فقر هم طبعش کیم غیر یا و حق نبود اورا ندیم از زمان شیر خواری بد سلیم
---	--

روح بخش انفا سطر کش چون نیم هم با سہال و بانی شد تقیم اہل حاجت در حرم آن مقیم دین پرست و وار ددار نیم ۱۸ ۳۳	جانی فراسے اہل ایمان صحبتش تا کہ یاد از خدا جسم شهید مرجع خلق ست اکنون تربتش گفت شمشاد حنین سالصال
---	---

قطعه سال ملال مرگ و فنا ی بیوقت یار محمد مرحوم رضی اللہ عنہ

بست دو دو از ماہ و دو و شنبہ ہزار شیخ علی بخش متانت شعار حیف کہ نوعمر عبد و گلغدار خلد محل نیک گہ نیک کار ۱۸ ۳۴	چون بہ جہاد اسے تختین رسید یار محمد پسر ڈاکٹر رفت ازین دار فنا سوئے خلد مصرع شمشاد بتاریخ اوست
---	---

قطعه سال وصال کان صفا جناب میر علی شاہ مہر مرحوم رضی اللہ عنہ

بست پہنچ آمدہ چون ہر قرین نہر تخلص لقبش فال بین رفتہ کو گشتند احبا حزین ماند بیک جاے معین مکیں نامدہ بیرون ز مکان آن متین غیر دو تا ز وجہ مہین و کمین زد جہاؤے متصرف برین	روز دوشنبہ ز رجب وقت شب مہر علی شاہ بہ مہر ن شہیر در مرض دہل و پچیش ز جان زیست ہمہ عمر بیک وضع کرد غیر باوقایت مقرر گئے نیست ز اولاد کسے وارثش ہست ز تصنیف کلامش کثیر
---	---

<p>نام نکونش شود بر زمین غیر مد نیست اسید چنین طرز سخن داشت عجیب نشین نیک لقادر و خلد برین</p>	<p>گر بکند جمع و در آرد پچاپ لیک درین کار مدو بایدش شاعر خوش فکر بدو با مذاق مسرح تاریخ ز شمشاد هست</p>
--	---

قطعه سال حاوی رنج وصال شیخ جبهو مرحوم بن ۹۰۰

<p>شیخ جبهو وفات کرد دران در دلش بود لذت ایمان طالب عز و شان بهر دجهان خواست تعمیر قبر بهر نشان عاقل شاد کام و خلد کان</p>	<p>بند هم شد چو از مرثوال تاجر چرم بود و دو لقمند مائل کار خیر بود مدام قدرت الله مبین را خلافتش کرد شمشاد سال فوت رقم</p>
--	--

قطعه سال میلاد نورالابصار محمد یوسف سلمه الله تعالی بن ۹۰۰

<p>نهم بود تاریخ قبل از سحر که مولود مسعود آمد بهر که با عبدمنان هست او سحر دعا کردم از خالق بحر و بر مصون دار از شوخی بد نظر بجاء محمد کنش بهر ه در</p>	<p>شب شنبه و ماه ذی الحجه را نویدے رسانید یک صبا بکاشانه حافظ و مولوی شدم شاد زین مرزوه جانفزا که یارب تو این نامبر دارا ز علم و فروجاه و طول حیات</p>
--	--

<p>سرو فتنه چو شاہد در آمد زور سفاوت نشان طفل و ملا گور</p>	<p>سال ولادت مودم چو فکر بگفتا که شمشاد بشنو بگو</p>
<p>قطعه برای دیوان نقیص جناب منشی کھنولال صاحب کلمہ بی سنہ ۱۹۰۶ء</p>	
<p>داد تر حیب نظم خود بصفہ دفتر عشق نام کرد آزا نقمت یہ نظم بدیع دہل آزا</p>	<p>منشی باوقار کھنولال ہست ہر شعر بہر دل نشتر سنہ انطباع آن شمشاد</p>
<p>قطعه آگاہی سال سالہ میراث مولوی محمد عبد العلیم صاحب سنہ ۱۹۰۶ء</p>	
<p>عجب جامع فن کتابت راشت مکمل بدان شد نصیب راشت رقم کردہ علم حساب راشت</p>	<p>نوشت ست عبد العلیم گرامی ہمین نکتہ بس بوصف کتابش پے سال تالیف شمشاد و نامی</p>
<p>قطعه نواہی تکمیل دیوان محمد عاقلین خان سنہ ۱۹۰۶ء</p>	
<p>حرف حرف ست از ان شہوار دارد آن شاعر مدح و نثار طبع نقاد او بود معیار موج انفاس او چو باد بہار درد انگیزد نشین از شعار</p>	<p>داد ترتیب نظم خود عالم در غزل در دو در قصائد زور زرقا لعل کلام بے ہمتاش بشگفاند شکوفا سے سخن گفت شمشاد سال تاریخش</p>

قطعه سال طبع دیوان مایه ناز منشی محمود علی خان حصا - ۹۰۱ هـ

خوشدل از فوارادت کرده است جمع شد دیوان و در چاپ آمده خامه شمشاد و در تاریخ طبع	نعت محبوب خدائی دامن یا آلتی باد مقبول زمن ز در قم - گلزار فردوس سخن ۱۸ ۱۳ هـ
--	--

قطعه سال برای دیوان یو قلمون مولوی دیب صاحب

فرخ آبادی - ۹۰۱ هـ

مولوی رستم علی خان ادیب عزت و علم و ادب جاه و شرف نظم و نثر اوست مشهور زمن کرد دیوانه مرتب بس نفیس دیده ام آنرا با معانی نظر در بلاغت پایه دار دیند نکته های عشق و عرفان و حکم لطیف وصل و سوز سحر و انتظار می توان دیدن رموز حسن عشق خاص تر لطیف که اندر نظم اوست خامه شمشاد و در نگسل ریخت	هست ز سباز فضیلت گلستان دارد آن نیکو فضا لیل بکبران ذات ادیکتا است بهند وستان آن همه علم و ادب جاد و بیان هست سر تا پا فصاحت و امان در صنایع هست گنج شایگان هست در الفاظ مثل نور جان می نماید هر غزل آئینه سان عاشق و معشوق آساند ان که توان گنج بقدر و بیان نامه منظوم مطبوع جهان ۱۸ ۱۳ هـ
---	--

قطعه سال اشاعت جریدہ نفیس پنجہ فولاد از لاہور سال ۱۹۰۷ء

	<p>ذہین و ناظم ست و نیز نثار قوی دارد ہمانا دست افکار برنگ ماہ نور افزاے انتظار نماید ہم مرا حمایہ سرکار ز گلہائے لطائف زعفرانی ار عنایت کن نصیب از چرخ دوار جہان آرا لطیف و عمدہ اخبار ۱۹۰۷ء</p>	<p>جناب فوق جان قابلیت نمودہ پنجہ فولاد جاری مضامینش ہمہ زیبا و دلکش کند تشریح احوال رعایا ز نظم و نثر رنگین گلستانے ضدایا از قبول عام آن را بگوشتش و تاریخ اشاعت</p>	
--	---	---	--

قطعه سال اشاعت جریدہ پنجہ فولاد از بقعہ پاک لاہور سال ۱۹۰۷ء

	<p>از نوشت تعصب و ریاضات الکین بہ فنا زبان و صفات اخبار نفیس پنجہ انصاف ۱۹۰۷ء</p>	<p>اخبار نمود فوق جاری اوصاف جرائد اندران جمع شمشاد و نوشت بہر تاریخ</p>	
--	---	--	--

قطعه سال منطق وصال جناب آئی بخش مرحوم سال ۱۹۰۷ء

	<p>پنجشنبہ ز مہر نور آگین رخت بر بست دین زمان زمین منزلے یافت در سراے بہین</p>	<p>در محرم چو گشت نوزد ہم منشی پاک خواستی بخش سوے فردوس گام زن گردید</p>	
--	--	--	--

کامل و باذل و سلیم و متین با همه خوبی زمانه قرین رنج آگین همه کین و مین نیک و جام زیب خلد برین ۱۳۱۹	پاک دین پاک ذات پاک شرت در چلیو ر ذات پاکش بود ز انتقال چنین شرافت کیش گفت تا رنج ر حلتش شمشاد
---	---

قطعه برای سال طبع دیوان دیباجه عشرت جناب مولوی

ادیب صاحب ۱۹۰۱	
----------------	--

که تحریر و ادیب و همایست چه دیوانه که سر تا پا غیب است غزل خوشتر ز انداز حبیب است کلام جانفز احافق طبیعت است کلام لذت آگین ادیب است ۱۳۱۹	جناب مولوی رستم علی خان برای طبع دیوان خواست تلخیص ز حسن و دلفریب لفظ و معنی ملیضای محبت راهبانا بگو شمشاد و سال نظما عش
---	--

ایضاً	
-------	--

کلامی که از شهد شیرین تر آمد مصطفی ترا ز لولو و گوهر آمد اداسی که مخصوص باد لبر آمد مصارع بر جسته چون شهر آمد دلا و نیز نظم گری می بر آمد	پای طبع چون داد رستم علی خان که هر شعر آن از صفای مبانی توان دید در شاهان مضامین برای پیرانیدن هوش سامع ز کلام گهر بار شمشاد و ساش
---	--

قطعه برای طبع دیوان مسمی بجلوه طور ساز داده جناب بنیشتی ترقی صاحب

۱۹۰۱ هـ

برقی ترتیب داد دیوانی جلوه طور نام دیوانش سال ترتیب و طبع آن شمشاد	همه اشعار لغز و زیبا گفت هست شایان که بس مصفا گفت نظم زیبا و روح افزا گفت ۱۹ ۱۳ هـ
--	---

قطعه و اہب سال صال شاه فضل کریم - ۱۹۰۲ هـ

شیخ مر تاض شاه فضل کریم بروش منجلی لطائف غیب برہ در از علوم دیگر ہم در طریقت نظامی و فخری مرشد کاش نظام الدین موطن خاص او بنانی پور ہیزدہ بود از مہ سوال کافقاپ حیات او بغروب گفت وقت رحیل او شمشاد	واقف راز سینہ حیدر در تصوف نکت و راز بر شاعر و خوش نویس و خوش منظر ہم نیازی شہیر بحر و بر این خلافت از دگر گرفت بر ہست شاہی پڑہ بد ہر سمر چار شنبہ رسیدہ شب بر سر در رسید و طلوع کرد و قمر شد بوخلد صاحب جو ہر
---	--

قطعه و لچسپ سال سید صبیہ بنیشتی محمد عنایت کریم صاحب - ۱۹۰۲ هـ

بنیشتی کہ عنایت کریم ست	در سلب شب یک گہر سفت
-------------------------	----------------------

آمد بوجود دستری او شمشاد بر اے سال میلاد	خاشاک غم و الم ہمہ رفت پاکیزہ ہما و دخترے یگفت
---	---

قطعہ سال فتح مقدمہ والا قدر جناب لوی محمد قاسم صاحب

وکیل ۱۹۰۲ء

شیخ قاسم حامی دین متین مصطفیٰ اسفرنگ فقہ در تائید و تحویش کرد شیخ پیش حاکم اعلا اپیل حاکم کرد فیصلہ گردید حسب شرع و فقہ آبدکار بر سال فتح شمشاد و شکفتہ طبع	ہر نگاہش بہر دشمن ناوک لہر شد گفت حاکم دفتر پارینہ نسخہ امرو شد دشمنان علم دین را خوش دل دبامو شد اہل دین سرمدی ارشاد نمی رور شد ناصر دین مقدس فائز و فیروز شد
---	--

ایضاً

فتح قاسم ثبوت دعوی خود حاکم کے درج کرد در تحریر فیصلہ ہم خلاف فقہ نمود اہل دین مشورت با و دادند باید اکنون مرافعہ بہ اپیل حسب ارشاد شان نمود عمل حکم بجائے حاکم ماتحت سنہ اش خواستند از شمشاد	کرد از فقہ شافعی پیدا دفتر فقہ مست بے سرو پا شیخ موصوف شد برنج و عننا کہ سکوت ست اندرین بیجا تا کند عود شوکت فقہا قالب آمد بجنگ بر اعدا کرد نسخ حاکم بالا گفت فتح مبین و لطف خدا
--	---

ایضاً

حق خود را بدعوے طالب آمد ولیکن پیش حاکم حاطب آمد پس تفتیش کامل غاصب آمد بگفتم - حق حق گو غالب آمد	چو قاسم از مخاصم در عدالت مخاصم کرد و جماعے بیجا با دل گشت غالب بعد مغلوب چو سال فتح قاسم خواست شمشاد
--	--

قطعه سال پے طبع دیوان جناب نواب محمد شمس الدین علی خان ^{۱۹۰۲}ء

مربنودہ چو دیوان خود زمانے کہ ہنگام طبعش رسید بہ تمیل ارشاد شمشاد گفت	بہ نواب عاشق شیر زمین پے قطعہ کرد ایسا بن کلام بلیغ و بیان حسن ۲ ۱۳ ۴
---	--

قطعه سال انجام طبع دیوان منشی مرزا محمد حسن صفائز بنارسی

۱۹۰۲ء

جناب فائز استاد زمانہ منودہ جمع نظم و لکشی خویش بلاغت را اگر جوئی نشانے چنان آوازہ اش در عالم فتاو چو از شمشاد و سال طبع جتنہ	کہ منش در لیاقت ہست کیا ب کہ ہر شعرے دران دُرِ یخت نل دران دیوان نظر اندازد دریا ب نگاہ خلق بہر دید بیتاب بگفتم - د فیر اشعار نایاب ۲ ۱۳ ۴
---	---

قطعه های دای سال انوارالحق پسر مولوی محمد نصیرالحق سلمه ۹۰۲ هـ

<p>که ورا خواند پیر مولوی انوارالحق نامور بود به خوشخوانی قرآن ربیع بودتش بود عیان چنان فلک نشین بے تکلف نبود ز مصداق مشتاق رفت در خاک چو در آب مقعور ورق بر دل من ز سنا نمانی شوق و شوق چاکلک ست زانده چو بوسیده ورق بیت لطیف ازلی مرقد انوارالحق ۱۳ ۱۲</p>	<p>نوبرے بود ز گلزار نصیرالحق آن هفت ساله عید می خواند گلستان دگر بلکه پیر حافظ و ده پاره ز فرقان حمید آینان بود ز تعلیم قواعد مشتاق حیف چون گشت خزانده سال ششم این الم ساخته در ستم ماه رمضان سینه من که الم نامه آن مرحوم ست کردم تشاد پے سال وفاتش مرقوم</p>
--	---

قطعه سال وفات جناب الاشان مولوی احمد سعید مرحوم موهای سلمه

<p>فلسفی بود و ادیب خوش کلام در تصوف نیز آمد با مرام در مباحث بود تیغ بے نیام زندگی میکرد در زمی عوام که ز استغنا نکرد آبخایام عمده را کردے و دل آغز نیام در سفر هم داشت پیغام و سلام</p>	<p>سید و هم مولوی احمد سعید دستگاه داشت اند علم طب نفر گو بود و لطیفه سنج لیک دور بود از جامه مکر و دریا در دکن اکثر مناصب یافته از براس خدمت پیر طریق داشت با من ارتباط از قدیم</p>
---	--

در ذیابیطس خیمت و زارشده روز دوشنبه بد و هنگام عصر کرد در حلت زین جهان بے ثبات چون ز دل سال وفاتش خواهم	یافته طبع قوتش انزمام بست و یک تاریخ از ماه صیام آن فقید المثل آن فخر کرام گفت ہاتف نیکی جنت مقام ۱۳ ۱۲ ۱۱
--	--

قطعه سال وصال نیکان جناب لوی محمد عنایت رسول مرحوم ۱۹۰۳ء

عنایت رسول آنکہ بود ست شیک نمودست کار نمایان بحکمت بہر علم دار دتصانیف بی حد نخبر بر و تقریر اوصافش افزون ز سوال در عید و در پنجشنبہ چہ گویم ز رنج و الماس اقران چو پرسند شمشاد سال حیلش	بہر علم یکتا بہر فضل کامل باقلیدس افزود اشکال مشکل بہر نکلت اش غرق حیرت افاضل درین دور او بود فخر امان ازین دار فانی چو بہرست محمل ہمہ خاک بر سر ہمہ دست بردل بگو مخزن علم و فردوس منزل ۱۳ ۱۲ ۱۱
--	---

قطعه الکمال سال وصال جناب لوی شاہ محمد عبدالوہاب مرحوم فرنگی محلی

عبدالوہاب آنکہ پور عبدالرزاق آمدہ واقف اسرار علم ظاہری و باطنی بانی اعاس یومیہ پے ارباب فضل	صاحب سجادہ بود و سالک کرام کاشف استار انجام رسوم خاص عام زینت افزای مقابلا رنج و سنگ خام ۱۳ ۱۲ ۱۱
---	--

<p>مسجد فوار حق را داد و در وقت ملاطاف وقت کرده تا باسانی شود این نظام رہروان فقر را کرے بغایت احرام ہر کوی آمد بنزدش بہر تحصیل مرام مجمعی بود چون دعوت بر بود و طعام انچہ حاصل کرد او عزت میان خاص عام گشت از طاعون بوقت عطر حیات پار سونیک نفس عالم جنت مقام</p>	<p>خانقاہ ساخت عالی بہر عمری شدن بہر صفت این مصداق از عمارات کثیر گرچہ او خضر طریقت بود در راہ ملک دلینے از گوہر مقصود پر کرے بدم پہن خوان نعمت اورا ہمین باشد دلیل غیر اورا کہ میر گشت اقران خویش چار شنبہ از محرم بود و تاریخ دوم گفت شمس از اپنے سال اصال بخفا</p>
--	---

قطرہ سال میلاد ہمایون جاہ محمد بنوس صبی دوم مولوی عبدالمنان سید اللہ

تعالی ۹۰۲ھ

<p>دوم پور چون گل بفصل بہار چہ شب از سہ شنبہ چور دی نگار ازین گیر تار منج مہ را شمار وراحق کند نامی روزگار برج الزمان سعادات شمار</p>	<p>خدا داد چون عبدمنان را برج نخستین بود وقت شب دو شب بعد از ان بد رشتہ پیونج بعلوم و بفضل و یغفل و بفہم پہ سال میلاد شمس و گفت</p>
---	---

قطرہ سال فیون فانیات مولوی محمد عبد الصمد مرحوم ۹۰۲ھ

<p>مولوی و وکیل غازی پور</p>	<p>شیخ عبد الصمد طلیق سان</p>
------------------------------	-------------------------------

از نیمی بحسب ریث در نیس
 مرجع ساکنان این اطراف
 عالی زیر بار احسانش
 آنچه او کرد با کس و ناکس
 عاقل و باذل و ذکی و فہیم
 صاحب رای پیش ہر حاکم
 نرسیدش بر اوج خاک قدم
 ہم عطا پاش جرم پوش چاد
 مخرم قوم و شریف و عالی قدر
 دوست راسخ من محزون
 من داد ہر دو خواجہ تا شاہنم
 انتقامی نخواست از اعدا
 بار با صلح داد در دو فریق
 بار ہا شد و کیل بے منور
 صحبتش بود مرجع نظر فا
 ناخر و ناظم و بدیع حکما
 نغزگوی و مشاعرہ آرا
 مکرر جمع و شیوہ آن دارد
 صد معنائین نوشتہ در اخبار

صدر میونسپل و وحید زمان
 افتخار ہمہ کسان و مہمان
 ہر ہر در و طفت او در مان
 نیست بر ہیچ آفریدہ نہان
 نکتہ رس بذلہ سخج سحر بیان
 رہبر انتظام امن و امان
 ہمسری خواہ او بصدہ طغیان
 چشم مردم ندید در اعیان
 بس وجیہ و خلق و عالی شان
 بل من داد و دقالبہ یکجان
 آشتی استاد ہر دو زن نازان
 قدر تے داشت گرچہ بے پایان
 گرچہ دید از برای خویش زیان
 بار ہا کرد اینچنین احسان
 داشت در اخطاط طبع جوان
 دہ ہمہ فن طبیعتش جولان
 جمع لیکن نساختہ دیوان
 خلف او در است این آسان
 نقل یک ہم نہ داشت ہر نشان

جامع این صفات گوناگون
 شهرتش را در پنج مسکون را
 خلفه هست یادگار از د
 کرد امیرانه با فراغت و عیش
 امتحان داد و گشت بیرس
 صرف نه ماه بعد آمد خود
 مثل آبا شود و وحید الدھر
 بهر تارنخ آمد تیکه
 که یکایک بخواب رفت و بید
 شیخ را با محمد سیحی
 نام و القاب و پیشه را در باب
 این همه شمه زاتقبالش
 ماه ذی الحجه چون نجم رب
 آنچنان شوق راست گشت موف
 بعد یک ماه از علان جمیل
 در ربیع نخست و بیست و ششم
 پنجشنبه چو بست و هشتم شد
 بست و بنجم ز ماه شمس
 طائر روح او پدید و گذشت

نیست این دولت در گیمیان
 هم شبیه محیط و مرکز دان
 شیخ یحیی سنه سیر اقران
 هفتده سال سیر انگلستان
 آمده پارو هست فیض رسان
 خدمت باب کرده بستریان
 به عنایات و رحمت رحمن
 بود نصرت طلب ز طبع روان
 پیکر سے بس بزرگایان گویان
 قبل بیرسر انضمام کنان
 عددش گیر و عیسوی سنه دان
 لیکن افسوس اندرین دوران
 گشت مفلوج آن نجسته روان
 دست و پا را مانند تاب و توان
 دست با کار گشت و پاش و ان
 شد مرض سوے چپ گزند رسان
 روز دو پاس بلکه پیش از ان
 سنه اش ورج هست در عنوان
 قفس تن چو بے چرخ مکان

عمر بنجاه و پنج بود بسال
 حیف بر آسمان و بر دورش
 که جهان رفت اینچنین یکتا
 این قدر با جنازه بود هجوم
 گشته تعطیل در غم مرگش
 هندوان هم جنازه اش بردند
 در مقالات خویش می گفتند
 اینچنین عزت نشد حاصل
 گرچه او مرد زنده بود اقبال
 نقش او در سمرولی آوردند
 گفت شمشاد مصرع تارنخ

سال شمسی و گرنه پیش نشان
 حیف بر چنبر زمین و زمان
 که ندیدش ندید چشم جهان
 که شمارش نبود در امکان
 نیز حکام آمدند دوان
 بر سر دوش خویش ناله کنان
 دیوتا هست نیست این انسان
 هیچ کس را ملک هندستان
 کاینچنین کار با نمود عیان
 که پستی است عرف او بزبان
 نیکبخت ازل تر میل جهان

قطعه سال وصال محبوب خان ابن نجیب خان طیب سلمه

جوان متین بود محبوب خان
 بهر مشکلی دستگارش قوی
 تخلص و را بود حامد بشعر
 بسر کرد عمر بصلح و صلاح
 چو ششمین از ربیع دوم
 یکایک اجل بر سرش در رسید

ز حاجات دنیا بے بے نیاز
 بهر کار می داشت ادوات نیاز
 ز بهو و ز غیبت نمود احترام
 پیابندی شرع و صوم و نماز
 به شنبه غمین شد زویر مجاز
 عزیزان نمودند سوز و گداز

در یغاز پیش پدر گذشت بے ماتم آن عزیز جهان ز شمشاد بشنو بقل مطهر	ندید و ز دنیا نشیب و فراز بسالی رحیلش چو داری نیاز انخ نوجوان شاعر پاکباز
---	---

قطعه بنامی پاک چاه شیرین جناب نشی محمد عبدالرحمن صاحب ۱۹۰۳

ساکن بکسر بازار جدید طرح چون افکند بر چاه نو از ربيع آخرین در بستان یک جام کوثر یا بدست رسول بر تاریخ بنام شمشاد گفت	عبدالرحمن نشی عالی وقار از محرم شانزده بدر شمار اختتام آن بنا س پایدار خیر جاری ماند از دس یادگار فنج خیر و لطیف و آبدار
--	--

دیگر

عبدالرحمن ساکن بکسر بازار جدید از ربيع آخرین بست دیک دنیا و ز کر شمشاد این پیرایه تعمیرش رقم	بیر نفی عام چای کند با صفا ختم شد تعمیر آن سرشته کوثر نشاط بارک سد چاه شیرین جلوه هیچ نشاند
--	---

ایضاً

عبدالرحمن که هست او نشی بر آرام خلق چای کند نفت شمشاد مصرع تاسیخ	اهل اسلام را محب و انیس تا شود رحمت خداش طیس موطن فیض عام و چاه نفیس
--	--

قطعه طبع دیوان حمد و نعت نگو گونشی ساکرام سلمه ۱۹۰۳

میتوان گفتن سعادت راقم	طالع منشی ساکرام را
کوسرا با هست افعال جمیل	از ادب دارد خمیر و از وفا
روح علم و فضل تازه از دمش	هم فصاحت هم بلاغت در نما
کز چادر دارد تصانیف کثیر	هر همه لطف و فواید انتسا
لیکن اینک نظم پاک حمد و نعت	داد بهر طبع آن نیکو لغت
هر غزل سلک جواهر در نظر	شعر شعرش گوهر کان صف
می تراود از بیانش فوق و شوق	سطر سطرش زهر و ریاسه ولا
چشم دل روشن زهر مصرع او	لفظ لفظش زهر و نور و نیا
ربط حمد و نعت چون شیر و شکر	نقطه نقطه در طلا و ت و لوبا
نور افراست قلوب سوسنین	هست دیوان یا جوارخ ابتدا
بهر سال طبع آن شمشاد گفت	نایب مطلوب و نظم جانستندرا

قطعه سال تعمیر جدید جامع مسجد قدیم اهابی قصبه سرا و اب ۱۹۰۳

در سرا و مسجدی شد منهدم	مانده خشت چند بر روی زمین
یک هزار و یک صد و بیست و پنج	بود از بجزی بنای او دین
از میر نوگشت تعمیرش تمام	این زمان از سعی و خراج اهل دین
آفرین بر بهمت والا س شان	شد بنایش هم متین و هم حسین
گفت شمشاد از پئے سال بنا	مسجد جامع در خلد بر زمین

قطعه سال بنای مسجد ایزدی از جناب ناظر علی حسینی ۱۹۰۳

شیخ ناظر علی بہ تملو ارہ گفت شمشاد بہر سال بنا	طرح مسجد فگند باشوکت مسجد بمیشال ویاہرکت
---	---

قطعه سال وصال پاکیزہ احوال مولوی محمد یحییٰ ظفر آبادی ۱۹۰۳

مولوی یحییٰ شریف و نیذات زندگی میکرد در صلح و صلاح ہر صفہ کرد و صورت صحت ندید سینزدہ بود از ربیع دومی گفت شمشاد از پے سال وصال	بود در اقران ایمان بے مثل گوئی بود دست مسعود ازل در جوانی بر سرش آمد اجل نیم وز پنجشنبہ بے دخل پاک قلب پاک جوخت محل
--	---

قطعه سال دیباچہ میلاد رضی حسین بن سید حسین ۱۹۰۳

جمادے اولے چو نیمے گذشت تولد شدہ ابن سید حسین چو پرند از نام این نونہال بتاریخ میلاد آن نور چشم	دو شنبہ دل گرد غمبارفت ز برق جمالش قمر در نفعت بگوئی رضی با حسن کہ جفت جو ان بخت دم بارہ شمشاد
--	---

قطعه سال کلمہ وفات جناب حاجی رحمت اللہ مرحوم ۱۹۰۳

رحمت اللہ کہ بود از امایہ این شہر	مصرف دولت خود داشت بہر کار بجا
-----------------------------------	--------------------------------

منظم بود بهر کار ولیکن نه چنان
 خرج میکرد زیاده با مورخات
 مستحقان کرامت بعطایش فائز
 و تراجم همه می دید حدیث و تفسیر
 مسجدی هست از آثار جمیل پدرش
 زینتش داد باین گمان اسباب فروش
 انجمنین والد و شیدایک این مسجد بود
 پنجگانه به جماعت چو ادا کرد نماز
 هشتمین بود و شنبه زجهد الاخمی
 بهر اشراق شسته بوظائف مشغول
 بر مکان آید او بود و رسید اجلش
 حیف بر مرگ مفاجات و می لاواری
 چونکه او بود همه جزو جسم اخلاق
 کرد شمشاد پنهان سالن صالحش مرقوم

که شود شمه از عسر بکارش پیدا
 در ملاهی و مناهای نه گم داد رضا
 لیکن از دست چرخیش نموده انقضا
 بود پابند بر احکام شریعت زانجا
 از پی نصرت آن کرد ز اطلاق جدا
 که عوالت پندیده مردان خدا
 که بیانش همه مجبور بود فکر رسا
 حسن چنان بود بر آن مسجد کوفه
 سنت و فرض نموده بدین فخر ادا
 ناگهان شد وجع القلب مکتب اورا
 مهلت چاره گری هم عطا کرد قضا
 وای بر یکیش ز وجه آن پاک نقا
 در چنین عیش فدا علم و فضلا
 مورد رحمت رب پاک او کان قفا
 ام ۱۳۰۳ هـ

قطعه سال وصال بزرگ نژاد جناب لوی محمد انعام الله مرحوم فزنی محلی

۱۹۰۳

فاضل بل زمان مولوی انعام الله
 شوق تالیف بداشت ذوق تصنیف

بود با علم و هنر شاخ پیچیده کلام
 صرف اوقات همیکرد باین شغل علم

داشت پاکیزه روش صورت بای کرام انچه دیدے دشمنیدے بنودی ارقام لیکن از کنش گئے کرتناے سلام گشت مغلوج و ندید از مرض سخت آرام که رویش سو جنت شده برداشته کام شد جهان در نظم تیره ز فرط آرام گفت مشهور زمان عالم فردوس مقام	مشته بود کتب بینی و طباعی او خدمت مرشد خود کرد غلامانہ بذوق عمدہ یافتہ از حضرت سرکار حلیل ماند مغموم ز مرگ پیر لائق خود بہ قدم بزرگ جب جمعہ وقت اشراق تیس روزہ صیلا شہ در خاک نہان نہشت شمشاد ز ہانت شدہ جلالت او
---	---

قطعه سال ولادت عیسیٰ م حسین احمد ابن مجتبیٰ حسین سلمہ ۱۹۰۳ء

مژدہ پیدایش نور نظر مجتہی ہست و حسین اسم پدر مثل اجداد گرامی نامور گلبن ایسہ فرخندہ گہر	نوزدہ شعبان و شنبہ رسید اسم پاک حسین احمد بدان یا آئی در نگو ناحی بود سال میلادش چنین شمشاد گفت
--	--

قطعه سال وفات والدہ نور العین عزت اللہ سلمہ ۱۹۰۳ء

کہ چون مام وجہہ نخی بود بدلیل عجب نکتا کہ و از ذوق حاصل ز مادر گرفتہ تہ تیہ در دل ہمسختینہا کہ بودند شکل	کوان خیر من جوان و عقیقہ بہر تہ و نخی و بفقہ و بصفت فن دوختن بار نو و کشیدہ باسان آموخت از خوان نعت
---	--

خدا کرد اور ایسان اعزه شب بستم آمد چو از ماه شهبان چراغون نگوم همه دم درین غم چراغ خاک بر سر نباشند اعزه رقم کرد شمشاد سال رحیش	با خلاق یکتا باوصات کامل سوماد و خور و دان کرد و محل دم گشت هدیه ام مرغ بسمل چسان صبر سازند ازین مرگ عابلی عروس بهایون نسب خلد منزل
---	---

قطعه سال میلاد فرزند منشی باادب محمد امام الدین طالب سلمه ساکن

چوپڑہ ۱۹۰۴ء

بہ شنبہ ز شوال در شیر ذہ بطالب عطا شد صحتی سعید چو سال ولادت ز شمشاد خواست	بہنگام صبح سعادت قریب بفضل خدا سے صبح و مجیب نوشتم جوان بخت و صاحب نصیب
--	---

قطعه سال وصال عالی بارگاہ جناب لوی محمد حسین متین مرحوم

با محمد حسین عالی جاہ مولوی بود و شاعر نامی گلستان طریقت ست یکے دیگرے هست مخزن البرکات گفت در نعمت و منقبت بسیار از زیارات و حج مشرف شد	فضل حق بود و دوزمانہ قرین در تخلص شہیرا و بہ متین از تصانیف او بروے زمین در کرامات غوث دین بین تحفہ خیر نیست بہتر ازین در مکانات فیض ماندہ کلین
--	--

دور لیکن زکبر و عجب و کین
متواضع بهر کسین و مین
اندرین غم همیشه بود غمین
صدن خجسته زدی زدن خین
بر دل پاک آن خجسته ترین
جست بیکان جانستان زکین
و اصل حق مقیم خلد برین

بود و بی کلکتر از سه کار
مثل اسلات در باس و درش
مرد او لایزال و بیاد سلا
لا ولد بود و بی ثانی
زین المار رسید آنچه رسید
بست و بیغم چون آمد از شمال
گفت که شایسته آن رحلت او

قطعه زیبای طبع دیوان سید جادو ادا جاثب لوی سعادت علی

سنت

جلیل صفات و بروج انخیال
نظار جمیل و بیاطن جمال
جوانست زیبا و نیکو خصال
بشعر و سخن نیز دارد کمال
گزین بند و ایزد به همال
سراپاست آئینه و جدو حال
نفسهای گویندگان پامال
نخل ساز شوخی چشم غزال
سکوت سخن فم باشد محال

ریشه ست سید سعادت علی
عجب نشین صورت و سیرش
امیر است لیکن فقیر آشنا
بعلم و هنر دستگارش قوی
با خلق شاکسته و بی مثل
مقاش عجب دلکش و لبند
زانند از افکار گردون خرام
اشارات برجسته اش در کلام
بانشاء شعرش دم و ذوق و شوق

رسیدست در مطبع بے مثال
چہ گنجینہ نظم جسا دو مقال

پے چاپ دیوان آن نکتہ سخ
ز شمشاد و بشنوپے سال طبع

قطعه سال لوازم کو چ غوثی - ۱۹۰۴ء

تاجر سے بود نہایت خوشحال
زر بے صرفہ پے حسین مال
بر نکو کاری افلاک مال
از محرم کہ بخت کرد وصال
مور و دسترب نیک اعمال

شاہ غوثی کہ ہمان غوث علی
بندل میکرو ہراہ داد اور
سجد و چسپا بنا کردہ او
بود ششترہ و ہم ہمیز دہم
گفت شمشاد و سال خوش

قطعه سال مناظرہ چاہ پاک نکیستہ بجنور - ۱۹۰۴ء

عالی ہست با ہمہ جودت
بود سالانہ جلسہ باشوکت
بہر ترویج آریہ ملت
بحث بالالہ کرد در وحدت
گفت می خواہم این مان ملت
گیرد این بحث در جہان شہرت
مشورت کرد بہر جمعیت
بارئیسان صاحب دولت

در نکیستہ محمد یلین
رفت روزے بآریہ مجلس
وعظ می گفت لالہ کر پارام
بعد اتمام وعظ آن عالم
دست پاچہ چوالا شد در بحث
تا شود مجمع کشیر بہم
باعنایت علی غیاث الدین
شد مبارک علی شریک صلاح

مستعد شد عنایت احمد هم
 اندرین مشورت قرار گرفت
 با قواعد مناظره گردد
 علما از دیار گرد آیند
 الغرض حسب مشورت همه کار
 خرج اطعام و راحت همه با
 آریه ساختند بهر گریز
 اهل اسلام ساختند قبول
 مجمع گشت از قیاس برون
 بستم آمد چو از ربیع نخست
 فاضله مولوی ثناء الله
 آمارام پنڈتے ذی ہوش
 ایک مغلوب گشت آخر کار
 بعدہ روز ختم شد این بحث
 ہم مسلمان شدند ده اشخاص
 گفت شمشاد بہر تاریخش

کہ جو ان مرد ہست و باجرات
 کہ شود جلسہ بصد عزت
 در مقام وسیع و با فسحت
 پنڈتان ہم ز آریہ ملت
 زد و در فعل آمد از قوت
 کرد شوکت علی باہمت
 شرمطابیش بیش از قدرت
 تاکہ گیرد مناظرہ صورت
 نظم آن بود قابل حیرت
 بحث آغاز گشت با سرعت
 کرد اعجاز در بیان نکت
 زان طرف کرد بحث باجرات
 وید گردید سخت بے وقعت
 ہمہ گشتند شادمان رخصت
 با ہزاران رضا بصد رغبت
 فتح اسلام موجب رحمت

قطعہ نام زوجہ بلبلیں امام الدین طالب العلم سلمہ جاگیر دار چو پڑا ۱۹۰۴ء

زوجہ طالب متین و خوش صفات

بود از مرگ پسر زار و حزین

بود بخورتی او تا نیم سال روز آدینه بدو وقت سپاس ناگهان پیک اجل جانش برد حالت دیگر عزیزانش پیرس طالب خسته پسر فرزند وزن گفت شمشاد از پسر سال رحیل	حیف با صحت نگشته بمقرین دوین بود از ربيع دوین مادرش گردید سخت مانند گمین خاک بر سر هر یک هر یک غمین زنده در گورست بر روسته زمین نوع و دس قصه جنت پاک دین
---	---

قطعه سان فات و جبرئیل نفس محمد اسحاق حکار رئیس بهار ۱۰۲۷

رئیس بهار است اسحق نام چو شد اینزده از ربيع دوم چنین گفت شمشاد سان فات	محمد نباش بود بمقرین به تب رو جانش گفته ولت گوی مبارک قدم زبید خلد برین
--	---

قطعه زیبا بی نوا می سال طبع شنوی چنانوب سید بهادر حسین صاحب انجم لکهنوی ۱۰۲۷

بهادر حسین انجم لکهنوی معین و فطین صاحب علم و فن بهرفن که جولان دهد کلک را در آسمان چاه گفن رود است چو گوهر ز کاین سخن بر کند معانی در الفاظ منقاد او	به نواب مشهور در بحر و بر بنجیب شریف ست و عالی گهر نماید ز اعجاز دور و ست اثر که شهرت گرفته چو شمس و قمر نماید چو الماس اندر نظر برنگی که خواهد کند جلوه گر
--	--

نویسداگر نثر نثره نثار بصورت کشی آ پنجان دستگاه چنان عام کردست بیکر کشی نوشت این زمان نامه دلپذیر کتابے عجب دلکش و دلرباست گئے جام از ساقی عشق خواست ز صور تگری کرد قدرے بیان کتابت مملوز نظم لطیف دشمنشاد و تاریخ طبعش شنو	به پروین شود رشک آن کارگر که بنزد از شرمش افکنده سر نخل پیش او مانی نامور پرستان خواب ست آن مشعر دران حسن و عشق ست شیر و کمر گئے سن را در گرفته بهر چو دریا که در کوزه دارد مقر زبانش آب گهر شسته تر مقال شگفته کمال هنر ۶۱۳۲۲
---	---

قطعه نثری سال طبع دیوان مفید عام جناب تاج محمد حسین صاحب سال ۱۹۰۷ء

سخن سنج سید تاج محمد حسین ز رتب دیوان بآب تاب چو پرست شمشاد و تاریخ طبع	که در شاعری هست بس نیکام بخوش جوهری شد شیرانام بگو بخیزان گلستان کلام ۱۳ ۲۲
---	--

قطعه سال طبع ثنوی نثری پاکزاد محمد عبدالرزاق صاحب سال ۱۹۰۷ء

عجب ثنوی کرد بیکسر قم فصاحت زبان و را خانه زاد پئے سال شمشاد و گوهر بسفت	بیانش متین ست شانش رفیع بلاغت پخیل صنایع مطیع ز به به بهادر نظم بدریع ۶۱۳۲۲
--	--

قطعه سال وفات یگانہ زمامہ جناب حاجی مولوی شاہ محمد کامل مرحوم ۱۹۰۲ء

مولوی صوفی محمد کامل نیکو صفات منصفی درجہ اول بدو منسوب بود دروانی او خلافت یافت از علیہ السلام ہست تعدو میرانش فزون تر از شمار از جمادے دوم آمد چو تاریخ ششم روح پاکش را بسوی جنت الفردوس برد در وفات آن فرید لہ ہر شمشاد حنین	شاعر ہندی زبان بود و فقیر بے بدل کرد تاپیری حکومت بے دخل ہم بے زل شہرتے در فقر حاصل کرد از حسن عمل اکثر زانہا تجارت پیشہ و محاکم دول پنجشنبہ بود کاند ناگمان پیکار جل لاش را کردند زیر خاک لیلیست بول ز در قہم پاک اعتقاد و صوفی جنت محل
---	--

قطعه سال کوچ کلی ز وجہ نیک شیخ حیات علی ۱۹۰۲ء

مرد چون ز وجہ حیات علی سال آن خواستند از شمشاد	شد خضر بزمائش غمگین گفت مجلس فرد ز خلد برین
---	--

قطعه سال جد و جہد جمع دیوان حاذق برہانپوری سلمہ ۱۹۰۲ء

مستعد شد بہر ترتیب کلام ہست برہانپوری و مشہور دہر در کلام اوست لطف شاعری مدن صنع و بلاغت ہر غزل	اوستاد وقت شاگرد بقا شیخ فخر الدین حاذق باصفا از مضامین و زبان و لکشا ہست ہر شعرش فصاحت تمام
--	---

هر سال جمع آن شمشاد گفت
گلشن اشعار رنگین بے بها

قطعه سال مسی از جناب شاه بدر عالم حسرت رئیس و الاجاه میانپوره ۹۰۴

بدر عالم در اساور ساخته
مسی در صوص و چاه پر فضا
بر تاریخ بنا شمشاد گفت
مسجد والاویر خوش بنا

قطعه سال مصلح جناب حکیم حاجی مولوی شاه محمد حسین مرحوم محب اللمی آبادی ۹۰۴

شاه محمد حسین عالی جاہ
مولوی بود و جامع همه فن
حاجی امداد بود مرشد او
واعظ بود خوش بیان و فصیح
می نمود او بصیقل تحریر
کاظمی در حدیث و در تفسیر
خلق او مثل صوفیان سرگ
بود بجات کامل تقریر
صالح بود و دایم سعید ازل
کتب اسرار را همه تن دل
از زیارت و حج شرف اندوز
بود او ز بد قه الخواص مگر
از کمالات خوش فخر زمان
صوفی بود کامل عرفان
بجرتش هست شهره دوران
فاضل بود و قابل همه دان
در محالات صورت امکان
حقی بود و حافظ قرآن
یک روش داشت با کمان مہمان
افصح الوقت غیرت سبحان
العجل گوز سایه اش خدایان
در بیان نکت تمام لسان
در مقامات قدس چله کنان
شهرتش عام در همه گهسان

مقدش بود زینت اعراس
 قال او حال حال دراز قال
 بود استاد جتید التسلیم
 بود تقریر نیز تحریرش
 صادق الوعد کامل الافعال
 صورتش نیک مثل سیرت او
 در کمالات اکمل الکمل
 فخر اسلام را نه زوتنها
 در خطابش ز قیصر انگلش
 لیکن او ز انکسار و کسر نفس
 او با شغال ذکر حق مشغول
 نمایان گورنران جلیل
 او یکا سکه شمس و سوار
 میرفت می دهم که چون خواهی
 پدر آرش ز منظر دیگر
 الغرض عنته که امید داشت
 که کسی را بدست می آید
 بارها رفته بود در اجمیر
 اندکان جلس غیرت فردوس

و جدا بود رهبر و جدا ن
 خوشتن هم بفهم آن حیران
 صحبتش بود صیقل اذبان
 در زبانها برنگ اهل زبان
 قول با فعل مثل جسم و جان
 سیرتش خوب مثل صورت آن
 ثنائیش نه بود هم نه بگمان
 آدمیت بدست اونا زان
 بر پیکار و فرود نلفظ خان
 که نکرده بنام خویش عیان
 بخیر از خیال این و آن
 بردر استاده انتظار کنان
 افسرش با ادب بعضی رسان
 تاباست بدو ترین روان
 پرچمش در هوا شود پران
 پیش مخلوق و خالق دو جهان
 بے عنایات ایزد رحمن
 رفت امسال هم بغرت و شان
 شد بکارخ نیجری همان

به دوشنبه بهشتی زر جیب
 دعوتش ساخته نثار علی
 لقب آن امیر سرور جنگ
 بود قوال نام آن چشتی
 غزل می سرود از قدوس
 که در گونہ رنگ مجلس شد
 کرده تکرار نعره تاسه بار
 نقش را در فرو و گه بردند
 و هم بود از نبات و سکت هم
 گشت در دفن تا عشا تا خیر
 وقت عصر از فرو و گه بردند
 خاک بر سر جنازه اش بردوش
 در نماز جنازه بود هجوم
 صحن در بار روضه اقدس
 شد دوباره نماز بعد غروب
 هست پائین روضه چشمه خوش
 لاش آن قطب وقت و فاضل بر
 بر فرازش ملائک رحمت
 حضرت سید نثار احمد

بعد از شراق نعره رخشان
 در سر اسرار امیر از میران
 مشتهر در تمام هندستان
 اندران مجلس بهشت نشان
 بید بقطع طبعش جو لالان
 نعره برزد آن جنید زمان
 طائر جان بخلد شد پیران
 همه گریان بیدند و نعره زمان
 برین سبب شد سماع بی پایان
 یک نامد کسم روح روان
 نقش در صحن روضه رضوان
 ز آتش غم دل همه بریان
 بیشتر از قیاس و دهم و گمان
 با چنین وسع تنگ برایشان
 از هجوم کسان باز پسان
 نام آن چهار است در اعیان
 دفن کردند در محاذی آن
 بیشتر از گروه فاتحه خوان
 میزبان و منیجر ذی شان

نمود در خد قش چو عاشق زار
گوشه خاطر بزمی داشت
داده شد مغرور در اطراف
چون خبر دار شد آله آباد
حکم تعطیل شد بهر دفتر
با همه اہتمام گشت سوم
خاص در روز و منہ شبہ اجیر
جمع بودند صبیان کرام
جانشین ساختند شان این را
ہست این نور و دیدہ ہم کیتا
عمر و آرام و نام این خواہم
شاد ماندہ ہیشہ روح پدر
گفت شمشاد بہر سال حیل

در اشارات ہر طرف پویان
چون یناشم برگ او گریان
بہر آگاہی شکستہ دلان
شد دو کرت نماز نیز دران
بہر اظہار این غم پنهان
در وطن نیز در دگر بلدان
لا تعد ختم کردہ شد قرآن
ہم ولایت حسین ابن آن
بر مقام پدر عزت و شان
با عنایات خالق و دوجہان
ای بر آردہ ز زمین و زمان
از علمای این نخستہ روان
پاک دامن نزیل باغ جہان

۲۲ ۱۳ ص

قطعہ اور اک سال طبع فیضان شفاء ۱۹۰۴ء

حکیم عبد رحمن خان زیشان
کتابہ در فن طب کردہ تالیف
علاج بچگان و مادرشان
علامت مرض دستور تشخیص

کہ در فن طبابت ہست اعلم
بہ فیضان شفا کردست معلم
نمودہ با علاج عام منضم
مجبرب نسخہ آورده باہم

خواص مفردات و هم مرکب شفار اخر ز بازوی توان گفت پے تاریخ جمع و طبع شمشاد	به تحقیق اتم بنو و محکم باین خوبی کتاب دیده شد کم نوشتم بے بها کسیر اعظم
--	--

قطعه سال وفات محمد یونس بن معجز رقم مولوس
ابو یوسف محمد عبدالمنان سلمه ۹۰۵ هـ

الاے غافلان عیش و عشرت درین یکدم نباید شاد و بودن ابو یوسف محمد عبدمنان همان سروانکه در بیدارنش او ربیع اولین شک خزان شد خدا یا صبر ده مر بنده گان را پے تاریخ با شمشاد و با تفت	که دنیا نیست جائے تجماعت بهر شادی با هر غم نهان هست زمرگ یونس نیک نیجان هست چهره جان بود و اینده چون تان هست دو شنبه هر دو هم تاریخ آن هست دست چرخ شورالامان هست بگفتا او بخت شادمان هست
--	--

قطعه سال میلاد یاقوت لقب ابو الفیض محمد عبدالاعلی سلمه ۹۰۵ هـ

در شانزدهم ز ماه شوال شمشاد بگفت سال میلاد	فرزند عطا شد از خداوند فرخنده قدم سعید و لبسند
---	---

دیباچه سال صال مولوی محمد رستم علی خان ادیب سلمه ۹۰۵ هـ

از دور چرخ گردان این انقلاب بگرا در قرب دور عشرت غم بیجا بگرا	
--	--

یمنه بیخشنده دوم ز عید قطره
بر بست خست هستی زین اربے مویا
او بود خان میثان هم علم و فضل را جان
استاد بے مثل بُد در شهر فرخ آباد
دیوان و هم رسائل اولاد و خوش شمائل
نتمشا و بهر سالش از کمالِ فکر است

یک شاعر گرامی کو انتخاب آمد
سوسے نیم جنت گل و قطاب آمد
تبع زبان او حیث اندر قواب آمد
روی کمال و علمش اندر نقاب آمد
به نشان و نامش بس لاجواب آمد
رستم علی ادیب جنت مآب آمد

۱۳ ۲۳ ۳۳

قطعه سال وفات صبیحه نوعمر محتاج باجاه ساکن ساوده ۱۹۰۶

صالح بود بی حفیظه نام
صورت و سیرتش بحسن شهیر
عابده بود و در او اکل عمر
روز عید ضحی بوقت زوال
حیث بر علم و نوجوانی او
از هنرهای بخت و پوز و دخت
پدر او که هست عبد غنی
غیر صبر و ثبات چاره ندید
گفت شمشاد سال رحلت او

عالمه قابل و حیدر زمان
در متانت زبیده دو ران
کرد رحلت زبے ثبات جهان
روح پاکش ز جسم گشت روان
حیث بر زهد و پارسائی آن
نکته بردش بنود نهان
گشت بخیر و نیک بے پایان
ورنه تا حشر کرد و ادافان
بنیت محتاج در مکان جنان

۱۳ ۲۳ ۳۳

ایضا

چون ز جهان رفت حفیظه بخلد

سالک خاص ره مستقیم

<p>عبدغنی گشت زوروش یقیم زهره جبین دا خل دارانیم</p>	<p>عالمه وفا ضله نو عمر بود خانه شمشاد بر گش نوشت</p>
<p>قطعه و بانج سال طبع دیوان حاذق لیب بر با نیوری سلمه ۱۹۰۶</p>	
<p>که ذہین ست و طبع اوست رفیع تا بگیرد طراز دہم تر صبیح نامه جانفزاسے نظم بدیع</p>	<p>حاذق نظم شیخ فخر الدین حلیہ طبع داد دیوان را گرد شمشاد سال طبع رقم</p>
<p>قطرہ حاکمی سال ترتیب دیوان نفیس و اللجانج سی بھائی مال ۱۹۰۶</p>	
<p>شاعر نامی مال خوش بیان نظم دل آویز مقبول زمان</p>	<p>داد چون ترتیب دیوان خودش سال تدوینش چنین شمشادو گفت</p>
<p>قطرہ رسال اند و ہناک شہر اتی سلمه ۱۹۰۶</p>	
<p>در تجارت نمود جد و کد کرد در دست عزت بے حد شد بتائید رب بشد و مد آمدند و رسید او با حد مور و رحمت رؤف و حمید</p>	<p>شہر اتی کہ بود مرد و نکو نام پیدا نمود در اقران انچہ او کرد از پے شہرت عید اضحی و جمعہ سوم گفت شمشاد سال رحلت او</p>

قطعه سال وفات حکیم عبدالواحد فروزندہ ہوانٹوالے حکیم ۱۹۰۷ء

<p>ہمہ مست شفا از ہر مرض علاجش می نمود اعجاز عیسے خرامان شد سو فردوس اعلا حکیم و نیک طینت خلد مائے</p> <p>۱۳ ۲۳</p>	<p>حکیم بود عبدالواحدش نام خصوصاً از پئے امراض طفل زندی الحجبہ جو آخر شد حجام پئے سال صاٹش گفت شمشاد</p>
---	--

قطعه سال انجام بنای کوتوالی جدید و ہایون فر ۱۹۰۷ء

<p>کوتوال سین رہن عدل کماوی ملین کوتوالی نئی تعمیر ہوئی رشک چین</p> <p>۶۱۹۰۷</p>	<p>یہ دعا تجھے ہے ای میرے خداست غاوت عید و ہایون بنائیں ہے یہ صحر شمشاد</p>
--	---

قطعه سال آبادی مسجد خدابخش ۱۹۰۷ء

<p>روحش اندر خلدوام شاد آباد پاک منظر سجدہ گہ آباد آباد</p> <p>۱۳ ۲۵</p>	<p>از خدا بخش این بنای سجدہ است گہ شمشاد از پئے سال بنا</p>
--	---

قطعه سال طبع دیوان گنجیہ عفت خیاوی صاحب مال ۱۹۰۷ء

<p>کز صفا هست گنج گوہر ریز زرب گلزار نظم دلاویز</p> <p>۲۵ ۴۱</p>	<p>چاپ گردید چون کلام مال کرد شمشاد سال طبع رقم</p>
--	---

قطعه سال وفات جون بی بی مرحومه عالی تبار ۱۹۰۶ء

زوجه والای امن خان کس بست و ہنتم از صف ہنگام شب گفت شمشاد از پے سال وفات	رفت سوے تلمذ زین ار خراب رخت رطت بست آن عالیجناب زیب جنت نادرہ غنت آپ
--	---

قطعه سال محن و آلام وفات والدہ منشی محمد عمر لکھنوی ۱۹۰۶ء

جون محمد عمر خجستہ سیر پانزدہ بود از مہ رمضان از شب غم فراوہ رخ افزا کز سرش رفت سایہ مادر گفت شمشاد بہر تار بخش	مادرش کرد ز پنجان رطت چار شنبہ گذشتہ دو ساعت وادر یغاز شوی قسمت پار سا عابدہ نکوسیرت صاحب قدر ز پنت جنت
---	---

قطعه سال صال بدیع الزمان محمد زکریا بن حاجہ محمد عبدالعزیز ۱۹۰۷ء

روز پنجم ز مہ صوم ازین دارنخن صبر و تسکین زد دل سوخته آتش غم حافظ مصحف و مجموعہ اخلاق حسن ساز و برگ طراز حق بجان یاب با دل زاپے سال فاش شمشاد	رفت ناگاہ محمد زکریا حافظ برودہ ہمراہ محمد زکریا حافظ بود و اللہ محمد زکریا حافظ ہمہ دخواہ محمد زکریا حافظ ز در قم - آہ محمد زکریا حافظ
---	---

قطعه سال پاکیزگی بنای چاه شیخ محمد جان رحمدی پوری ۱۹۰۸ هـ

از محمد جان عالی خاندان چاه فیض و منبع نفع جهان	ختم شد تعمیر این چاه لطیف گفت شمشاد از پی سال بنا
قطعه سال دیوان طوطی آزاد ز من مولوی ظهیر احسن ۱۹۰۸ هـ	
شهر ما علم و هنر هر جا بیا هر کتابش در فنش شده رنما دور از الفاظ صحت انتها سرمد تحقیق در چشم بجا سیر بشکال هم از تالیفها شد بشکل فنوی ذوق آزما تا فقه جبل المتین تا مین را بر کمال زور طبع او گوا در ثبوت قول از باب صفا حبذا هر نکته مجرّما از حدیث حضرت خیر المومنین و اور بغا حسرتا و احسرتا بود هر شعرش عروس دلربا جمع کردش مولوی نور الهدی	از ظهیر احسن که مشهور است شوق کرد تصنیفات شسته در علوم در اندامه کرد تغلیط عوام کرد در ایضاح اصلاح سخن یادگار است هست از وی یادگار نغمه از انصریر کلک او او شمع در جید تقلید او فکند رو سکن است بر اعدا سفته بهت تذکیل و سقاه کالمه کرد او آغاز آسمان را سنن فقه نعمانی در ل کرده است حیف بود و حوصله اش نوشت و مرد کلیاتش نیز به تدوین بماند انچه ماند از دست بردوزگار

اہتمام طبع آن ہم می کند
بہر سال طبع آن شمسٹا و گفت

اجراین محنت و راجخشہ خدا
نامہ محمود نظم جانفزا

قطعہ سالنامی پانہتمام عالی نژاد جانب لینا محمد عبدالعلیم صاحب قلم دام مجیدہ

جناب طبیب لایت رشید شمس الحق
رخانقاہ بدو میل خواہگہ دارد
نمون کہ عبدالعلیم ست جانشین زانہا
سیان شاہ رو شہر و این سبیل سترگ
برای سال شمسٹا و گفت ہائفتہ
بناشدہ میل فرخ بنا۔ رقم زد سال

کہ خانقاہ رشید یزوست خلد نہاد
بہرمان و مریدان صاحب ارشاد
سبیل بختہ پائین و جانگاہ کشاد
بنامی بل پے آرام خاص عام نہاد
پے مطاع ز پارتیکہ رشید آبدار
روان نمود دگر بار خلد ہون شمسٹا و

قطعہ سال یب چاپ خیرۃ الاطبا محمد حبیبہ

بہر ستر حکیمی ست عبدالسلام
کتابے بطب جمع کرد اندران
در آورد دروس پے ہر مرض
پے طب یونانی خود گرفت
در ادراک قادر و تشریح کرد
بادوار این ہر رخشان طب
لوشٹ ست شمسٹا و تاریخ آن

ذکی و فہیم و عزیز القلوب
با نغم شمر دست صفت جوب
نر اکیب شتی برے ربوب
ز ہموز ایلوز بیدک یوب
قوامش باصناف لون و ربوب
ز جشم اطبا نیا بد غروب
مفید اطبا مقالات خوب

قطعہ زیب چاپ خیرۃ الاطبا بوجہ احسن

ماهر طب مولوی عبدالمسلم کرده تصنیف ذخیره نام آن هست کشف نکات طب کتاب اندران ذکر حکیمان جهان ویدنی ازهر سید و سارجن بختها از هیوازا یلو دران بشنو از شمشاد و سال طبع آن	مدتے شد محدود کار طب است کاندران مقصود اشعار طب است زان سرا سرگرم بازاری طب است مندرج از بهر انظار طب است جامع اسرار افکار طب است بیدک اینهم زکمه بردار طب است قول فیصل شرح اسرار طب است
--	--

قطعه سال طبع دیوان غنیمت بنیر نعتیه عاشق سلمه ۱۹۰۹

خدا بخش عاشق چو ترتیب داد مشرف بج و زیارت شود کلامش بتائید یزدان پاک طیلس تو لاس آل بنی رضعش بے سال شمشاد گشت	غزلیه نعت بنی بے مثال صله یابد از حضرت ذوالجلال شود ذوق افزای اهل کمال بیک قالب آمد نظر قان حال گلستان تزیین حسن مقال
---	---

قطعه طبع دیوان دلاویز غلام مصطفی اطهر ۱۹۰۹

آمد اطهر چو کلام خود جهم نظم او پاک و مظهر نعت می شود طبع بعون یزدان نام آن هست ریاض نورس گفت شمشاد به سال طبعش	کوست مداح رسول امجد گشت مطبوع طبائع یخبد هست امید که شهرت گیرد بادشاد اب بد ویر سرمد گلشن دلکش نعت احمد
---	---

۱۹۱۰
قطعه سال طبع دیوان و قیصر شیخ جناب لوی محمد عبدالحی صاحب بنحو ویدالوتی

توان دریافت عزو شان بخود	په تلیند نیم داغ نکته پر دور
دیر چرخ در ایوان بخود	در آواز بے انفاس دیوان
په تاریخ شرف مان بخود	مرتب شد جو دیوان لطیفش
ز سه رشک چمن دیوان بخود	در باغ فکر من شمشاد گل کرد

قطعه سال جمع دیوان جامع فنون جناب لوی محمد عبدالحی صاحب بنحو ویدالوتی

در دیوان هست باغ و علما	شیخ عبدالحی بنحو و مولوی
چون بنا شد افصح دوران ما	خاص تلیند فصیح الملک هست
بهر تفریح دل درد آشنا	داد ترتیب کلام خویشتن
هست دیوان نصاحت اتما	یارب آن مقبول خالص عام باد
نظم مطبوع و بیان جانفزا	گفت شمشاد از بے تاریخ آن

قطعه دیباچه سال موالوی محمد تقی بابای مولوی محمد شفیع صاحب

مدرس بدو شاعر خوش بیان	محمد تقی بندو لی اعظمی
حلیم و جوان سعادت نشان	ستین بودو با خلق هم بادب
روان گشت زین دار سو جهان	لباس صفر روز شنبه بشام
درد و فراقش شده نیم جان	رخ مهر بانس محمد شفیع
ز سه خلد مسکن رفیع المکان	رقم کرد شمشاد سال و ذات

قطعه سال سرانجام طبع دیوان جناب برادر ممولو
محمد فصیح الله صاحب قاسم ۱۹۱۱

چون کلام خویش شمس بهر طبع داد گرچه خود او ستاد نظم و نثر هست نیست اولاد سعیدش یا دگار یا رب این مقبول خاص و عام باد گفت شمشاد از بے تاریخ طبع	ان مخدوم فصیح الله وقت در سخن بنی ست شاگرد صبا باوزن دیوان بنام او بستا وروشام و صبح دارم این دعا نامه دلجو بلیغ و جان نسا
---	--

قطعات تواریخ که بعد کتابت دیوان دستیاب شدند
پس بے ترتیب بچ کشتند

قطعه سال وصال حقائق باب شاه طیب بنارسی حمزه ۱۹۱۳

در شب هشتم زشوال کرم وقت شام گفت شمشاد از بے سال وصال آنجناب	شاه طیب جاس خرقه کرد زین تن کفن مرح ارباب برو کف اقطاب زمن
---	---

قطعه سال وصال معین انام شاه طیب بنارسی حمزه ۱۹۱۳

در شب هشتم زشوال آمده حوریان در انتظار مقدم اند	کرد یک حق ز طیب التماس باید اینک فضل خالق را سپاس
--	--

گام فرسا شو سوسه غلہ برین گفت لبیک جو ارق گرفت بہر سال رطنتش شمشاد گفت	بشت پازن بر سردار ہراس رحمتش را کردہ سرتاپا لباس نخبہ اقطابین نیکو اساس
--	---

قطعه ہادی سال وصال جناب لوی جان علی معروف

بدرگاہی مرحوم گنہ محمد آبادی **۱۸۵۱**

شیخ درگاہی کہ بد جان علی در تواضع در خشوع و در خضوع مرجع ارباب دانش بود و ہم عشرہ ماہ محرم چون رسید گفت شمشاد از پے سال وصال	یوحیہ راز احفا و حسیب بود با الطاف رحمانی قریب منع تعلیم اوصاف غریب کرد رطنت سوسہ غفار و مجیب مرد زیرک صوفی جنت نصیب
--	--

قطعه برائے سال نوحہ و وفات والدہ مرحومہ سید محمد سلیم **۱۸۹۱**

زوجہ سید علی مردان امام سومین در ربیع الآخر یکشنبہ و روزنہم از پے سال وفاتش گفت شمشاد حزین	کرد در بحر فنا از بازو دست شہادہ رو نما شد این مصیبت بر عزیزان آہ آہ شد ز دنیا گنج صدق و با تو عفت پناہ
--	---

قطعه بے بہاے وصال جناب شیخ محمد حسین یوسف پوری **۱۹۰۱**

جناب حاج محمد حسین والا شان	بعقل و فہم و کیاست درین زمانہ سمر
-----------------------------	-----------------------------------

ش-ن

۸۹۱۵ د ۳۱۶

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۷۲۱۱

